



فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پہلا باب ﴿ضرورت اسلام﴾	1
2	نظام اسلام	2
3	نظام اسلام کے مقاصد	3
4	ضرورت اسلام	5
5	پہلی ضرورت	5
6	دوسری ضرورت	5
7	تیسری ضرورت	5
8	چوتھی ضرورت	6
9	پانچویں ضرورت	6
10	چھٹی ضرورت	7
11	ساتویں ضرورت	7
12	آٹھویں ضرورت	7
13	نویں ضرورت	8
14	دسویں ضرورت	8
15	گیارہویں ضرورت	8
16	بارہویں ضرورت	10
17	تیرہویں ضرورت	12

12	چوہدویں ضرورت	18
13	پندرہویں ضرورت	19
13	سولہویں ضرورت	20
14	سترہویں ضرورت	21
15	اٹھارہویں ضرورت	22
15	اسلام کا فلسفہء عروج	23
17	دین اسلام	24
19	انسان کی تکمیل دین سے ہے	25
21	دوسرا باب ﴿اسلام کی جامعیت﴾	26
22	عالمگیر نسخہ	27
24	نسخہ کی عظمت	28
26	نسخہ کی جامعیت	29
27	اسلام اور شرف انسانیت	30
28	اسلام دین رحمت ہے	31
32	اسلام دین علم ہے	32
34	اسلام دین حفاظت ہے	33
35	اسلام کے آٹھ قومی تحفظات	34
35	ارتداد	35
36	بغاوت	36
37	زنا	37

38	چوری	38
38	قتل و زخم	39
39	تہمت	40
40	شراب نوشی	41
41	اللہ اور رسول اللہ سے جنگ	42
42	اسلام اور امن و سلامتی	43
43	مدینہ منورہ میں قیام امن	44
44	صلح حدیبیہ اور امن	45
45	فتح مکہ اور سلامتی	46
46	انگریز مورخ شروڈار	47
46	بربریت اور درگزر	48
47	اسلام اور رزق حلال	49
51	حرام کی مذمت	50
52	اسلام اور ایفائے عہد	51
55	اسلام اور عدل	52
58	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان	53
59	کمی کرنا بھی خلاف عدل ہے	54
60	عدل کے چند واقعات	55
61	اجتماعی عدل کے بنیادی اصول	56
63	اسلام اور مساوات	57

65	غیر مسلموں میں عدم مساوات	58
66	اسلامی مساوات کی چند جھلکیاں	59
68	اسلام اور تجارت	60
73	اسلام اور کاشتکاری	61
75	توکل اور کسان	62
76	کسان سے مخلوق کی وابستگی	63
78	کھیتی کو حج پر ترجیح دی	64
79	کاشتکار کی نوافل سے بے نیازی	65
80	سحری اور کاشت کاری	66
81	کاشتکار کی دعا	67
82	اسلام اور محنت	68
84	اسلام میں محنت کی عظمت	69
87	اسلام دین محبت ہے	70
92	عنوان محبت پر حرف آخر	71
95	محبت کی جھلکیاں	72
95	محبوب ترین چہرہ	73
95	آنکھوں کی ضرورت بھی نہیں	74
96	کفن کی تمنا	75
97	باپ کا قتل	76
97	جنون بلالی	77

98	فراقِ حَتّانہ	78
99	چہرہ نبوی ورقِ قرآن ہے	79
101	اسلام دینِ صدق ہے	80
103	صدق کے کئی درجات ہیں	81
107	اسلام اور سچائی	82
109	اسلام میں حاکم کی ذمہ داریاں	83
110	حاکم کی دوسری ذمہ داری	84
112	حاکم کی تیسری ذمہ داری	85
113	اسلام میں رعایا کی ذمہ داریاں	86
113	پہلی ذمہ داری	87
115	دوسری ذمہ داری	88
115	تیسری ذمہ داری	89
116	چوتھی ذمہ داری	90
117	اسلام اور جمہوریت	91
123	اسلام دینِ تواضع ہے	92
128	اسلام دینِ حیاء ہے	93
132	اسلام تحمل و بردباری کا دین ہے	94
136	اسلام ہی دینِ نجات ہے	95
139	اسلام دینِ امانت ہے	96
142	اسلام اور دنیا سے ربط	97

145	عقلمند آدمی	98
150	مفید نصیحتیں	99
152	تیسرا باب ﴿ عقائد اسلام ﴾	100
153	اسلام اور مسئلہ جبر و اکراہ	101
157	اسلام کا عقیدہ توحید	102
161	اسلام کا عقیدہ رسالت	103
163	تکمیل ایمان کی شرط	104
166	اسلام اور فرشتوں پر ایمان	105
166	فرشتوں کی ذمہ داریاں	106
172	اسلام اور کتابوں پر ایمان	107
175	اسلام اور آخرت پر ایمان	108
177	اسلام اور تقدیر پر ایمان	109
180	چوتھا باب ﴿ عبادات ﴾	110
181	اسلام اور عبادات	111
183	اسلام اور نماز	112
188	اسلام اور روزہ	113
191	اسلام اور حج	114
194	اسلام اور زکوٰۃ	115
199	اسلام اور اس کا معاشی نظام	116
200	معیشہ کی خوشحالی کا اعلان	117

201	پہلا اہم ضابطہ تلاش رزق ہے	118
203	دوسرا ضابطہ یکساںگی ہے	119
204	تیسرا ضابطہ ترغیب ہے	120
204	چوتھا ضابطہ فضول خرچی سے رکنا ہے	121
205	پانچواں ضابطہ ترتیب ہے	122
206	چھٹا ضابطہ وصولیوں میں نرمی ہے	123
207	ساتواں ضابطہ دولت کی گردش ہے	124
209	آٹھواں ضابطہ بیت المال سے امداد ہے	125
210	نواں ضابطہ بھیک مانگنے کی مخالفت ہے	126
210	دسواں ضابطہ وظائف کا تقرر ہے	127
211	گیارہواں ضابطہ انداز حکمرانی	128
214	بارھواں ضابطہ مساوات ہے	129
216	تیرہواں ضابطہ ذمہ داری ہے	130
217	چودھواں ضابطہ مقامی ضرورت ہے	131
218	اندرہواں ضابطہ ذاتی ملکیت ہے	132
219	سولہواں ضابطہ وصیت پر پابندی	133
219	اسلام اور اس کا نظام جہاد	134
222	فریضہ جہاد	135
226	پانچواں باب ﴿تقویٰ﴾	136
227	اسلام دین تقویٰ ہے	137

231	تقویٰ کی علامات	138
232	اسلام اور قلب سلیم	139
234	قلب کی وجہ تسمیہ	140
235	دل کی مرکزیت	141
240	قلب اور آئینہ	142
241	پہلی خصوصیت	143
241	دوسری خصوصیت	144
243	انعامات الہیہ	145
244	تیسری خصوصیت	146
245	شیطانِ حربے	147
246	اصلاح عقیدہ	148
247	نیت کا اخلاص	149
249	توبہ کی نیت پر معافی	150
250	عبادت کی روح اخلاص ہے	151
251	اخلاص نہ ہو تو عمل برباد ہے	152
252	اخلاص کی طاقت	153
253	اخلاص اور خلاصی	154
254	ابوعبیدہ تستری کا اخلاص	155
255	اسلام اور عمل صالح	156
257	تقابلی جائزہ	157

260	صبر	158
263	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط	159
264	اسلام دین صبر ہے	160
268	اسلام دین رضا ہے	161
275	مقام رضا	162
276	نیکی کی حفاظت رضاء الہی میں ہے	163
280	ایمان کی علامت	164
281	شکر	165
284	اسلام دین شکر ہے	166
286	اسلام دین توکل ہے	167
290	توکل علی اللہ	168
292	آٹے کی بوری	169
292	سب توکل کے خلاف نہیں	170
294	خوف خدا	171
298	اسلام مایوسی سے روکتا ہے	172
302	چھٹا باب ﴿ اخلاق حسنہ ﴾	173
303	اسلام اور اخلاق حسنہ	174
308	اسلام اور والدین سے حسن سلوک	175
310	حسن سلوک احادیث کی روشنی میں	176
312	وفات کے بعد حسن سلوک	177

313	ماں کی اطاعت نفلی عبادت سے افضل ہے	178
314	رضاعی ماں سے پیار	179
315	رضاعی بہن سے سلوک	180
315	اولاد کی ذمہ داریاں	181
319	اسلام اور ازدواجی تعلقات	182
320	ایک دوسرے کا لباس	183
320	پہلی حکمت	184
320	دوسری حکمت	185
321	تیسری حکمت	186
321	چوتھی حکمت	187
322	پانچویں حکمت	188
322	ایک غلطی کا ازالہ	189
323	شوہر کی ذمہ داریاں	190
324	بیوی کے فرائض	191
325	اصلاحی تدابیر	192
326	بیویوں سے حسن سلوک	193
327	اسلام اور جذبہ رحم و محبت	194
331	اسلام اور صلہ رحمی	195
333	اسلام اور یتیموں سے ہمدردی	196
336	اسلام اور خدام سے شفقت	197

340	اسلام اور حیوانات سے حسن سلوک	198
344	ساتواں باب ﴿اخلاقِ رذیلہ﴾	199
345	دل کی بیماریاں	200
345	حسد	201
348	اسلام میں حسد کی مذمت	202
349	غصہ	203
351	اسلام میں غصہ کی مذمت	204
354	غصہ کا علاج	205
356	تکبر	206
359	اسلام میں تکبر کی مذمت	207
360	بخل	208
362	ریا کاری	209
366	اسلام میں ریا کاری کی مذمت	210
369	چغلی	211
372	اسلام میں چغلی خوری کی مذمت	212
373	بے فائدہ گفتگو	213
376	اسلام میں بیہودہ گفتگو کی مذمت	214
378	جھگڑا کرنا	215
381	گالی دینا لعنت کرنا	216
382	اسلام میں لعنت کی مذمت	217

385	اسلام میں غیبت کی مذمت	218
387	غیبت کا کفارہ	219
389	اسلام میں تمسخر و استہزاء کی مذمت	220
392	اسلام میں زبان کی اہمیت	221
395	اسلام میں جھوٹ بولنے کی مذمت	222

پہلا باب ضرورت اسلام

نظام اسلام

نظام اسلام سے قبل دنیا کے مختلف علاقوں کی صورت حال اور خصوصاً عرب کے حالات کا جائزہ لینے سے یہ بات بالکل واضح دکھائی دیتی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ انتہائی پر آشوب دور تھا، معاشرہ کی قدریں پامال ہو چکی تھیں اخلاق و روحانیت کا تصور تک نہ تھا عدل و انصاف کی جگہ پر مطلق انصافی، جبر و ظلم نے لے رکھا تھا حکومت کا تمام تر انحصار طاقت پر تھا سیاسی طور پر یہ تصور مضبوط ہو چکا تھا کہ بہترین سیاست یہ ہے مخالف کو تمام تر اختیارات سے محروم کر دیا جائے خصوصاً جزیرہ عرب کا حال تو قطعی طور پر گیارہ گزرا تھا یہ ایک ایسا خطہ تھا جہاں نہ تو کوئی حکومت تھی نہ ہی عدل و انصاف کی روشنی، اتحاد مفقود تھا، وحدت ملی کا نام و نشان ہی نہ تھا ہر طرف قتل و غارت کے نہ ختم ہونے والے واقعات رونما تھے ان حالات میں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہاں پر بھی کوئی نظام کا میاب ہو سکتا ہے جس سے دنیا کی حالت بدل جائے، لوگ انسانیت کو سمجھنے لگیں مگر دنیا نے دیکھا کہ ایسا نظام آیا جس نے انسانیت کو خدا کے سوا ہر قسم کی غلامی سے نجات دلائی۔ امن و انصاف کا جھنڈا لہرایا اور لوگوں نے دیکھا جہاں پر فتن و فسادات رونما رہتے تھے وہاں ایک نظم و ضبط پیدا ہوا، قانون بنا، امن چھایا، یہ نظام اسلام ہے، جو حضور سید عالم ﷺ کے ہاتھوں برپا ہوا، اس نظام کو نافذ کرنا کوئی آسان مسئلہ نہ تھا اسکے سامنے ناقابل تسخیر پہاڑ تھے، یہ وہ نظام اسلام ہی تھا جس نے موت سے زندگی کو جنم دیا، بکھرے شیرازے کو نظم دیا، کمزوروں کو طاقت بخشی یہ شرف صرف اور صرف حضور سید عالم ﷺ کو ہی ملا کہ آپ ﷺ انتہائی ناسازگار ماحول میں انتہائی کامیاب انقلاب انتہائی مختصر وقت میں برپا کیا، اس عظیم اور روحانی انقلاب نے ریاستی نظام کو کامیابی بخشی یہ ایک عالم گیر اور ہمہ گیر نظام ریاست تھا جو دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا پر چھا گیا اس نظام کی بنیاد قوم، وطن، بادشاہت یا پاپائیت کی بجائے اسلام کے نام پر رکھی گئی یہ نظام زندگی کا کوئی ایک حصہ نہیں بلکہ پوری زندگی ہے، یہ نظام دنیا آخرت کی تمام منزلوں میں کارآمد ہے جیسا کہ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے حضور ﷺ نے اس ابتدائی دور میں باہر سے آنے والے ایک وفد کو مخاطب کر کے فرمایا

فان تقبلو منى ما جئكم به فهو حظكم فى الدنيا

والآخرة او كما قال ﷺ (1)

اگر تم میرا لایا ہوا نظام قبول کر لو تو وہ تمہاری دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور جگہ پر اسی سے ملتا جلتا ارشاد ملتا ہے

كلمة ان انتم تكلمتم بها ملكتم بها العرب

ودانت لكم بها العجم - (2)

ایک کلمہ ہے اگر اسے پسند کر لو تو سارا عرب تمہارے تابع ہو جائے گا اور پورا عجم تمہارے پیچھے چلے گا۔

معززین عرب سمجھدار لوگ یہ بات بھانپ گئے تھے کہ حضور ﷺ کا لایا ہوا یہ نظام بہت بڑے انقلاب کا باعث بنے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

نظام اسلام کے مقاصد

نظام اسلام کے سلسلہ میں کچھ لکھنے میں اولاً یہ بات ذہن میں ہے کہ اس مقدس نظام کے کچھ مقاصد ہیں، ان میں ایک مقصد ہدایت بھی ہے، قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا ”جو لوگ حضور ﷺ پر اتاری گئی کتاب اور پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

اولئک علی ھدی من ربہم و اولئک ہم

المفلحون (3)

(1) المؤلف محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس الیعمری ابوالفتح، فتح الدین، المتوفی، 734

عیون الاثر فی فون المغازی والشمال، ص 141/1

ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، المتوفی، 774

الکتاب السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ص 479/1

(2) ابومحمد عبدالرحمن بن محمد بن ادريس بن المنذر التميمی، الحنظلی الرازی، ابن ابی حاتم

المتوفی، 327ھجری، تفسیر ابن حاتم، قوله تعالیٰ ولسجدوالله عدا، ص 486/26

(3) البقرة 2:5

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہ کامیاب ہونے والے ہیں اسلام ہی وہ مقدس نظام ہے جو بندے کیلئے ہدایت کی تمام تر راہیں کھولتا ہے اور کامیاب بناتا ہے اس آیت مقدسہ میں ایسے لوگوں کو مفلحون فرمایا گیا کہ وہ کامیاب ہونے والے ہیں، فلاح کے معنی ظفر اور کامیابی کے ہیں، فلاح کا معنی کسی شی کو پھاڑنے کا بھی ہے، کسان کو بھی فلاح کہتے ہیں کہ وہ ہل چلا کر زمین کو پھاڑتا ہے جیسے ہل چلانے سے زمین کی مخفی صلاحیتیں ظہور میں آ جاتی ہیں ایسے ہی اس مقدس نظام پر عمل کرنے سے انسان کی چھپی ہوئی صلاحیتیں اپنے عروج کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ نظام اسلام کے اہم مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندے کو خدا کی معرفت ہو اور وہ دلائل و یقین سے جان لے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اس کا مالک ہے، رب ہے، خالق ہے، اور یہ صورت حال علمی یقین، یعنی مشاہدہ اور حق الیقین سے حاصل ہوتی ہے۔

بندے کا اپنے رب قدوس تک پہنچنے کا مکمل راستہ یہ تینوں مراتب ہیں، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین اور یہ تینوں درجات نظام اسلام میں مکمل طور پر پائے جاتے ہیں جس کا زبردست تعلق وحی الہی سے ہے۔

نظام اسلام کے اہم مقاصد میں ایک یہ بھی ہے کہ کائنات سے جہالت دور ہو اور علم کا فروغ ہو یہ اسلام کو شرف حاصل ہے کہ اس کا پہلا حکم ہی پڑھنے اور علم سے متعلق ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے

اقرا باسم ربك الذي خلق (1)

اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا۔ اس عنوان پر اسی کتاب جلوہ جاناں کے پہلے حصہ میں صفحہ 384 پر ”امت مسلمہ کا علمی مقام“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ جس میں میں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ لکھی پڑھی قوم امت مسلمہ ہے۔ ایک مقام پر قرآن مقدس نے عزت، برتری اور بلندی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ چیزیں ان لوگوں کو حاصل ہیں جو ایمان لائے اور علم دئے گئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ويرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم

درجات (1)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند فرماتا ہے جو تم میں ایمان لائے اور وہ جنہیں علم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے یہ دونوں انعام و اکرام دونوں نعمتیں، دونوں دولتیں، نظام اسلام میں موجود ہیں۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ضرورتِ اسلام

اسلام کے عنوان پر کچھ لکھنے سے پہلے مناسب ہے کہ اس پر چند حروف لکھے جائیں کہ دین کی ضرورت کیا تھی اگر یہ دینی نظام نہ بھی ہوتا تو نقصان کیا تھا؟ درج ذیل سطور میں اس مجبوری اور ضرورت کے چند دلائل کا مطالعہ کریں۔

پہلی ضرورت

انسان کی تخلیق دو چیزوں جسم اور روح سے ہے۔ جسم کا تعلق زمین سے ہے اسی باعث جسم کی ساری ضروریات زمین سے ہی تعلق رکھتی ہیں، روح کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی وجہ سے اس کی ضرورت اور غذا کا تعلق بھی آسمانوں سے ہی ہونا چاہئے تھا۔ اور وہ وہی ہے جسے اسلام اور دین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دوسری ضرورت

جیسے جسم کیلئے خوراک کی ضرورت ہے ایسے روح کیلئے بھی خوراک کی ضرورت ہے چونکہ روح کا تعلق عالم بالا سے ہے اس لئے اس کی خوراک کا نظام بھی عالم بالا سے ہی کیا گیا ہے وہ دین ہے، وہ اسلام ہے، وہ وحی الہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیسری ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فکر اور دل و دماغ سے مزین فرما کر عزت و وقار کا تاج

پہنایا ہے ارشاد ہوتا ہے

ولقد کرمنا نبی آدم (1)

اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی (سورہ بنی اسرائیل) اب ضروری تھا کہ اسے اپنے عزت و وقار کو برقرار رکھے اور اپنے مقام کا تحفظ کر کے شیطانی مکر و فریب سے بچنے کیلئے اسے ایک ضابطہ حیات دیا جائے، جس سے انسان حق و باطل کا امتیاز کر سکے وہ ضابطہ دین اسلام ہے جو انسان کے ہر مرحلہ پر اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چوتھی ضرورت

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انسانی فطرت کے اندر کئی چیزیں ودیعت رکھی ہیں جن کی ضرورت انسان ہر وقت محسوس کرتا ہے، کھانا، پینا اور ازدواجی زندگی، ایسے ہی ہر انسان کے اندر ایک اور شی بھی رکھی ہے جسے ذوق الہی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ جذبہ محبت ہر دور میں رہا کسی وقت میں کوئی دور انسانی اس سے خالی نہیں۔ عام مکاتب فکر کی عبادت گاہیں اس کی واضح دلیل ہیں، نہایت ضروری تھا کہ اس ذوق الہی کی تکمیل فطری کیلئے ایسا ضابطہ ہو جو انکل، اندازے، تخمینے سے بالکل پاک ہو وہ دین اسلام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پانچویں ضرورت

کائنات کے اندر دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی شی حیات ہے اور دوسری شی معقولات۔ انسان کو ہر وقت دونوں کی ضرورت محسوس رہتی ہے، مثلاً ظاہری محسوسات میں آنکھ کا نور اور سورج کا نور دونوں کا ہونا ضروری ہے، آنکھ کا نور ہو، سورج کا نہ ہو تو کام نہ چل سکے گا، ایسے ہی سورج کا نور ہو اور آنکھ کا نہ ہو تو بھی کام نہ چل سکے گا۔ ایسے ہی معقولات کے اندر دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، نور داخل عقل اور نور خارجی وحی الہی، اسی وحی الہی کا دوسرا نام دین ہے، اسلام ہے۔ اس لئے شدید ضرورت تھی

کہ یہ نظام ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چھٹی ضرورت

جیسے اس جہان کثیف میں کچھ چیزیں نقصان دہ ہیں اور کچھ نفع بخش ایسے ہی عالم لطیف میں بعض اشیاء مضر ہیں، بعض نفع بخش، کفر نقصان دینے والی شئی ہے اور ایمان نفع بخش۔ ایمان کی حقیقت کو جاننے کے لئے کسی جامع ضابطہ کی ضرورت تھی وہ جامع ضابطہ اسلام ہے جس کے بغیر انسانیت ناقص ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ساتویں ضرورت

ہر انسان کی طبیعت میں ایک ایسا جذبہ رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان کے سامنے سر جھکانے میں جھجک محسوس کرتا ہے اگر کسی مرحلہ پر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی انتہائی مجبوری ہوگی۔ انسان اسی کا تابع فرمان ہوگا جس کے متعلق اس کا نظریہ اور یقین ہوگا کہ وہ قادر ہے، توانا ہے، عظیم ہے اس کے انکار سے اسے نقصان ہوگا اس ذات پر ایمان لانے کے لئے کسی راستہ کی شدید ضرورت تھی وہ راستہ دین اسلام ہے جو سیدھی راہ ہے اور منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ بوعلی سینا کا ایک مشہور واقعہ ہے ان کا ایک شاگرد ان کے علم و فضل سے شدید متاثر تھا اور بعض مرتبہ ان کے مرتبہ میں کوتاہی کر جاتا۔ ایک مرتبہ شدید سردی میں شیخ نے انہیں وضو کے لئے پانی لانے کا کہا تو معذرت کر دی کہ سردی ہے۔ اسی شدید سردی میں مؤذن نے جب آذان دی تو شیخ نے شاگرد سے کہا دیکھو تم مجھے بہت بڑا اعلیٰ اولیٰ مانتے ہو مگر میرے حکم بجالانے میں تم نے سردی کا بہانہ تراشا، اس مؤذن کو دیکھو یہ ایسی سردی میں آیا وضو کیا مینار پر چڑھا اور آذان دی۔ جانتے ہو اس پر کون سا ضابطہ مسلط ہے جس نے اسے محمد عربی ﷺ کی رسالت کا اعلان کرنے کا پابند کر دیا ہے۔ وہ ایمان ہے اسلام ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گہری عقیدت ہے۔

آٹھویں ضرورت

انسان کی فطرت کچھ اس طرح ترتیب دی گئی ہے کہ جس ذات کے بارہ میں اس کے دل میں احساس، عظمت، قدر و منزلت پیدا ہو جائے وہ اس کے خلاف نہ کچھ سننا چاہتا ہے اور نہ دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے ہر حکم کی اتباع اور فرمانبرداری کو اپنا مشن بنا لیتا ہے شدید ضرورت تھی کہ مجھے اپنے خالق و مالک رب قدوس جل مجدہ کے بارہ میں ایسے جذبات پیدا ہوں اور ایسے جذبات پیدا کرنے کے لئے مجھے ایک ضابطہ، طریقہ علم کی ضرورت تھی وہ ضابطہ وہ طریقہ وہ علم اسلام ہے جب بندے میں یہ صفات پیدا ہو جائیں تو زمین پر چلتا پھرتا مظہر خدا نظر آتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

نویں ضرورت

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی صفات مقدسہ میں ایک صفت ربوبیت ہے کہ وہ ہر شے کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے وہ رب العلمین ہے اس نے ہر شے کیلئے اس کی تربیت اس کے عروج اس کے کمال کا اہتمام کر رکھا ہے جسم انسان میں ایک اہم شے روح بھی ہے اس کی تکمیل جسمانی خوراک سے نہیں بلکہ اخلاق حسنہ سے اور اخلاق حسنہ کا وجود اسلامی تعلیمات، نظریات کے بغیر ممکن نہیں ضرورت تھی کہ یہ ضابطہ آئے جس کا نام اسلام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دسویں ضرورت

جب کوئی بیمار ہو جائے تو اس کا علاج اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کر رکھا ہے۔ ایلو پیٹھی، ہومیو پتھی، ادویات کام آتی ہیں۔ ضروری تھا کہ روح بیمار ہو جائے تو اس کا علاج بھی کیا جائے، روح کی بیماری کا علاج تعلیمات اسلام پر عمل ہے ضروری تھا کہ اسلامی قواعد و ضوابط ہوں اور وہ اپنائے جائیں کہ روح بیماری سے نجات پاسکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

گیارہویں ضرورت

اسلام سے پہلے جس قدر مذاہب آئے وہ سب کے سب قومی اور محدود ضروریات کے

مطابق تھے ان کا پیغام اپنے اندر عالمگیر حیثیت نہیں رکھتا تھا جیسے قرآن مقدس کے متعدد ارشادات سے نمایاں ہے حضرت شعیب علیہ السلام کے بارہ میں ارشاد ہے

”والی مدین اخاھم شعیباً“ (1)

مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب آئے، اس ارشاد سے بھی مدین کی طرف بعثت ہے جو صرف ایک گاؤں، حلقہ، علاقہ ہے۔ یا جیسے نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے

”لقد امرسلنا نوحاً الى قومہ“ (2)

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، یا جیسے صالح علیہ السلام کے بارہ میں ارشاد ہے

”الی ثمود اخاھم شعیباً“ (3)

قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح نبی بن کر آئے یہ بھی نبوت کا محدود دائرہ ہے۔ یہی انداز بیاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے ملتا ہے۔

”ولقد امرسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومك من

الظلمت الى النور“ (4)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو نکالے، اندھیروں سے نور کی طرف، یہی انداز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ملتا ہے

”مرسولا الی بنی اسرائیل“ (5)

وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ تمام مذاہب کے محدود ہونے کے یہ دلائل تو قرآن مقدس سے ملتے ہیں اس عنوان کو مزید یوں بھی نکھارا جاسکتا ہے کہ کسی مذہب نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مسیحیت کو لئیے تو انجیل متی باب ۵ کا یہ درس بڑا کھلا اور واضح ہے عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے ”میں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں“ پہلے انبیاء علیہم السلام کا

(1) الاعراف 7; 85 و ہود 11; 84 والعنکبوت 29; 36

(2) الاعراف 7; 59

(3) الاعراف 7; 59

(4) ابراہیم 14; 5

(5) آل عمران 3; 49

مختلف علاقوں اور قوموں کی طرف آنا اس وقت کی عین ضرورت کے مطابق تھا مگر جب رسل و رسائل اور ذرائع آمد و رفت کی وجہ سے انسانیت دور دراز تک پھیل گئی تو شدید ضرورت تھی کہ دین بھی عالمگیر ہو شریعت بھی مکمل ہو جو بنی نوع انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بغیر اسلام کے دنیا کا کوئی بھی مذہب انسانی مسائل و تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے حضور ﷺ کے علاوہ کسی بھی نبی نے پوری دنیا کے لئے اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے اعلان فرمایا

”انی امرسلت الی الخلق كافة“ (1)

میں پوری مخلوق کا رسول ہوں دنیا بھر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک ضابطہ کی ضرورت تھی وہ دین اسلام ہے۔ اس دین کے مکمل و اکمل ہونے کا اعلان ہوتا ہے

”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ومرضیت لکم الاسلام دیناً“ (2)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا ہے۔

بارہویں ضرورت

اسلام سے پہلے تمام مذاہب اختلاف و انتشار کا شکار ہو چکے تھے اب ضروری تھا کہ تمام مذہبی اختلافات کا فیصلہ ہوتا اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اس فیصلہ کے لئے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا جیسے

(1) ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری المتوفی 261ھ جری

الکتاب الصحيح المسلم، الرقم 812، ص 109/3

محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک الترمذی ابو عیسیٰ المتوفی 279ھ جری

الکتاب السنن الترمذی، ماجاء فی الغنیمة، الرقم 1474، ص 46/6

احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسرو جردی الخراسانی ابوبکر البیہقی، المتوفی 458

دلائل النبوة، باب ماجاء فی تحدث رسول الله ﷺ، الرقم 2293، ص 88/6

(2) المأئدة 3؛ 5

قرآن مقدس سے واضح ہے، ارشاد ہوتا ہے

”وما انزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذي

اختلفو فيه“ (1)

اور ہم نے تجھ پر کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ تو ان کیلئے وہ باتیں کھول کر بیان کرے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارہ میں عقیدہ رکھا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے تو قرآن مقدس نے تردید فرمادی۔

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادا“ (2)

اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے بے شک تم نے ایک بہت بری بات کہی۔ عیسائیوں کے ایک طبقہ رومن کیتھولک نے تین خداؤں کے ساتھ حضرت مریم کو بھی معبودیت میں ساتھ ملا لیا اور اپنے بڑے پوپ کو خطاؤں سے پاک مانا پروٹسٹنٹ نے باپ بیٹا روح القدس کو خدائی کا درجہ دیا یہ طبقہ پوپ کو گناہوں سے پاک نہیں مانتا یہ کھلے اختلافات تھے۔ جنکی تردید میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے متعدد احکام نازل فرمائے۔ قرآن مقدس نے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی تردید اس طرح فرمائی۔

ولا تقولوا ثلاثة انتھو خير لكم انما الله واحد،

(3)

اور مت کہو کہ خدا تین ہیں اس عقیدے سے باز آ جاؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور صرف ایک ہی معبود ہے اس طرح عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے خدا ہونے کی تردید فرمائی۔ عقیدہ کفارہ کی تردید اس طرح فرمائی۔

”ولا تؤموا ذمرة وزمري اخرى“ (4)

کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ ہندوؤں کے مشرکانہ عقیدہ کی تردید اس طرح فرمائی۔

(1) النحل 16; 64

(2) مريم 19; 88, 89

(3) النساء 4; 171

(4) الانعام 6; 164

(لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً) (1)

یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ ہندوؤں کے عقیدہ تناخ کار دفرمایا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ قرآن مقدس نے فرمایا۔

غافر الذنب وقابل التوب، (2)

اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ہندوؤں کا یہی عقیدہ ہے۔ روح اور مادہ دونوں ازلی وابدی ہیں قرآن مقدس نے رب العلمین فرما کر واضح فرمادیا کہ روح اور مادہ کا بھی رب اللہ ہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیرہویں ضرورت

سابقہ کتب سماوی میں انبیاء علیہم السلام کے بارہ بہت سی غلط باتیں لکھ دی گئیں یہ ان کتابوں میں تحریف تھی۔ مثلاً بائبل میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارہ جھوٹ کی نسبت کی گئی، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں سے فعل شنیع کے مرتکب ہوئے۔ (معاذ اللہ) ہارون علیہ السلام نے چھڑے کا بت بنایا، حضرت داؤد علیہ السلام نے ادراہہ کی بی بیوں سے زیادتی کی، سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیویوں کو خوش کرنے کیلئے بتوں کی پوجا کی (معاذ اللہ) انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے ان غلط اور بے جا الزامات کا ہٹانا بھی ضروری تھا۔ وہ نظریہ، وہ ضابطہ جس نے انبیاء کی عفت و پاکیزگی کا اعلان کیا وہ اسلام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چودھویں ضرورت

چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں محدود تھیں۔ اور صرف قومی سطح کی تھیں بریں بنا ہر قوم، ہر گروہ اپنے ہی دائرہ میں رہ کر اسے ہی حق مانتا اور اس نعمت کو اپنے ہی لئے مخصوص سمجھتا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر

(1) آل عمران 64; 3

(2) غافر 3; 40

قوم میں تنگ نظری اور تعصب کا مرض پیدا ہو گیا ضرورت تھی کہ ایسا نظام آئے جو تمام انبیاء علیہم السلام کے نظاموں کی تصدیق کرے ان پر ایمان لانے کو ضروری قرار دے وہ مقدس نظام جس نے لوگوں کو تنگ نظری سے نکالا۔ سابقہ کتب پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا وہ اسلام ہے۔ آج اگر کوئی شخص پہلی کتب کو نہیں مانتا تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ قرآن مقدس پہلی کتب کی تصدیق و طرح سے فرماتا ہے۔ ایک تو اس طرح کہ وہ آسمانی کتابیں اللہ کی طرف سے تھیں دوسری اس طرح کہ ان میں حضور ﷺ کی آمد کا ذکر تھا قرآن مقدس نے ان خبروں کو پورا کر کے ان کتابوں کو سچا ٹھہرایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پندرہویں ضرورت

اسلام کی آمد سے قبل کے مذاہب میں خدائے قدوس جل مجدہ کے بارہ میں نظریات غلط تھے۔ ہندومت میں کروڑوں معبود بن چکے تھے۔ بدھوں میں خدائے قدوس کی ہستی کا تصور توہمات میں دب کر رہ گیا تھا۔ زرتشت مذہب میں خالق خیر اور خالق شر کے تصور سے کئی معبود مانے جاتے تھے۔ یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا۔ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تثلیث کا عقیدہ اپنا کر شرک و کفر میں پھنس گئے۔ ضرورت تھی کہ کوئی ایسا نظام ہو جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کا حسین انداز میں ذکر کرے اور گم گشتہ راہ لوگوں کو توحید خداوندی کے بارہ میں سیدھی راہ پر قائم کر دے وہ دین، دین اسلام ہے۔ جس نے بھولی بھنگی انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے کا درس دیا اور سیدھی راہ پر چلایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

سولہویں ضرورت

اسلام سے پہلے مذاہب میں افراط و تفریط یعنی حد سے بڑھ جانا یا حد سے گرجانا اس کا تصور عام پایا جاتا تھا۔ یہود میں جذبہ انتقام و افر تھا۔ اور عیسائیت میں جذبہ نرم دلی اور رحم عام تھا عیسائی تعلیم کی رُو سے اگر کوئی ایک تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ حد سے زیادہ غضب حد سے زیادہ نرمی یہ دونوں چیزیں تکمیل انسانیت کیلئے رکاوٹ تھیں۔ ضروری تھا کہ دین ایسا ہو جو افراط و تفریط

سے پاک ہو۔ جس میں اعتدال ہو میانہ روی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرمایا اور اسے ایسا راستہ عطا فرمایا۔ جس میں انسانی قوتوں کی نشوونما اعتدال پر ہوتی ہے اور انسانیت پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے وہ راستہ وہ دین دین اسلام ہے واللہ الحمد۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ستر ہویں ضرورت

اسلام سے قبل قوموں میں قومی اور لسانی تعصبات، مال و دولت کی کمی اور زیادتی، رنگ اور نسل کے امتیاز نے دنیا کو جنگ و جدل کی آگ کی بھٹی میں جھونک رکھا تھا۔ انہیں تفریقات کی بنا پر ایک دوسرے سے الجھاؤ رہتا تھا۔ ضرورت تھی کہ انسانیت کے اس طوفان نفرت میں کوئی ایسا ضابطہ ہو جس سے یہ فتن و فسادات ختم ہوں۔ اور انسانیت امن کی راہ پر چل سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرمایا اور اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیج کر اس تفریق و نفرت کو ختم کر دیا۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے واضح اور کھلا اعلان فرمایا

لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی

ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا

بالتقویٰ۔ (1)

کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے نہ کسی گورے کو کالے پر نہ کسی کالے کو گورے پر فضیلت ہاں فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کیوجہ سے ہے قرآن مقدس نے اسی عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (2)

اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ افضل وہی ہے جو متقی زیادہ ہے اس آیت کریمہ اور خطبہ حجۃ الوداع سے تعصبات و نفرت افراط و تفریط کا نظریہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر اسلام نے انسانی اتحاد و یگانگت اپنی

(1) الاحمد، المسند، مرجل من اصحاب النبی ﷺ، الرقم 22391، ص 47/48

سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الخمی الشامی ابوالقاسم الطبرانی المتوفی 360

الکتاب المعجم الكبير، ص 360/12

(2) الحجرات 49: 13

عبادات کے رنگ میں پیش کر کے یہی سبق سکھایا ہے پنجگانہ نماز باجماعت جمعہ کی حاضری۔ حج کا اجتماع کھلے دلائل ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اٹھارہویں ضرورت

دنیا کے 2 دو بڑے مذاہب یہودیت اور مسیحیت ہیں اور یہ دونوں اپنے آپ کو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی ذوات قدسیہ سے وابستہ کہتے ہیں مگر یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے شدید دشمن ہیں عیسیٰ علیہ السلام پر یہود نے اور موسیٰ علیہ السلام پر عیسائیوں نے بے جا باتیں کہیں حالانکہ یہ دونوں نبی برحق ہیں صاحب کتاب ہیں ضرورت تھی کوئی ایسا ضابطہ ہو جو دونوں کی نبوت کا تحفظ کرے وہ ضابطہ اسلام ہے کہ مسلمانوں کو تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے

لانفرق بین احدمن مرسلہ (1)

ہم خدا کے رسولوں کے درمیان اُن کے نبی ماننے میں کوئی تفریق نہیں کرتے اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے

ومن یکفر بالله وملکنته وکتبه ومرسله والیوم

الآخر فقد ضل ضلالاً بعیداً (2)

اور جو شخص خدا اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتا ہے وہ گمراہی میں دور نکل گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام کا فلسفہء عروج

اسلام کے تیزی سے ترقی کرنے اور بڑھنے کی کئی وجوہ نظر آتی ہیں تاہم واضح طور پر یہ صورت نمایاں دکھائی دیتی ہے کہ عقائد و نظریات پہلے وجود میں آئے اور اسلامی ریاست کے خدوخال

(1) البقرہ 2: 285

(2) النساء 4: 136

بعد میں، مغربی تہذیب میں یہ بات دکھائی نہیں دیتی وہاں پہلے سوسائٹی ہے پہلے ریاست ہے پھر نظریات ابھرتے ہیں، مگر حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام حیات میں عقائد و نظریات کا وجود پہلے دکھائی دیتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی نمایاں ہے کہ حضور ﷺ نے اس نظام حیات کو پھیلانے کے لئے زبان رنگ و نسل اور قومیت کو بنیاد کے طور پر استعمال نہیں فرمایا، ورنہ اُس وقت اور آج بھی لوگ ان چیزوں کو اپنے مشن کی تکمیل کے لئے بنیادی حیثیت میں دیکھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں، ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے جزوی معاشرہ کا پر تو پڑ سکتا ہے مگر حضور ﷺ نے تو عالمگیر رسول کی حیثیت سے عالمگیر معاشرہ کا قیام فرمانا تھا اور یہ چیزیں وحدت انسانیت میں رکاوٹیں تھیں کہ انسان مختلف طبقات میں بٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور یہ اختلاف انسانوں کے اندر نفرت کی دیواریں ہیں، جو وحدت انسانی کو پارہ پارہ کرتی ہیں اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے حضور ﷺ نے سوسائٹی کی بنیاد مادیت کی بجائے روحانیت پر رکھی ہے، اگرچہ زندگی گزارنے کے لئے مادیت کا بھی ایک خاصہ حصہ ہے مگر اصل نشانہ آخرت کی کامیابی ہے اور اسلام نے یہ درس عام دیا ہے کہ دنیا کے مال و متاع کو زندگی کا مقصد نہ بنالیا جائے کہ یہ چیزیں انسان کی روحانی اقدار کو پامال کرتی ہیں حضور ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس نے ان ہدایات کو تسلیم کیا وہ ایماندار کہلایا خواہ اس کی زبان، رنگ، نسل کچھ ہی کیوں نہ ہو اور جس نے اس محبت بھری آواز پر لپک نہ کہا وہ ایمان سے خارج ہوا۔ خاندانی طور پر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو یہی نظام حیات تھا جس سے انسانیت کو امت واحدہ کی شکل میں جوڑا جاسکتا تھا، اسلام کے فلسفہ عروج میں ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کی رسوائی و ذلت سے یہ حالات پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے لوگوں کو تبدیلی حالات پر آمادہ کیا جتنے زیادہ حالات خراب تھے اسی قدر لوگوں کے ذہنوں میں تلاش حق کا احساس بڑھتا گیا اور حیات بخش ضابطہ حیات کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہوتے گئے، قبول حق کے لئے تڑپ اس قدر بڑھ چکی تھی کہ لوگ گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور تلاش حق میں سرگرداں ہو گئے، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگذشت اس سلسلہ میں دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے، کئی راہبوں کے دروازوں کی خاک چھانی، خدمات انجام دیں آخر ایک راہب نے آپ کو محبوب پاک کی خدمت میں حاضری کا اشارہ دیا کہ ان کا نظام تیری پیاس بجھا سکے گا (1)

اس تلاش اور پیاس کی یہ صورت تھی کہ ورقہ بن نوفل، زید بن عمر، عثمان بن حویرث، عبید اللہ بن جحش نے اپنی بت پرست قوم کو، یہی ہوئی قوم کہا انکی بت پرستی کے دوران الگ تھلگ بیٹھ کر ان کی گمراہی کا ذکر کرتے تھے (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دین اسلام

مناسب سمجھا کہ اس چوتھے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کے بارہ میں کچھ لکھا جائے۔ دین اسلام کا ذکر قرآن مقدس کی سورہ آل عمران میں اس طرح ہے

ان الذین عند اللہ الاسلام (2)

بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین دین اسلام ہی ہے اسی سورہ آل عمران شریف میں دوسری جگہ دین اسلام کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے

ومن یتنغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه (3)

جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا لفظ دین کا ذکر قرآن مقدس سورہ البینہ میں بھی اس طرح موجود ہے

وما امروا الا لبعید اللہ مخلصین له الدین (4)

لوگوں کو ایسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے متبع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں قرآن مقدس نے سورہ التوبہ میں بھی دین کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا ہے؛

هو الذی امرسل مرسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ

علی الدین کلہ ولو کرة المشر کون (5)

(1) عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری ابو محمد جمال الدین المتوفی 213

السیرۃ النبویۃ، عبداللہ بن جحش، ص 222/1

(2) آل عمران 3؛ 19

(3) آل عمران 3؛ 85

(4) البینہ 98؛ 5

(5) التوبہ 9؛ 33

وہ اللہ تعالیٰ جس نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت کیساتھ اور سچے دین کے ساتھ اس لیے بھیجا کہ وہ سارے دینوں پر غالب آجائے اگرچہ کفار و مشرکین کو یہ اچھا نہ ہی لگے۔ اسی دین اسلام کی عظمت کو قرآن مقدس نے ایک اور جگہ سورہ انفال میں اس طرح بیان فرمایا

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ وَالِدِينَ كَلَّةً

للہ (1)

کفار سے جنگ کرو تا کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دنیا میں صرف اللہ کا دین دین اسلام ہی رہ جائے قرآن مقدس کی مندرجہ بالا آیات مقدسہ سے دین اسلام کی عظمت و ہیبت کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے اسلام کی آمد سے پہلے ادیان اپنے اپنے وقت میں حق تھے اب کوئی انہیں مانے تو قبول نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہمارا دین دین اسلام کسی شخصیت کی طرف منسوب نہیں جیسے یہودی یہود کی طرف عیسائی حضرت مسیح کی طرف بدھا بدھ کی طرف اسلام ان سب پر محیط اور جامع ہے۔ اسلام کا معنی ہے گردن بہ اطاعت نہاد، بندگی کیلئے گردن کو جھکا دینا اسلام ہے تابع فرمان ہونے کو اسلام کہا جاتا ہے اب آپ خود اندازہ کر لیں پوری کائنات پر غور کریں چاند تارے عرش کرسی لوح و قلم زمین و آسمان غرضیکہ کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے تابع حکم نہ ہو۔ لہذا کائنات کی ہر شے میں اسلام کی حقیقت نمایاں ہو رہی ہے جو اسلام کے قائل نہیں وہ بھی اس فلسفہ تسلیم کی روشنی میں اسلام میں ہیں مگر ان کو اس پر اجر و جزا نہیں ہوگی کہ وہ خوشی سے نہیں مجبوری سے ہیں دکھ سکھ رنج و غم موت و حیات کے سلسلہ میں وہ اپنے رب کے تابع ہیں وہ لوگ بھی حضور ﷺ کی امت ہیں مگر امت دعوت کہ حضور ﷺ نے اپنے دین اسلام کی طرف بلایا وہ نہ آئے سزا پائے مار کھا گئے اور ہم اسلام کے ماننے والے بھی امت ہیں مگر امت اجابت ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے بلانے پر لبیک کہا اور دامن رحمت میں آگئے اور جزا کے حقدار ٹھہرے لفظ اسلام پر بھی غور کرنے سے اس دین کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اسلام میں لفظ سلم پایا جاتا ہے جس کا معنی ہے سلامتی کا عافیت کا بیج نکلنے کا ہے اسی لفظ سے سلم

بھی ہے جس کا معنی سیڑھی ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے اگر کوئی خدا تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہاں تک جانے کی سیڑھی صرف اسلام ہی ہے۔ اسی سے لفظ فلس بھی ہے جس کا معنی تلاش ہے تو کہا جاسکتا ہے اگر کسی کو محبوب کی تلاش مطلوب ہے تو وہ اسی راہ پر ہی ملے گا۔ اسی سے لفظ فلس بھی ہے جس کا ایک معنی نرمی کا آنا ہے تو کہا جاسکتا ہے یہی وہ دین ہے جس میں درگزر رہے نرمی ہے معافی ہے اس معنی پر غور کرنے کیلئے صلیبی جنگوں کے واقعات پڑھ لیں جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ کس قدرالمانہ رویہ اختیار کیا، تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور جب صلاح الدین ایوبی نے قبضہ لیا تو کس قدر شفقت و محبت کا مظاہرہ کیا۔ حضور سید عالم ﷺ نے فتح مکہ پر کس قدر محبت و شفقت کا مظاہرہ فرمایا تمام مجرموں سے فرمایا

ازہبوا انتہم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم۔ (1)

جاؤ تم آزاد ہو تم پر کسی قسم کی گرفت نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

انسان کی تکمیل دین سے ہے

لفظ دین کئی معانی میں مشترک ہے عبادت، جزاء، اطاعت، حساب، ملت، تقویٰ، غلبہ، حال، عبودیت، طریقہ اور اسلام پر دین کا اطلاق ہوتا ہے انسانی وجود جسم اور روح دونوں سے بنا ہے جسم کی تمام ضروریات زمین سے وابستہ ہیں کہ میرے جسم کو زمین سے تعلق ہے یہاں کی خوراک رہائش، علاج ایسے امور سے جسم کو فائدہ پہنچتا ہے رہا روح کا مسئلہ وہ یہاں کی شے ہی نہیں وہ عالم بالا کی شے ہے جسم اور روح دونوں الگ الگ ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں ہر شے اپنی ملکی غذا پسند کرتی ہے روح کی بھی یہی حالت ہے وہ جسم کی خوراک، لباس ادویات سے الگ تھلگ ہے ہاں اس کے ملک کی خوراک آئے گی تو شوق سے استعمال کر لے گی یہ خوراک جو عالم بالا سے اسے ملے گی یہ کلام الہی ہے ارشادات ربانی ہیں احکام خداوندی میں یہی ارشادات و احکام دین کہلاتے ہیں اور یہ طریقہ ہر دور میں رہا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب کی طرف سے دیئے گئے احکام اپنی امتوں کو پہنچائے اور ان پر عمل کرانے کی

(1) ابوالفتح، عیون الاثر، ص 199/2

ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، ص 570/3

کوشش کرتے رہے یہی نظام حیات دین کہلاتا ہے اب اگر میں صرف جسم کے معاملات و حالات پر ہی توجہ دیتا ہوں اور روح کی خوراک حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں تو اپنے کو کامل مومن نہیں کہلا سکتا جیسے میرے ذمہ لازم ہے اپنے جسم کی حفاظت کروں بیمار ہوں تو علاج کروں بھوکا ہوں تو کھاؤں، پیاسا ہوں تو پیوں اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے میں اپنے روح کی حفاظت کروں اسکی ضروریات پوری کروں بیمار ہوں تو علاج کروں میری روح کی حفاظت کیلئے ضروری ہے کہ عالم بالا کی خوراک استعمال کروں اگر میں نے جسم کو پالا اور روح کو بھوکا رکھا تو پرلے درجے کی نا انصافی ہوگی ظلم ہوگا میری روح کا علاج وحی الہی کی اتباع ہے اور یہی دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے ہمیں وہ دین عطا ہوا جو اسلام کے نام سے متعارف ہے اس دین کی خوبیاں کمالات آئندہ صفحات میں آئیں گے انشاء اللہ العزیز اب مجھے اپنے کو کامل انسان بنانے کیلئے میری شدید مجبوری ہے کہ میں دین کو مانوں اگر میرے اندر دین کو ماننے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے تو میں انسان کامل بن سکتا ہوں نہیں تو ارشاد خداوندی

اولئک کا الانعام بل هم اضل۔ (1)

ایسے لوگ جو دین سے دور ہیں اور احکام الہی کی پرواہ نہیں کرتے وہ تو چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اگر میں اپنی روح کو دینی خوراک نہیں دیتا اور اسے یاد الہی سے دور رکھتا ہوں تو روح مرجائے گی یہ کیسے پتہ چلے روح زندہ کس کی ہے اور مردہ کس کی تو دیکھ لیں اگر خدا کی نافرمانی کرنے پر آپ خوش ہیں اور فخر کرتے ہیں تو سمجھ لیں روح مر چکی ہے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرنے سے آپ خوش ہیں تو اللہ کا شکر کریں اسکی روح زندہ ہے احکام الہی پر عمل کرنے کا نام ہی دین پر چلنا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دوسرا باب اسلام کی جامعیت

عالمگیر نسخہ

اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں بے شمار بیماریاں پھیل چکی تھیں۔ اگرچہ ان کا علاج ہوتا رہا مگر وہ علاج جزوی تھا کہ علاج کرنے والے اطباء انبیاء علیہم السلام بھیجے ہی محدود خطوں کیلئے گئے تھے۔ جیسے قرآن مقدس نوح علیہ السلام کے بارہ میں فرماتا ہے۔

لقد ارسلنا نوحاً الى قومه (1)

ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف بھیجا واضح ہے کہ قوم ایک محدود خطہ میں تھی یا جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملتا ہے

اخرج قومك من الظلمات الى النور، (2)

اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں یہاں بھی بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے طبیب کا ذکر ہے مگر وہ صرف اپنی قوم کا ہی ہے۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے

والی مدین اخاهم شعيباً (3)

اور مدین کی طرف ان کا بھائی شعیب آیا یہاں بھی وہی محدود علاج ہے محدود خطہ کا ذکر ہے یا جیسے قوم عاد کی طرف ایک معالج بھیجے کا ذکر ہے

والی عاد اخاهم هوداً قوم (4)

عاد کی طرف ان کا بھائی ہود آیا وہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے معالج سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس طرح ملتا ہے (رسول الی بنی اسرائیل) (5)

جس سے واضح ہے کہ آپ نبی صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کا پیغام لائے اور انہیں کی

(1) الاعراف 59:7

(2) ابراہیم 5:14

(3) الاعراف 85:7

(4) الہود 50:11

(5) آل عمران 49:3

اصلاح فرمائی انجیل کی روشنی میں آپ کا ارشاد اس وقت یہی ملتا ہے ”میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں“ آپ کی اصلاحی تحریک اور بیماروں کو بچانے کا دائرہ صرف بنی اسرائیل تک ہی محدود تھا مگر فساد شرقاغربا پھیل چکا ہے تمام مذاہب فساد کا شکار ہو چکے تھے لوگ باطل عقائد کی دلدل میں پھنس چکے تھے آسمانی کتب تحریف کا نشانہ بن چکی تھیں عالم کے اس نقشے کو خود قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا

ظهر الفساد في البر والبحر (1)

خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا تھا اب دنیا کو شدید ضرورت تھی کہ کوئی عالمگیر طبیب آئے اور عالمگیر نسخہ لائے جس کے استعمال سے صدیوں کے بیمار بچ سکیں۔ اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا بیمار شفاء یاب ہو کر اصلاح کا کام کریں۔ اللہ رب العزت جل مجدہ کی رحمت کاملہ موجزن ہوئی کہ کائنات بھر کے طبیب اعظم پیارے رسول اللہ ﷺ کائنات بھر کے علاج و اصلاح کیلئے جلوہ گر ہوئے رب قدوس جل جلالہ نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا (2)

اور ہم نے تجھے تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرسانے والا بنا کر بھیجا ہے اس عالمگیر رسول ﷺ کی عالمگیری کا ذکر دوسری جگہ پر اس طرح بھی ملتا ہے

وهو الذي ارسل مرسله بالهدى ودين الحق ليظهره

على الدين كله ولو كره المشركون (3)

وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا منائیں رسول اللہ ﷺ کی یہ امتیازی خصوصیت اسی وقت ہی نمایاں ہوگی جب تمام مذاہب عالم کے ساتھ اسلام کی تعلیم کا مقابلہ کر کے ثابت کیا جائے کہ اسلام ہی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور تمام انسانی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے چنانچہ حضور سید عالم ﷺ

(1) الروم 41:30

(2) النساء 28:34

(3) التوبة 33:9

نے تمام مذاہب عالم کے غلط عقائد و نظریات اور فسادات کی اصلاح کی اور اس پوری انسانیت کیلئے ایک عالمگیر نسخہ قرآن مقدس پیش فرمایا اس عنوان کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے

”وما انزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذي

اختلفوا فيه“ (1)

ہم نے تجھ پر کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ تو ان کیلئے وہ باتیں کھول کر بیان کرے جن میں اختلاف کرتے ہیں۔ الحمد للہ یہ عالمگیر نسخہ اسلام ہے اس عالمگیر نسخہ کے بارہ میں قرآن مقدس کا ارشاد ملتا ہے۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي

ومرضيت لكم الاسلام ديناً (2)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوں اس عالمگیر نسخہ کے عالمگیر ہونے پر قرآن مقدس کا یہ ارشاد واضح دلیل ہے مافرطانی الکتاب من شئ اس کتاب میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے۔

وصلى الله تعالى على حبيبہ سيدنا محمد وعلى آله وصحبہ بعدد خلقه

نسخہ کی عظمت

کسی بھی نسخہ کی عظمت کو جاننے کیلئے

ایک پہلو یہ ہے کہ یہ نسخہ کس طبیب کا ہے

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس نسخہ سے لوگوں کو بیماری سے فائدہ کس قدر پہنچا ہے

تیسرا پہلو یہ ہے کہ یہ نسخہ بیماروں میں مقبول کس قدر ہوا

چوتھا پہلو یہ ہے کہ اس نسخہ کے استعمال سے بیمار تیزی سے شفا پاتا ہے یا دیر سے

پانچواں پہلو یہ ہے کہ اس نسخہ کو استعمال کر کے بچ جانے والے لوگ کون کون ہیں

(1) النحل 16: 64

(2) المائدہ 3: 5

اسی عنوان پر جب نسخہ اسلام کے لانے والے پر نگاہ جاتی ہے تو وہ طبیب اعظم پیارے آقا ﷺ ہیں جنکی عظمت، ہیبت، نبوت کا جواب اولیں و آخرین میں نہیں ہے اور پھر یہ طبیب اعظم کسی گاؤں، خطہ یا علاقہ کیلئے نہیں پوری کائنات کیلئے ہیں جیسے خود ارشاد فرمایا

انی امرسلت الی الخلق كافة (1)

میں پوری کائنات کیلئے بھیجا گیا ہوں اور جب دوسرا پہلو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ۲۳ سال کے مختصر ترین عرصہ میں کس قدر کثیر مقدار میں لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور صحت یاب ہوئے حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کے خطبہ میں قریباً سو لاکھ بندہ تھا جو شفا سے نوازا گیا تھا نسخہ کی مقبولیت کے تیسرے پہلو کو دیکھیں تو بندہ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ ایران، عراق، شام، مصر، فارس، حبش غرض دنیا کا کوئی ایسا خطہ دکھائی نہیں دیتا جہاں یہ نسخہ پہنچا نہیں یا وہاں پہنچ کر مقبول نہیں ہوا اس کے چوتھے پہلو پر نگاہ کریں کہ بیمار جلد صحت یاب ہوتا ہے یا دیر سے تو تاریخ اسلام ایسے ہزاروں واقعات بتاتی ہے کہ جونہی بیماروں نے طبیب اعظم کے چہرہ انور کو ہی دیکھا تو جھٹ دامن سے لپٹ گئے اور بیماری سے نجات پا گئے، بلکہ بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ دور دراز علاقوں میں رہنے والے مریضوں نے طبیب اعظم کا نام سنتے ہی شفا پالی۔

اس نسخہ کی کیا پانچویں پہلو دیکھیں کہ بچ جانے والے کون کون لوگ ہیں تو ایسی فہرست میں اولین لوگ جنہوں نے مکہ مکرمہ میں نسخہ استعمال کیا، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت جعفر، حضرت طلحہ، خالد بن سعید، سعد بن وقاص، عقیف کنڈی، عمر بن عتبہ، عمار و صہیب، عبداللہ بن مسعود، حضرت حصین، زبیر بن عوام، سیدنا عبدالرحمان بن عوف، سیدنا حمزہ، ضمہار بن ثعلبہ ازدی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ غرضیکہ نسخہ کی عظمت کے پانچوں پہلو اس قدر شاندار اور نمایاں طور پر واضح ہیں کہ کسی عقل مند آدمی کو انکار کی گنجائش نہیں اگرچہ طبیب اعظم ﷺ پردہ میں تشریف لے گئے مگر ان کا لایا ہوا نسخہ اس وقت تک کامیاب ہے اور قیامت تک اس سے

(1) الترمذی، السنن، مأجاء فی الغنیمة، الرقم 1474، ص 46/6

الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 8969، ص 12/19

المسلم، الجامع الصحیح، الرقم 812، ص 109/3

لوگ فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ امریکہ اس نسخہ کا سخت دشمن ہے مگر سب سے زیادہ لوگ اسی خطہ میں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے صدر بُش نے خود بارہا اقرار کیا ہے کہ اسلام ساری دنیا سے زیادہ امریکہ میں پھیل رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

نسخہ کی جامعیت

اس مقدس نسخہ دین اسلام کی عالمگیری پر نگاہ کریں تو واضح ہوتا ہے اس طیب اعظم ﷺ کے بعد کوئی دوسرا طیب نہیں آئے گا اور اس شفا دہندہ نسخہ کے بعد کوئی دوسرا نسخہ شفا نہیں دے سکے گا۔ اس طیب اعظم ﷺ کے آخری ہونے کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا۔

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (1)

اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔

قرآن مقدس کی اسی تشریح کو اپنی زبان فیض ترجمان سے اس طرح فرمایا

”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ (2)

میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد ملتا ہے۔

ان النبوة والرسالة قد انقطعت فلا نبی بعدی۔ (2)

بے شک نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ ایک تیسرے مقام پر حضور ﷺ نے اپنی عالمگیری حیثیت کو ایک مثال دے کر واضح فرمایا ”میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا ہو اور اس کو ہر لحاظ سے خوبصورت کیا ہو، وہاں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، لوگ اس مکان کے گرد گھومنے لگیں اور تعجب کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ یہ آخری اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں۔

حضور سید عالم ﷺ کی یہ عالمگیری حیثیت واضح کرتی ہے کہ یہ مقدس نسخہ اسلام بھی عالمگیری

(1) الاحزاب 33: 40

(2) الترمذی، السنن، ذہبت النبوة وبقیت المبعثرات، الرقم 2198، ص 230/8

ہے۔ جیسے حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہی نہیں ایسے ہی اسلام کے بعد انسانوں کی اصلاح کیلئے کسی دوسرے نسخہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اسلام کی موجودگی میں نئے احکام الہیہ کے نازل ہونے کی گنجائش ہی نہیں کہ قرآن مقدس نے دین اسلام کو مکمل قرار دیدیا ہے۔ جو شخص نبوت کے جاری ہونے کا قائل ہے وہ دراصل اسلام کو مکمل دین نہیں سمجھتا۔ بس دین اسلام کامل ہو چکا اب زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی راہنمائی دین نہ کرتا ہو۔ حضور ﷺ کے بعد نبی آجانے کے عقیدہ سے صرف امت اسلامیہ کا اتحاد ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ اسلام کا ہی تختہ الٹتا ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور شرف انسانیت

اسلام ہی وہ مقدس دین ہے جس نے شرف انسانیت کو قائم رکھتے ہوئے بارگاہ قدس تک پہنچنے کے قواعد و ضوابط بیان فرمائے اور پریشان حال انسانیت کو بام عروج تک پہنچایا۔ عیسائیت میں خدا تک پہنچنے کیلئے رہبانیت کو فروغ دیا گیا کہ گھربار چھوڑ کر بیوی بچوں ماں باپ سے منہ موڑ کر جنگل میں ڈیرہ جمائے ریاضت میں مصروف رہے خدا مل جائے گا۔ اسلام نے اس ضابطہ رہبانیت کو مسترد کر دیا اور ماں باپ بہن بھائی رشتہ داروں میں رہ کر ان کے حقوق ادا کر کے خدا تک پہنچنے کے اصول بتائے۔ عیسائیوں کی طرح روم کے آسمانی گرجا کے سایہ میں لاکھوں انسانوں کو دنیا سے الگ تھلگ رہنے کا درس دیا جاتا ہے، آریہ مذہب میں بھی یہی کچھ ملتا ہے کہ جنگلوں، پہاڑوں اور غاروں میں زندگی گزار دی جائے، یہی ریاضت ہے، یہی عبادت ہے، اسی حالت، اسی کسمپرسی میں لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، کوئی ازدواجی تصور نظر نہیں آتا۔ جو گیوں، ہنسیا سیوں کی زندگی میں کہیں شرف انسانیت دکھائی نہیں دیتا، دھونی لگا کر اسی دھوئیں میں مست و محو رہ کر گزر کرنا، لمبی لمبی لٹکیا کر زہد و تقویٰ کا تصور دینا کہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہیں، لنگوٹے پہن کر آگ کے مچ جلا کر اپنے مصنوعی خداؤں کو یاد کرنا سو فیصد شرف انسانیت کے خلاف ہے۔

ہندوؤں کے بعض انتہائی گئے گزرے تصورات میں جوان بچیوں کو پتھر کی مورتی کے ساتھ بیاہ دینے کی گھناؤنی رسم میں شرف انسانیت کی بربادی ہے۔ اسلام ہی وہ مہذب و مقدس دین ہے جس

نے گھر رہ کر والدین، بچوں، عزیزوں، رشتہ داروں کے حقوق ادا کر کے خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے دنیا میں رہ کر دین کی آبیاری کرنے اور اس مبارک پودے سے پھل حاصل کرنے اور پھر اسے استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا، دین و دنیا کو قائم رکھنے کیلئے دعا سکھائی

مرہباً اتقا فی الدنیا حسنة وفى الآخرة حسنة۔ (1)

اے اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں بہتری عطا فرما۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو نیکی اور پرہیزگاری سے مدد کا حکم دیتا ہے گناہوں اور برائیوں کے تعاون سے روکتا ہے، لوگوں میں حالات کو سازگار اور ماحول کو خوشگوار رکھنے کیلئے وعدوں کی پابندی کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے وفائی سے روکتا ہے کہ شرف انسانیت کو ضعف نہ پہنچے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو والدین اور ان کے ذریعہ سے پیدا ہونے والے رشتہ داروں کے حقوق پورے کرنے اور ان سے حسن سلوک کا درس دیتا ہے یہی مقدس دین ہے جو بد امنی، جھگڑے، فسادات سے روک کر انسانیت میں امن و رواداری کے اصول بتاتا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جس نے اپنے نیک بندوں کی بے شمار صفات میں چند ایک کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ دنیا پر عجز و انکساری سے رہتے ہیں، جاہلوں سے جھگڑتے نہیں ان کیلئے سلامتی و امن کی دعا کرتے ہیں۔ فضول خرچی سے بچتے ہیں نیک کام پر خرچ کرنے میں تنگ دلی سے کام نہیں لیتے جھوٹ سے جھوٹی گواہی سے بہت دور رہتے ہیں سچ کہنے میں ڈر محسوس نہیں کرتے، سچ چھپانے کو قبیح گناہ سمجھتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین رحمت ہے

یہی مقدس دین ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی صفات رحمان و رحیم میں ایک اہم نظام لپٹا دکھائی دیتا ہے، کمزور پر رحم فرماتا ہے، گرے لوگوں کو رحم سے نوازتا ہے۔ ایک خاتون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی

الیس اللہ ارحم بعبادہ من الام بولد ہا او کما

قال ﷺ (1)

کیا اللہ تعالیٰ کا پیارا اپنے بندوں سے اس پیار سے زیادہ نہیں جو ماں کو اپنے بچے سے ہوتا ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یہ بات بالکل درست ہے۔ اسلام نے دوسروں پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے

”ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء او

کما قال ﷺ (2)

تم زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا اسی عنوان پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ملتا ہے

”لا یرحم من لا یرحم“ (3)

جو خود کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے بہت سے اسماء حسنیٰ اسی جلوہ رحمت کا منظر پیش کرتے ہیں، مصائب و مشکلات کو وہ دور فرماتا ہے تو یہی جلوہ رحمت دکھائی دیتا ہے، لوگوں کے گناہوں کا معاف کرنا بھی جلوہ رحمت ہے، حق کے متلاشی کو منزل مقصود پر پہنچانا بھی رحمت ہے کسی کی غربت کو دور کر کے اُسے بے نیاز بنا دینا بھی رحمت ہے، کسی کو انعامات سے نوازنا بھی رحمت ہے، روح اور جسم کیلئے الگ الگ غذاؤں کا دینا بھی رحمت ہے، مجرموں کی توبہ قبول کر کے معاف کر دینا بھی رحمت ہے، وہ لوگوں کا محافظ ہے رقیب ہے، یہ بھی رحمت ہے۔ لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرنا بھی رحمت ہے، اپنی مخلوق سے پیار کرنا بھی رحمت ہے، وہ کریم ہے دیتا ہے، معاوضہ کی اسے ضرورت نہیں یہ بھی رحمت ہے، وُدّ عربوں میں محبت کی اعلیٰ قسم بھی جاتی ہے اور وہ دودو ہے۔

(1) المؤلف سلیمان بن احمد بن یوب بن میر الخیمی الشّامی ابوالقاسم الطبرانی المتوفی 307ھجری

الکتاب المعجم الاوسط، من اسمہ اسحاق، الرقم 3129، ص 87/7

(2) الطبرانی، المعجم الاوسط، الرقم 1067، ص 344/19

الطبرانی، المعجم الكبير، قطعة من المفقود، الرقم 1460، ص 108/20

(3) الطبرانی، المعجم الاوسط، من الایرحم الایرحم، الرقم 1064، ص 204/3

ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن حلال الطبرانی المتوفی 307،

الکتاب مسند ابی یعلیٰ، من الایرحم الایرحم، الرقم 5759، ص 147/12

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی تمام صفات مقدسہ قرآن مقدس نے نہایت ہی واضح اور حسین انداز میں بیان فرمائیں، مگر صفت محبت کا ذکر اکثر و بیشتر ملتا ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ میں ارشاد ملتا ہے ”اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (1)

سورہ توبہ میں یہ ارشاد ملتا ہے ”اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے“ (2)

سورہ آل عمران میں اس طرح ہے

”والله يحب الصابرين“ (3)

اللہ تعالیٰ صابروں سے پیار کرتا ہے سورہ توبہ میں اس طرح ہے

”ان الله يحب المتقين“ (4)

اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے ان صفات کا ذکر ہے اگر بندہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کر لے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے۔ کچھ ایسی قبیح عادات بھی ہیں اگر وہ بندے میں آجائیں تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت نہیں فرماتا۔ جیسے متعدد ارشادات خداوندی میں ہے۔

”اللہ تعالیٰ ظالم سے محبت نہیں کرتا“ (5)

”فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا“ (6)

”اکڑ باز کو پسند نہیں فرماتا“ (7)

”فسادی کو پسند نہیں فرماتا“ (8)

(1) التوبہ 9: 108

(2) آل عمران 3: 146

(3) التوبہ 9: 4

(4) الشوریٰ 42: 40

(5) الانعام 6: 141

(6) النحل 16: 23

(7) المائدہ 5: 64

(8) الانفال 8: 58

”خیانت کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا“ (1)

”حدود الہیہ کو توڑنے والے کو پسند نہیں فرماتا (2)

متعدد احادیث طیبہ سے اسلام کے دین رحمت و محبت ہونے کے واضح ارشادات ملتے ہیں
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے

لا تدخلو الجنة حتی تؤمنوا۔ (3)

جب تک ایمان نہیں جنت نہیں

ولا تؤمنوا حتی تحابو او كما قال ﷺ۔ (3)

جب تک آپس میں محبت نہیں ہوگی ایمان نہیں ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے
اس حدیث شریف کو امام بخاری نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ ایمانداروں کی مثال ایک جسم
کی سی ہے جو کئی اعضاء کا مجموعہ ہے پھر اگر ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔
درد آنکھ کو ہے مگر تمام جسم پریشان ہے درد دانت کو ہے تکلیف سارے جسم کو ہے یہ ارشاد گرامی دین
اسلام کے رحمت و محبت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ پیار و محبت کا یہی عنوان ابوداؤد شریف کی ایک
دوسری روایت سے اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی تو نہیں شہید بھی
نہیں مگر ان کا مقام بارگاہ قدس میں بلند ہے ان کی اس عظمت کے پیش نظر نبی اور شہید بھی انہیں پیار کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فرمائیں وہ کون سا گروہ ہے تو فرمایا یہ وہ
لوگ ہیں جن کی محبتیں، پیار، انس صرف اللہ رب العزت کے لئے ہے دنیا کی کوئی شے باعث نہیں ان
کے چہرے روشن ہوں گے جب لوگ غم و پریشانی میں ہوں گے یہ بے خوف ہوں گے۔

یہی عنوان دوسری حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے اس حدیث شریف کو امام مسلم نے
ابو ہریرہ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل مجدہ فرمائے گا

(1) الانفال 58:8

(2) البقرہ 190:2

(3) لمولف ابودود سليمان بن العثعث بن اسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الانصبي المسجستاني المتوفى 275

الكتاب السنن ابى داود، فى افشاء الاسلام، الرقم 4519، ص 409/13

الترمذى، السنن، الرقم 2434، ص 50/9

این المتحابون لجلالی۔

جن کی محبت میرے لئے تھی وہ کہاں ہیں

اليوم اظلمهم في ظلي۔

میں انہیں آج اپنے سائے میں جگہ دوں گا

يوم لا ظل الا ظلي۔ (1)

جب میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں یہی مضمون محبت کو اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے اس حدیث شریف کو مالک نے ابی ادریس خولانی سے انہوں نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان لوگوں کیلئے لازم ہوگئی ہے جن کی محبت میرے لئے ہے اور مل جل کی رہنا میرے لئے ہے اور ان کا خرچ کرنا میرے لئے ہے اسلام نے پیار و محبت کے جذبہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ دنیا بھر کے انسان اس انداز پیار کا جواب دینے سے قاصر ہیں مسلم شریف میں یہی انداز محبت اس طرح بیان ہے

من ستر مسلماً ستره الله في الدنيا والاخرة۔ (2)

جس کسی نے مسلمان کی پردہ پوشی کی کہ اسکے گناہ غلطی کو چھپایا اللہ تعالیٰ اسکے عیبوں پر قیامت کو پردہ ڈالے گا۔

والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخيه۔ (3)

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

اسلام دین علم ہے

اسلام ہی وہ دین ہے جس نے انسانوں کو علم سکھایا، پڑھایا اور اس پاکیزہ راہ پر چلایا۔ اسلام کی علمی شمع اس وقت بھی روشن تھی جب پوری دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، علم

(1) المسلم، الصحيح، في فضل الحب في السنة، الرقم 4655، ص 433/12

(2) المسلم، الصحيح، في فضل الاجتماع، الرقم 4867، ص 212/13

(3) المسلم، الصحيح، في فضل الاجتماع، الرقم 4867، ص 212/13

پھیلانے کیلئے ہزاروں درسگاہیں تھیں، درسگاہوں میں اس کثرت سے طلبہ ہوتے تھے کہ کسی بھی درسگاہ کو دیکھ کر کسی بڑے شہر آباد ہونے کا تصور ہوتا تھا، مختلف علوم پر تحقیقات ہوتی تھیں۔

محمود غزنوی کی شاہی ہیبت کو کون نہیں جانتا، اس کے دربار میں چار سو سے زائد علماء محققین ہمہ وقت مصروف تحقیق رہتے تھے۔ بغداد کی مشہور درسگاہ مدرسہ نظامیہ میں بیک وقت طلبہ کی تعداد سات ہزار سے زائد ہوتی تھی جس سے مسلمانوں کے علمی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس ادارہ کے ایک ہال میں پانچ سے دس ہزار تک انسانوں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ یہاں پر صرف قرآن وحدیث فقہ وتفسیر ہی نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ فلسفہ، ریاضی، ہیئت اور دوسرے بے شمار علوم بھی مختلف زبانوں میں پڑھائے سکھائے جاتے تھے۔ قرطبہ، غرناطہ کے کتب خانوں میں چار چار لاکھ کتب کا ذخیرہ موجود رہتا تھا۔ قرطبہ کی ایک درسگاہ میں چھ لاکھ سے زائد کتب کا ذخیرہ تھا یہ اسلام کی برکت ہی تھی کہ مسلمانوں نے حیران کن آلات تیار کر کے علمی میدان میں دنیا کو شکست دے دی، قرطبہ کے ایک مسلمان سائنسدان ابن فرناس نے عینک، مصر کے ایک مسلمان بادشاہ محمد الکامل نے جرمن کے ایک بادشاہ کو ایک کلاک بطور تحفہ دیا جس پر ایک چاند اور ایک سورج بنا ہوا تھا جو آسمانی چاند اور سورج کے مطابق حرکت کرتے تھے، ترکستان کے ایک شہر میں حکم نامی سائنسدان نے چاند بنایا تھا جو رات کو سورج میل پر روشنی کرتا تھا تاریخ شاہد ہے غیر مسلموں نے سپین کے دینی مدارس سے علم، فن، تہذیب، تمدن، اخلاق سب کچھ سیکھا اور پھر مسلمان اساتذہ کی شاگردی پر فخر کیا مسلمانوں نے کاشتکاری کے حسین ترین کارنامے یورپ والوں کو سکھائے اور زراعت میں اپنا علمی سکہ جمایا اور دنیا بھر کے غیر مسلموں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا غیر مسلم مسلمانوں میں دریا کے دھارے کی طرح بہتے علوم پر رشک کرتے اور کڑھتے تھے، ایک پادری دکھ سے کہتا ہے افسوس میرے ہم مذہب لوگ مسلمانوں کے علوم، کلام اور فلسفہ میں دلچسپی رکھتے ہیں اور عربی زبان کے علاوہ وہ کچھ نہ جانتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں، ولیم دوم عربی میں گفتگو کا ماہر تھا۔

فریڈرک نے اپنے دور میں سلطنت کے طول وعرض میں عربی کی تعلیم لازمی قرار دیدی تھی، برطانیہ کے فاتح ولیم کے ساتھ یہودی ایک بہت بڑی تعداد آئی تھی جو عربی کے ماہر تھے اور انہوں نے انگلینڈ میں عربی سکول کھولے۔ (1)

جرمن کے مشہور فلسفی البرتوس اور اٹلی کے مشہور پادری طامس کی ساری تالیفات مسلمان علماء، فارابی، سینا، اور الکندی کے گرد گھومتی دکھائی دیتی ہیں۔ فرانس کے بادشاہ لوئی نے اپنے دور میں پورے ملک کے کونے کونے میں ابن رشد کے فلسفہ کو فروغ دیا۔

مغربی ممالک ہمیشہ اسلام کے نظام حیات سے متاثر رہے ہیں وہ زندگی کا کوئی بھی میدان کیوں نہ ہو، وہ تجارت ہے یا تہذیب، علم ہے یا صحت، صنعت ہے یا زراعت۔ ول آئیوران لکھتا ہے اندلی مسلمانوں نے چاول، گنا، انار، کپاس، ریشم، کیلا، سنگترہ، لیموں اور کھجور کاشت کر کے قریطہ، غرناطہ کو دنیا کا باغیچہ بنا دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین حفاظت ہے

اسلام ہی وہ مقدس دین جو انسان کو اس کے ہر عضو کی حفاظت کا حکم دیتا ہے اور اس کے طیب و طاهر رہنے کے اصول بتاتا ہے مثلاً انسانی جسم کا ایک اہم حصہ زبان ہے جس کی حرکت سے ایمان و کفر کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، اسلام نے اس اہم حصہ کے متعلق بہت سی ہدایات وارشادات سے نوازا ہے، اس عظیم حصہ کو برباد کرنے والی بہت سی بیماریاں ہیں جو عام انسانوں میں پائی جاتی ہیں اور اس آدمی کو یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ بیمار ہے اور تباہ ہو رہا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ زبان تمام بیماریوں سے محفوظ رہے اس عظیم حصہ کی مرکزی بیماری کلمات کفریہ ہیں، جن کے استعمال سے بندہ دائرہ اسلام سے نکل کر کفر کی گھٹا ٹوپ وادیوں میں چلا جاتا ہے، پھر ان وادیوں سے نکلنا اس کے لئے پہاڑ سے دودھ کی نہر نکالنے کی طرح انتہائی مشکل ہو جاتا ہے اس اندھیرے کے ہوتے ہوئے اس پر کسی قسم کی روشنیاں اثر انداز نہیں ہوتیں یہ ایسے ہی سمجھا جائے جیسے رات میں ہزاروں بلب جلانے سے رات جائے گی نہیں البتہ ایک تھوڑی سی عارضی روشنی ضرور ہوگی رات اپنی جگہ پر قائم ہے، ستارے بھی لاکھوں ہوتے ہیں مگر رات جاتی نہیں، چاند بھی جگمگاتا ہے مگر رات قائم ہے، ہاں اس کے جانے کی صرف اور صرف یہی ایک صورت ہے کہ سورج نکل آئے، ایسے اس کفر کی سیاہ رات جانے کے لئے ضروری ہے کہ ایمان کا آفتاب نکلے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام کے آٹھ قومی تحفظات

کچھ لوگوں نے اسلامی سزاؤں پر ہرزہ سرائی کی ہے یہ بہتان ہے دراصل یہ سزائیں قومی تحفظات ہیں، اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کے اپنے اجتماعی نظام حیات میں کوئی ایسا کام ہو جس سے قوم کے اجتماعی نظام حیات کو نقصان پہنچے اسی بناء پر اس نے بُری حرکات کا سختی سے نوٹس لیا ہے اور اُن حرکات کی سزائیں مقرر کی ہیں کہ فتنہ مزید پھیلنے کی بجائے فوری ختم ہو جائے اور قوم اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکے مثلاً

ارتداد

کسی شخص کا اسلام سے باغی ہو کر کفر میں چلا جانا ارتداد ہے اور یہ بندہ مرتد کہلاتا ہے اگر اس فتنے کا نوٹس نہ لیا جائے تو یہ فتنہ پوری قوم میں سراپت کرتا جائے گا جس سے قوم کی اجتماعیت بٹ جائے گی اور ملک میں دھڑے بندی، فتن و فسادات کی آگ بھڑک اُٹھے گی، تو اسلام نے اس خطرہ کا انسداد اس طرح کیا ہے کہ اسلام سے پھر جانے والے کی سزا قتل مقرر کر دی ہے حضور انے اس خطرناک مہلک فتنہ کا انسداد اس طرح فرما کر قومی تحفظ فرمایا، ارشاد فرمایا

من بدل دینہ فاقتلوه (1)

جس نے اپنا دین بدل لیا (مرتد ہو گیا) اس کو قتل کر دو، قرآن مقدس نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا

ومن یرتد منکم عن دینہ فیمت وهو کافر فاولئک

حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب

النار (2)

تم میں سے جو بھی دین اسلام سے پھر جائے اور اس کی موت کفر کی حالت میں ہو تو ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی لوگ جہنمی ہیں، اسلام کا یہ حکم قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) المؤلف محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری الجعفی ،

الکتاب ، الجامع الصحیح ، لا یعذب بعذاب اللہ ، الرقم 2794 ، ص 211/10

ابوداؤد ، السنن ، فی من ارتد ، الرقم 3787 ، ص 428/11

(2) البقرہ 2: 217

بغاوت

یہ بھی ایک خطرناک فتنہ ہے، جس سے نظام حکومت کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور قومی تحفظ پر ضرب کاری لگتی ہے اگر بغاوت کو ملک میں جائز قرار دیدیا جائے، تو واضح ہے کہ ملک میں بد امنی، اضطراب اور پریشانی کی لہر دوڑ جائے گی جس کی اجازت اسلام نہیں دیتا اس لئے اسلامی حکومت سے بغاوت کرنے والے کی سزا بھی قتل مقرر کر دی ہے قرآن مقدس نے بغاوت کی سزا کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے

فَأَن بَغْتِ أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ قَتَلُوا التَّيِّبِغِي

حتی تقی الی امر اللہ (1)

اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے اور (لڑائی بند نہ کرے) اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی اس سلسلہ میں واضح ملتا ہے،

مَن اعطیٰ اَمَامَ صِفْقَةً يَدُهُ فَلْيَطْعُهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاَن

جَاءَ آخِرِيْنَ اَزَعَهُ فَاَضْرِبُوا عُنُقَ الْآخِرِ اَوْ كَمَا قَال

ﷺ (2)

جس نے اپنا ہاتھ امام وقت کے ہاتھ میں دے دیا اور دل سے اس کی امامت تسلیم کر لی تو اسے چاہئے جہاں تک ہو سکے امام کی اطاعت کرے اگر کوئی دوسرا شخص امام کے مد مقابل ہو جائے تو اس کی گردن مار دو، اسلام امن قائم رکھنے کیلئے ہر اس فتنے کو دبا تا ہے جس سے ملک و قوم میں بد امنی پھیلنے کا خطرہ ہو، اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الحجرات 9:49

(2) المسلم، الجامع الصحیح، فی وجوب الوفاء، الرقم 3431، ص 380/9

ابی داود، السنن، ذکر الفتن، دلالتہا، الرقم 3707، ص 319/11

زنا

یہ بھی ایک شدید قبیح اور برا کام ہے جس پر کنٹرول کرنا، قیام امن کیلئے شدید ضروری ہے، قرآن مقدس نے اسی برے فعل کا ذکر اس طرح فرمایا

انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا (1)

وہ کھلی بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔ اس سے بچنے کا حکم اس طرح ملتا ہے

لا تقربوا الزنا (1)

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، ایسی حرکات، ایسے اشارے جس سے زنا کیلئے راہیں ہموار ہوں ان سے بھی بچو، اگرچہ تورات، انجیل زبور میں بھی زنا کی مذمت ملتی ہے مگر جس حسین انداز میں اسلام نے اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے اس کا جواب نہیں۔ تورات و انجیل کے پڑھنے والے مغربی ممالک میں مردوں، عورتوں، طلبہ، طالبات کا بلا روک ٹوک کاموں میں شریک ہونا، بے تکلف گفتگو کرنا، ہنسی مذاق کی پرواہ نہ کرنا، یہ سب کچھ پایا جاتا ہے اور یہ ساری باتیں زنا کیلئے راہیں ہموار کرتی ہیں، قربان جائیں اسلامی تعلیمات پر کہ اسلام نے

لا تقربوا الزنا (1)

کا حکم دے کر ان ساری غیر شرعی حرکات سے بھی روک دیا ہے، اگر زنا جیسی قبیح حرکت پر کنٹرول نہ کیا جائے تو خاندانی نظام کو شدید دھچکہ لگتا ہے جو چاہے کسی کی بیوی کو اپنی بیوی بنا لے، حسب و نسب کا معاملہ خراب ہو جائے گا بے حیائی کو فروغ ہوگا، جرائم بڑھیں گے۔ اسلام نے اس قبیح حرکت کی سزا مقرر کر دی ہے کہ ملک امن کا گہوارہ بنا رہے، اگر زانی کنوارہ ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اور ملک بدر کر دیا جائے گا اگر زانی شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اسلام کا یہ حکم بھی قوی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چوری

اس بُرے کام سے بھی ملک میں بد امنی پھیلتی ہے اس لئے اسلام نے اس فتنہ حرکت کا بھی سختی سے نوٹس لیا ہے اگر چوری کے عمل کو سختی سے نہ پکلا جائے تو ہر شخص دوسرے کے ہر کام میں شریک بن جائے گا اور مالک بن بیٹھے گا جو سراسر زیادتی ہے چوری پر چشم پوشی کی صورت میں ہر طاقت ور ہر کمزور پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کرے گا اور کمزور محض بیچارے ہو کر رہ جائیں گے اور ملک میں کسی کی ملکیت کا تحفظ نہ ہو سکے گا اور کسی کی زیادتی سے جائیداد کے بچاؤ کا کوئی پہلو نہ رہے گا جب یہ نظام ہی درست نہ رہے گا تو ملکی امن کس طرح قائم رہ سکے گا، اسی بناء پر اسلام نے چوری کے سد باب کیلئے اس کی شدید سزا مقرر کر دی ہے جس کے لاگو کرنے سے خاصی حد تک ملک میں امن قائم ہو جاتا ہے۔

قرآن مقدس نے اس بری حرکت کی سزا کا ذکر اس طرح فرمایا،

السَّامِقُ وَالسَّامِرَةُ فَاقْطَعُوا اِيديَهُمَا جُزَاءً بِمَا كَسَبَا

نکالاً من اللہ (1)

جو مرد و عورت چوری کرے ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کردار کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے، اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

قتل و زخم

یہ دونوں جرم ایسے ہیں جس سے افراد کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور جماعت و حکومت کے دونوں نظاموں کو بھی۔ نظام حکومت میں خرابی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ حکومت کا مقصد ملک میں امن قائم رکھنا ہے اور قتل سے امن نہیں بلکہ بد امنی ہے، جماعتی نظام کا مقصد یہ ہے کہ افراد کی جانی، مالی حفاظت کی جائے، قتل اور زخمی کرنے میں یہ دونوں باتیں نہیں، اگر قتل کرنے اور کسی کو زخمی کرنے کا نوٹس نہ لیا جائے تو غریب ہمیشہ مار کھاتا رہے گا، زخموں کو چاٹتا رہے گا طاقتور لوگ اکڑ جائیں گے لوگ کاموں میں مصروف رہنے کی بجائے اپنی جانوں کو بچانے کی فکر میں رہیں گے اور ملک کا کاروباری

نظام معطل رہے گا اسی لئے شریعت مطہرہ نے جماعت کی حفاظت کیلئے قتل عمدہ میں قصاص اور قتل خطاء میں دیت مقرر کی ہے تاکہ افراد کی حفاظت ہو جائے اور جماعت کے اندر کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ ہو اور ملک میں اطمینان و سکون کا دور چلتا رہے، قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ (1)

اے ایمان والو! تم پر (مقتولین کے بارے میں) قصاص فرض کر دیا گیا ہے، دوسری جگہ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے

من قتل له قتلاً فأهله بين خيرتين ان احبوا فالقود

، وان احبوا فالقتل او كما قال ﷺ (2)

جس کا کوئی ذاتی قتل کیا جائے تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو بدلہ لے لیں اور چاہیں تو خون بہا (دیت) لے لیں اگر کسی نے کسی کو بے خبری، بلا ارادہ قتل کر دیا تو قرآن مقدس نے اس کا کفارہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

من قتل مومناً خطأ فتحرير رقبته مومنه ودية

مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا (3)

جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا بھی ہے جو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے مگر یہ کہ وہ وارث اس خون بہا کو معاف کر دیں، پوری تفصیل اسی مقام پر قرآن مقدس نے بیان کر دی ہے، اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تہمت

ملک کو بد امنی کا شکار بنانے کیلئے ایک قبیح حرکت تہمت بھی ہے جو خاندانوں کو بھی برباد کرتی

(1) البقرة 178:2

(2) البيهقي، معرقۃ السنن، ولد الدم، ص 13/184

(3) النساء 92:4

ہے اور حکومتی نظام امن کو بھی اس لئے اسلام نے اس فتنہ حرکت کرنے والے افراد کو سزا سنائی ہے کہ وہ اس سے بچیں، اسلام نے تہمت کی دوسرا میں مقرر کی ہیں ایک یہ کہ تہمت کا ارتکاب کرنے والے بندے کی شہادت قبول نہ کی جائے گا دوسری یہ کہ اسے ۸۰ درجے لگائے جائیں گے قرآن مقدس نے سورہ نور شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا

والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة
شهداء فأجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم
شهادة ابدا اولئك هم الفاسقون (1)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر اپنی بات کی تصدیق کیلئے چار گواہ پیش نہیں کرتے تو تم انہیں ان کے اس برے کام پر سختی سے مارو اور انہیں ہمیشہ کیلئے مردود الشہادۃ بنا دو، ان کی گواہی کبھی نہ مانے جائے گی یہ لوگ فاسق ہیں، اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

شراب نوشی

ریاست کے امن کو برباد کرنے والے کاموں میں ایک کام شراب نوشی بھی ہے جس سے عقل و شعور مفلوج ہو جاتے ہیں، بے حیائی اور بدتمیزی کو فروغ ملتا ہے، جب عقل و شعور ہی نہ رہے تو اب جو چاہے جیسا چاہے کرے اس بندے کا یہ انداز ملک میں بد امنی پیدا کرنا، قتل و غارت کو فروغ دینا ہے، اس کی یہ فتنہ حرکت اس کی صحت کو تباہ و برباد کر دے گی نسل بھی تباہ ہوگی حکومتی نظام بھی متاثر ہوگا لوگوں کیلئے ان کے مال، جان کی حفاظت کا مسئلہ بھی پیدا ہو جائے گا، بریں بناء اسلام نے شراب نوشی کو حرام قرار دے دیا اور اس کی سزا بھی مقرر کر دی تا کہ ملک امن و عافیت کا گہوارہ بنا رہے اور ایک دوسرے کے حقوق سلب نہ ہوں اس لئے کہ شرابی اپنی بد مستی میں کسی کے حق کا خیال نہیں کرتا اس کے اس انداز سے نظام کی تباہی اور قوم کا نقصان ہے اسلام نے قیام امن، قومی تحفظ اور اس بندے کی خیر خواہی، آخرت کی بہتری کیلئے اس کی سزا مقرر کی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

من شرب الخمر فأجلدوه فان عاد فأجلدوه (1)

جو شخص شراب پئے اسے درّے لگاؤ اگر پھر پئے تو پھر سزا دو، اسی درّے کی تعیین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام کے اجماع سے ہوئی، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ شراب نوش کو ۸۰ درّے لگائے جائیں اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

اللہ اور رسول اللہ سے جنگ

اگر اس امر پر کنٹرول نہ کیا جائے کہ جو چاہے جیسے چاہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو روندنا پھرے تو اس کی ایسی مجرمانہ حرکات سے ریاست میں سخت بد امنی ہوگی، ایمانداروں کے جذبات کو ٹھیس لگے گی، بدکرداروں کے حوصلے بلند ہوں گے، یہ عمل لوگوں کے دلوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کم کرنے کا پیش خیمہ بنے گا، اسلامی ریاست کے اندر لوگوں کے دودھڑے بن جائیں گے جن کی آپس میں دشمنی کے باعث اسلامی ریاست مشکلات و مصائب کا شکار ہو جائے گی، اسلام نے اس فتنہ حرکت کے سدّ باب کیلئے چار سزائیں مقرر کی ہیں،

۱۔ صرف قتل

۲۔ قتل اور سلب

۳۔ ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا

۴۔ شہر بدر کرنا

اس ضمن میں قرآن مقدس کا اعلان کھلی دلیل ہے

، انہما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ و یسعون

فی الامرض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع یدیہم

واہرجلہم من خلاف او یتفوا من الامرض (2)

یہی سزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی

(1) ابوداؤد، السنن، اذا تناع فی شرب الخمر، الرقم 3888، ص 65/12

(2) المائدہ 33:5

کوشش کرتے ہیں، (ان کی سزا یہ ہے) کہ ان کو قتل کیا جائے، یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا وطن سے دور کر دیا جائے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنا، زمین میں فساد پھیلانا، یہ دو لفظ ایسے جامع ہیں جس میں کفار کے حملے ان کی اسلام کے خلاف سازشیں، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل، تہمت، مجرمانہ سازشیں غلط پروپیگنڈا ایسے سب جرائم شامل ہیں۔ ان میں ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے کسی نہ کسی کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔ اسلام کا یہ حکم بھی قومی تحفظ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

اسلام اور امن و سلامتی

یہی مقدس دین ہے جس کا نام لینے سے فوراً ذہن امن و سلامتی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اسلام کا ایک معنی

ادخلوا فی السلم (1)

بھی ہے۔ جیسے کہ امام راغب اصفہانی نے نقل فرمایا ہے۔ یعنی امن و سلامتی اور صلح آشتی میں داخل ہو جانا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں ایک نام السلام بھی ہے۔ امن و امان بخشنے والا تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچانے والا سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ کا پہلا خطبہ سنا جس میں آپ نے فرمایا

افشوا السلام بینکم (2)

آپس میں امن و سلامتی کا پیغام عام کرو چنانچہ اسلامی ادب میں سلامتی کی دعا اسقدر عام ہے کہ کوئی جانتا ہو یا نہ اسے بھی اسلام علیکم کہا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

تقراء السلام علی من عرفتم ومن لم تعرف (3)

(1) البقرة: 208

(2) ابن مہدی، المسند، ص 372/1

اصبہانی، اخبار اصبہانی، من اسبہ محمد، الرقم 1632، ص 403/8

(3) البخاری، الجامع الصحیح، باب اطعام الطعام من الاسلام، الرقم 11، ص 19/11

پہچان والے اور ناواقف سبھی کو سلام کہو تفسیر المنار میں علامہ رشید مصری لکھتے ہیں خیر مقدمی کیلئے مسلمانوں کا سلام اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ ان کا دین امن و سلامتی کا دین ہے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ عربوں کا دور جاہلیت کس قدر بدامنی کا دور تھا کس قدر جنگوں کا دور تھا اسلام کی آمد سے قبل عربوں کی باہمی عداوتیں تاریخ انسانی کا ایک سیاہ دور تھا اوس اور خزرج کی جنگوں کو کون نہیں جانتا بات پر جھگڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ ان بھائیوں میں جنگ پھیلتے پھیلتے نسلوں تک پھیل گئی۔ یہاں تک کہ دونوں قبیلوں کی دشمنی صرف سمیہ کے معاملہ میں ایک سو سال تک چلی گئی ان کے درمیان چھوٹی بڑی جنگوں کی تعداد ایک ہزار سات سو تک جا پہنچتی ہے۔ (1)

حضور سید عالم ﷺ کی ذات بابرکات نے ان جنگوں کو ختم کرنے کیلئے عملی قدم اٹھایا معاہدہ حلف الفضول میں حضور ﷺ کا شریک ہونا قیام امن کیلئے ایک زبردست عملی اقدام تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان نے اہل مکہ کو اپنے گھر بلایا اور یہ فیصلہ کرایا کہ کسی غریب پر ظلم نہیں ہونے دیا جائے گا اور ظالم سے مظلوم کا حق ضرور دلا یا جائے گا۔ سہیلی نے الرض الانف میں تفصیل لکھی ہے کہ یہ حلف ہوا تھا ہم سب مل کر مٹھی بن جائیں گے اور یہ ہاتھ ظالم کے خلاف اٹھا رہے گا۔ جب تک ظالم مظلوم کا حق ادا کر دے۔ حضور سید عالم ﷺ نے امن و سلامتی کیلئے عملی اقدامات فرمائے مظلوموں کی مدد کی اپنے اثر و رسوخ سے لوگوں کو امن پہنچایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

مدینہ منورہ میں قیام امن

مدینہ منورہ پہنچ کر حضور نے سب سے پہلے جس کام پر توجہ دی وہ امن و سلامتی کا مسئلہ ہی ہے۔ مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات بھائی چارہ پیدا کرنا قیام امن کیلئے ہی تھا اور یہ نظام امن اس قدر کامیاب ہوا کہ انصار نے اپنی جانیں بھی پیش کر دیں اسی قیام امن کے سلسلہ میں دوسرا کام میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے یہ یہود سے معاہدہ تھا کہ شہر میں امن و سکون کی فضا برقرار رہے۔ اس عظیم معاہدہ کی ایک ایک شق قیام امن و سلامتی پر دلالت کرتی ہے۔

- 1- مدینہ منورہ کے اندر کشت و خون کو حرام سمجھا جائے گا۔
 - 2- مظلوم کی ہر حال میں مدد کی جائے گی (یعنی ظالم کی مخالفت کی جائے گی)
 - 3- تمام جھگڑوں کا آخری فیصلہ خود حضور ﷺ فرمایا کریں گے۔
 - 4- یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں ہوگی۔
 - 5- مدینہ منورہ پر کوئی حملہ ہوا تو دونوں فریق (مسلمان، یہودی) اکٹھے مدافعت کریں گے۔
 - 6- خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے رائج ہے وہی قائم رہے گا۔
- اس میثاق کی بہت سی اہم شقیں ہیں جس کی تفصیل کتب سیرت میں ملتی ہے۔ (1)
- وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

صلح حدیبیہ اور امن

حضور ﷺ کی قیادت میں ۱۲ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جانا اور وہاں پر قریش مکہ کا مزاحم ہونا اور پھر انتہائی تکلیف دہ شرائط پر صلح کرنے کیلئے مجبور کرنا کس قدر دکھ دہ مسئلہ تھا مگر حضور ﷺ نے قیام امن کی خاطر یہ سب کچھ قبول فرمایا حالانکہ کفار کی طرف سے شرائط پر بعض صحابہ کرام نے ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا مگر محبوب علیہ السلام نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین فرما کر۔ اس انتہائی مشکل مرحلہ کو طے فرمایا یہ سارا معاملہ بتاتا ہے حضور ﷺ کے پیش نظر جنگ نہیں امن ہے، جھگڑا نہیں اتفاق ہے تاریخ اسلام کا یہ عظیم واقعہ بتاتا ہے اسلام کس قدر اپنے دامن میں امن و سلامتی لئے ہوئے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

فتح مکہ اور سلامتی

تاریخ اسلام کا یہ عظیم واقعہ کس قدر سلامتی امن اور محبت کا درس دیتا ہے مراظہر ان کے مقام پر جب ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت عباس نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور ابوسفیان اپنی قوم کا لیڈر ہے اسے کوئی اعزاز بخشیں تو حضور ﷺ نے فرمایا

من دخل دارا بی سفیان فہو امن

جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا اسے امان ہے عرض کی گئی حضور یہ گھر تو چھوٹا سا ہے امن مختصر ہوگا تو فرمایا

من القی السلام فہو امن

جس نے ہتھیار ڈال دیئے اسلامی لشکر اسے بھی کچھ نہیں کہے گا اس امن و سلامتی کیلئے مزید ارشاد فرمایا

من اغلق الباب فہو امن (1)

جس نے دروازہ بھی بند کر لیا اسے امان ہے چنانچہ اہل مکہ نے اس پیغام امن و سلامتی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ابوداؤد شریف میں ہے

فتفرق الناس الی دارہم والی المسجد (2)

لوگ پناہ لینے کیلئے مسجد حرام یا اپنے گھروں میں چلے گئے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ دس ہزار پر مشتمل لشکر اسلام کس قدر امن پیار اور سلامتی کی فضا میں مکہ مکرمہ داخل ہوا ہے ورنہ بادشاہوں کا انداز فتح لوگوں سے مخفی نہیں قرآن مقدس فرماتا ہے۔

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها (3)

جب لوگ (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو فساد برپا کرتے ہیں۔ عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں مگر محبوب کا انداز داخلہ لا جواب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) ابن ہشام، السیرۃ، ص 46/4

(2) ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج، ص 71/3

(3) النحل 34; 27

انگریز مورخ شروڈار

مسٹر لارڈ ولیم ڈاؤڈانے فتح مکہ کے عنوان پر تبصرہ کرتے لکھا ہے ”محمد اپنے دائرہ حکومت میں پورے اختیارات رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی دشمنوں کے مقابلے میں آپ نے ہمیشہ نرمی اور انصاف سے کام لیا ہے آپ کے ابنائے وطن نے جس طرح آپ کے حقوق کے خلاف سرکشی کی وہ ایک ظالم حکمران کیلئے کافی وجہ ہو سکتی تھی کہ وہ ان سب کو تباہ کر دیتا لیکن انہوں نے سوائے چند مجرموں کے سب کو معافی دیدی اور تمام واقعات استہزاء اور اہانت پر خاک ڈال دی آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں کے حق میں ظاہر کیا اخلاق انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

بربریت اور درگزر

حضور سید عالم ﷺ کا فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں سے حسن سلوک اُن کے جرائم پر چشم پوشی

اذہبوا انتم الطلقاء (1)

جاؤ تم آزاد ہو کا اعلان اپنے بدترین دشمنوں سے درگزر کی مثال کائنات بھر کے حکمرانوں اور سلاطین سے نہیں مل سکتی۔ چند ایک اشارے ذہن میں رہ جائیں تو موازنہ آسان ہو جائے گا۔

قبار کے زمانہ ۵۰ء تا ۵۳ء میں جب حکومت ایران کے اشارہ سے حیرہ کے بادشاہ منذر نے شام پر چڑھائی کی تو اُس نے انطاکیہ میں چار سوراہات کو پکڑ کر غزنی بت پر بھینٹ چڑھا دیا۔

خسرو پرویز نے جب قیصر مارلیس کا بدلہ لینے کے بہانے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اپنی حدود ملکیت میں عیسائیوں کے گرجوں کو مسمار کر دیا تھا۔ صلیب پرستوں کو آتش پرستی پر مجبور کر دیا تھا

بازنطینی امپائری اے فورڈ نے لکھا ہے ۶۱۵ء میں جب اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تو

(1) الصالحی، سبیل الہدی والرشاد، ص 230/5

المولف محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیہ، المتوفی 751ھ ہجری
الکتاب، عزاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ص 108/3

وہاں کے بطریق اعظم ذکریا کو گرفتار کیا۔ سینٹ مالٹا کے عظیم گرجاؤں کو آگ لگا دی تین سال کی مذہبی یادگاریں نذر آتش کر دیں، قیمتی سامان لوٹ لیا اور نوے ہزار عیسائیوں کو قتل اور قید کیا۔

پھر اس کے جواب میں جب ہرقل نے شمالی ایران پر حملہ کیا تو مجوسیوں کے آتشکدوں کو برباد کیا۔ زرتشت کے وطن ارسیا کو پیوند خاک کیا اور مجوسی مذہب کی توہین و تذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی، پھر ۷۵ء میں جب ٹیٹوس رومی نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو سینکڑوں خواتین کی عزت برباد کی گئی۔ ہزاروں آدمی گرفتار کر کے مزدور بنائے۔ ہزاروں کو گرفتار کر کے جلاوطن کیا گیا دوران جنگ ۲۷ ہزار افراد گرفتار کئے گئے، جن میں سے ۱۱ ہزار افراد بھوک کی وجہ سے مر گئے، اس میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تینتیس ہزار سات سو انچاس بتائی جاتی ہے

یہ ہے مہذب قوموں کی داستان۔ ان سطور سے پہلے آپ نے سید عالم ﷺ کی فتوحات کو پڑھا، کوئی بھی آدمی عدل و انصاف سے اس وحشت و بربریت اور اس غفودرگزر کو دیکھے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ حق و صداقت امن و عافیت کا پہلا سلام کے سائے میں ہی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں دنیا پر چھا گئی۔ اور حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں زیادہ سے زیادہ ۵۹ افراد جنگوں میں کام آئے اور یہ نظام اسلام قریباً ۱۲ لاکھ مربع میل پر چھا گیا اور کثیر تعداد میں اولاد آدم اسلامی نظام حیات کے سائے میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اسلام اپنے حق و صداقت کے بل بوتے پر دنیا پر پھیل رہا ہے اور اس سے پہلی مذہبی تحریکیں دم توڑ رہی ہیں یہ نظام اسلام سب سے پیچھے آ کر سب سے آگے دکھائی دے رہا ہے امریکہ کے صدر بش نے خود اعتراف کیا ہے، اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور رزق حلال

اسلامی اصولوں پر پابندی کرنے کے سلسلہ میں عموماً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے فرائض کو تو پابندی سے ادا کر لیا جاتا ہے۔ مگر رزق حلال کے عنوان سے پرواہ نہیں کی جاتی۔ جو تمام عبادات کو عروج پر لیجانے اور رنگ چڑھانے میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مقدس نے اس ضمن میں انبیاء علیہم

السلام کو بھی اس طرح خطاب فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الرِّسْلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (1)

اے گروہ انبیاء پاک چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو۔ اس ارشاد گرامی سے رزق حلال کی اہمیت کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس قدر ضروری ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو خطاب اس لئے ہے کہ وہ دوسروں کیلئے نمونہ ثابت ہوں اس کے بعد پھر یہی حکم ایمانداروں کو ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (2)

اے ایمان والو پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حلال روزی کمانا فرض کے بعد ایک فرض ہے بندے پر لازم ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے رزق حلال کا اہتمام کرے۔ رزق حلال کی تلاش میں بہت محنت و ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر یہ رزق حلال ایک جگہ حاصل نہیں تو چاہیے ایسی جگہ، موقع، عمل تلاش کرے کہ رزق حلال میسر آ سکے۔ طبرانی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی سنتی نے شعب الایمان حضور ﷺ کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے۔ مسلمانو! روئے زمین کے پوشیدہ مقامات میں روزی تلاش کرو۔ اس ارشاد گرامی کی روشنی میں آغاز اسلام میں مسلمانوں نے اپنی تجارت کو اس قدر وسعت دی کہ تقریباً پوری دنیا کو اپنی تجارتی منڈی بنالیا۔ انڈونیشیا، فلپائن وغیرہ ممالک میں تو اشاعت اسلام کا فریضہ تاجروں کے ذریعہ سے ہی پھیلا۔

آج اس دور میں دیکھا جائے تو بھی یہ عمل دکھائی دیتا ہے۔ کتنے پاکستانی لوگ ہیں جو بیرون ممالک پہنچ کر اپنے تجارتی کاروبار کو فروغ دے رہے ہیں۔ اپنے لئے اور پھر اس طرح سے ملک کیلئے بھی بہتری کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کے معاشی ضروریات پوری کرنے کیلئے کسب معاش فرض ہے۔ زیادہ کی جائے تو مستحب ہے البتہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ زائد رقم حاجتمندوں میں صرف ہوگی۔ رزق حاصل کرنے کا ذریعہ ناجائز و حرام ہو تو وہ رزق حرام ہے جس سے بچا جانا بڑا ہی ضروری ہے۔ رزق حرام سے پلا ہوا جسم جنت کی نعمت سے محروم رہے گا اور رزق حلال سے پلا ہوا جسم

(1) المومنون 51:53

(2) البقرہ 172:2

جنت کے انعامات سے نوازا جائیگا۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من اكل حلالاً لم يعين ايماً اجرى الله تعالى على

لسانه يابيع الحكمته او كما قال ﷺ۔ (1)

جس شخص نے (تجربہ کے طور پر ہی سہی) چالیس دن تک حلال کھایا اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر حکمت و دانائی کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ نے بھی اپنے عمل خاص سے کمانے کی مختلف صورتوں کو شرف بخشا ہے۔ ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام نے معماری کو نوازا، نوح علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کے کام کو شرف بخشا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے زرہ سازی فرمائی، الیسع علیہ السلام کھیتی باڑی فرماتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رنگ سازی فرماتے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ نے گلہ بانی کو عزت بخشی اور تجارت کو نوازا۔ معاش کا وہ طریقہ جس میں محنت سے کام لینا پڑے اسکی تائید میں ارشاد ملتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو چیز تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے آیہ کریمہ

كلوا من طيبات ما رزقكم (2)

کی تفسیر میں لکھا ہے سب سے بہتر کسب جہاد ہے۔ پھر تجارت اس کے بعد زراعت لوگوں نے معاش کی کئی صورتیں بنا رکھی ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ ناکہ لگا کر مسافروں کو لوٹنا بھی معاش بنا لیا گیا ہے اگر گرن پوائنٹ پر طاقت کے ذریعہ اس طرح کمانا ہے تو یہ طریقہ تو بھیڑ یا بھی اختیار کرتا ہے۔ شیر، چیتا بھی اسی راہ پر چل رہا ہے تو یہ صفت انسانی تو نہیں۔

دردنوں کی صفت ہے ایسا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ سوچیں کہیں انسانیت کو چھوڑ کر دردنوں کی صفت تو نہیں اپنا رہے اگر قوت اور سینہ زوری قتل و غارت سے کمانا ہے تو انسان و حیوان میں فرق کیا رہ گیا۔ معاش کی ایک صورت یہ بھی اپنائی جا رہی ہے۔ قتل و غارت اور مار پیٹ کر کمانے کی

(1) ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسي، المتوفى 505 هجرى

احياء علوم الدين، فضيلة الحلال ومذمة الحرام، ص 436/1

(2) البقرة 57:2

ہمت تو نہیں مگر رات کی تاریکی میں نقب لگا کر کسی کا مال چرا کر گزر اوقات کی جاتی ہے۔ تو یہ کام تو بلی کتا چوہا بھی کرتے ہیں جب دیکھتے ہیں مالک غافل ہے تو کام کر جاتے ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، اسے امتیاز چاہیے تاج خلافت اس کے سر پر رکھا گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ رزق حاصل کرنے کیلئے عقل و فکر فہم و ادراک سے کام لے، طاقت کا غلط استعمال نہ کرے سفلی جذبات کو انصاف کے تقاضوں پر غالب نہ آنے دے رزق کمانے کی ایک تیسری صورت یہ بھی اختیار کی جا رہی ہے کہ تندرست و توانا ہونے کے باوجود بھیک مانگ کر گزر اوقات کرتا ہے۔

کمائ کی یہ صورت بھی اسلامی روح کے منافی ہے اسلام کسی صحت مند شخص کو اجازت نہیں دیتا کہ دست سوال دراز کرے یا کسی کی کمائی بیٹھے بٹھائے کھاتا رہے۔ حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور آمد ادا چاہی تو حضور ﷺ نے اسے کلبھاڑی خرید کر دے دی اور ہدایت فرمائی کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرو اس نے اس پر عمل کیا۔ قدرت نے اسے خود کفیل بنا دیا اس کا گزر اوقات بہتر ہو گیا (ابوداؤد ترمذی کتاب الصدقات) حضور ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا ”یہ اچھا ہے یا قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جانا“ حضور ﷺ کریم ہیں رحیم ہیں مگر آپ کو گدائی کا عمل ناپسند تھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ”جو شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لا دلوائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے الفاروق میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ ذلیل پیشہ بھی لوگوں سے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ (1)

اسی مقام پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اہل علم کیلئے یہ ارشاد بھی ملتا ہے ”مسلمانوں پر اپنا بوجھ نہ ڈالو“ یعنی علم پڑھانے کا معاوضہ کم سے کم ضروریات کے مطابق حاصل کرو۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”جس شخص نے حلال کھایا سنت کے طریقہ پر عمل کیا اور اس کی زیادتی سے لوگ امن میں رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (2)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ملتا ہے ”میں رزق حلال کی طلب میں مرنے کو جہاد میں مرنے سے زیادہ پسند کرتا ہوں“۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الفامروق، ص 492

(2) الترمذی، السنن، ص 69/2

حرام کی مذمت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص لمبا سفر کر کے گردوغبار میں اٹا ہوا آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ربی ربی کہتا ہے مگر اس کا کھانا پینا لباس اور نشوونما سب حرام کی کمائی سے ہو تو اسکی دعا کہاں قبول ہوگی (ترمذی شریف صہ 75 ج 2) اسی ضمن میں دوسرا ارشاد گرامی عظیم راہنمائی کرتا ہے فرمایا کوئی شخص حرام مال کمائے پھر اُس سے صدقہ و خیرات دے تو یہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ اپنی ذات پر اور گھر والوں پر خرچ کرے تو برکت نہیں ہوگی اگر وہ (یہ حرام مال) چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے جہنم کے سفر میں زادِ راہ بنے گا، (مشکوٰۃ شریف باب الکسب وطلب الحلال) سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ہے حرام مال سے صدقہ دینے والا اس شخص کی طرح ہے جو ناپاک کپڑے کو پیشاب سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے حرام خور آدمی اپنا سکون برباد کر لیتا ہے صدقہ و خیرات کر کے یا اس سے مال جمع کر کے محض ایک خانہ بدی کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں جیسے پیشاب کا ایک قطرہ بھرے ٹب کو برباد کر دیتا ہے، حرام کی تھوڑی سی ملاوٹ بھی حلال کو برباد کر دیتی ہے۔ حرام کھانے کا ایک واضح تصور یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیں ہیں انہیں نہ کھاؤ شراب حرام ہے، مت پیو۔ سود حرام ہے مت کھاؤ وغیرہ مگر دوسرا پہلو جو حرام خوری کا ہے اُسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ شے حلال ہے مگر اُسے غلط انداز سے لیا جاتا ہے جو اُسے حرام کر دیتا ہے۔ بکری حلال ہے، مگر جب اُسے چوری دھوکہ فریب سے لیا جائے گا تو اس کا کھانا حرام ہو جائے گا۔ زیادہ تر حرام خوری کی صورتیں ایسی ہی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے کسی دوسرے کا حق مارنا حرام ہے مگر احساس نہیں کیا جاتا قرآن مقدس نے وضاحت فرمائی

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (1)

ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ کسی کا حق غصب کرنے کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے فرمایا ”جو کسی کی زمین میں سے ایک باشت بھر بھی کھڑا ظلم سے غصب کریگا وہ خدا کے سامنے اس حالت میں لایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو“ دھوکہ دہی کے ہزاروں واقعات آئے دن دکھائی دیتے ہیں جو سب کے سب حرام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عنوان پر اس طرح

ارشاد ہے

من غش فليس منا۔ (1)

دکاندار طبقہ اشیاء میں ملاوٹ کر کے حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹے دکاندار
دینی دودھ گھی میں ملاوٹ سے حرام کے مرتکب ہو جائے ہیں

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور ایفاء عہد

ہمارے معاشرہ میں جہاں اور بے شمار بگاڑ، نقائص اور خامیاں پائی جاتی ہیں وہاں ایک
زبردست خامی، بد عہدی، بے وفائی بھی ہے۔ جس کا مشاہدہ ہم آپس کے معاملات میں کرتے رہتے
ہیں۔ اسلامی زندگی گزارنے کیلئے دوسری اعلیٰ صفات کے ساتھ عہد کی پابندی بھی ہے۔ جس سے
انسانی زندگی میں ایک خاص انداز کا نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ پکے وعدہ کو بھی عہد کہا جاتا ہے۔ ذمہ داری
کے معنی میں بھی عہد کا لفظ آ جاتا ہے، اسی مسئلہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ زبانی کلامی بات ہو تو وعدہ
ہے، گواہ بنائے جائیں تو عہد تحریر بھی ہو جائے تو میثاق کے الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مقدس
نے ایمانداروں کی اوصاف میں ایفاء عہد کا بھی ذکر فرمایا ہے

۔ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا (2)

(وہ نیک لوگ ہیں) جب عہد کریں تو وفا کریں۔ قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر ایماندار لوگوں کی
صفات کا ذکر اس طرح بھی فرمایا ہے۔

والذین ہم لامانأتہم وعہدہم مراعون (3)

وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں، عہد کی پابندی صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے۔
قرآن مقدس سورہ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے۔

(1) ابوداؤد، السنن، التھی عن الغشی، الرقم 2995، ص 313/9

(2) البقرہ 177:2

(3) المومنون 8:23

لا یخلف المیعاد (1)

اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا وعدہ کی پابندی کے مسئلہ کو متعدد مقامات پر ذکر فرمانا اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل شریف میں ارشاد ہے،

واوفو بالعہد ان العہد کان مستولاً (2)

عہد کو پورا کرو کہ قیامت کے دن عہد کی جواب دہی ہوگی۔ انسان کے معاہدوں میں سب سے پہلا وعدہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے ہے جب اس نے فرمایا

الست بربکم (3)

کیا میں تمہارا رب نہیں، ہم سب نے کہا

بلی (3)

ہاں یا اللہ تو ہمارا رب ہے۔ اب ہمیں دیکھنا چاہئے کیا اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اس وعدہ کو نبھارہے ہیں یہ عہد وہ ازلی عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے لیا تھا کہ وہ اس کی بندگی کریں گے اور اس کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کریں گے، اب ہمیں دیکھنا ہے کیا واقعی ہی ہم اس کی عبادت کر رہے ہیں یا اپنے نظریات و خواہشات اور نفسانی تقاضوں کو ہی سب کچھ مان رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے اس پہلے وعدہ سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو رب ماننا انسانی فطرت و طبیعت کے اندر داخل ہے، قرآن مقدس سورہ الرعد میں اس ایفاء عہد کو اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

الذین یوفون بعہد اللہ ولا یقضون المیثاق (4)

اور وہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اُسے مضبوط کرنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے، ایمانداروں کی صفات میں اس صفت کو خاص اہمیت حاصل ہے، ایمانداروں کی اس صفت عہد کی اہمیت

(1) آل عمران 9:3

(2) الاسراء 34:17

(3) الاعراف 172:7

(4) الرعد 20:13

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے مزید واضح ہے۔

لا دین لمن لا عہدہ (1)

جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کتاب الادب میں ایک باب باندھا ہے، جس کا عنوان ہے (حسن العہد من الایمان) حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بیہقی کے حوالہ سے ایک روایت بیان کی ہے ایک بڑھیا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے اس سے اس کی خیریت پوچھی اور توجہ دی اس کے چلے جانے پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور یہ کون بی بی تھی جس پر آپ نے اس قدر توجہ فرمائی تو آپ نے فرمایا عائشہ یہ خدیجہ کے زمانہ میں ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اور حسن عہد ایمان سے ہے یعنی اپنے ملنے جلنے والوں سے اچھا سلوک رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ (2)

حضور ﷺ کے بدترین مخالفین کو نبوت پر تو اعتراض تھا مگر آپ کی صفت و فاء عہد کے زبردست قائل تھے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے قیصر روم کے دربار میں مکہ مکرمہ کے تاجروں کے واقعہ کو بیان فرمایا ہے، قیصر روم نے تاجروں کے وفد کے لیڈر ابوسفیان سے کئی ایک سوالات کئے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کبھی محمد ﷺ نے بدعہدی بھی کی ہے۔ ابوسفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا کہ نہیں (3)

اسلام کی تاریخ میں حضرت وحشی کا واقعہ اس سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، حضرت وحشی نے سیدنا حمزہ کو شہید کیا تھا اور پھر اسلام کے ڈر سے پریشان رہتے تھے کہ شاید اُن کا حشر کیا ہو، طائف والوں نے مدینہ منورہ بھیجے کیلئے ایک وفد تیار کیا جس میں وحشی کا نام بھی تھا جناب وحشی کو ڈر تھا کہ وہ مدینہ منورہ کو گئے تو اُن سے حمزہ کا انتقام لیا جائے گا مگر خود دشمنوں نے حضرت وحشی کو یقین دلایا کہ تم بے خوف ہو جاؤ، قطعاً خطرہ محسوس نہ کرو محمد ﷺ سفیروں کو قتل نہیں کرتے، چنانچہ وہ اسی اعتماد پر مدینہ منورہ گئے، دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے (4)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) البیہقی، السنن الکبری، ص 288/6

(2) البیہقی، شعب الایمان، الرقم 8826، ص 123/19

(3) البخاری، الجامع الصحیح، دعاً النبی، الرقم 2723، ص 93/10

(4) البخاری، الجامع الصحیح، قصہ غزوہ بدر، ص 345/12

اسلام اور عدل

دنیا میں رہ کر ہمیں اولاد والدین رشتہ داروں اور دوسرے انسانوں سے زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے معاملات میں مساوات کا خیال رکھنا عدل کہلاتا ہے اسی وجہ سے تنازعات میں برابری کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کو عدالت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے اسماء گرامی میں ایک نام پاک عادل بھی ہے عدل ایک ایسا عمل ہے جس کا حکم رب قدوس نے اس طرح فرمایا ہے

ان الله يأمركم بالعدل والاحسان (1)

بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم مجھ پر لازم کر دیا گیا ہے مخلوق خدا کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم بھی دے دیا گیا ہے۔

عدل کو توازن مساوات اور برابری کے معنی میں لیا جائے تو غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے اس پوری کائنات کا نظام ہی عدل سے چل رہا ہے ہمارے اجسام میں چاروں عناصر کام کر رہے ہیں اگر ان عناصر میں کمی بیشی ہو جائے تو سارے جسم کا نظام بگڑ کر رہ جاتا ہے جسم میں سردی معیار سے بڑھ گئی تو بیماری، گرمی زیادتی اختیار کر گئی تو بیماری غرضیکہ اس کا رخانہ ہستی کا وجود لمحہ بہ لمحہ توازن اعتدال کا تقاضا کرتا ہے اس نظام عدل کو اگر اپنے جسم پر دیکھا جائے تو مزید صورت حال واضح ہو جاتی ہے انسانی دونوں ہاتھ برابر ہوں تو جسم کا حسن ہے ایک کٹ جائے یا چھوٹا ہو جائے تو حسن ادھورا ہو جاتا ہے دونوں آنکھوں میں اعتدال توازن ضروری ہے اگر ایک آنکھ بڑی ہو جائے اور ایک چھوٹی ہو جائے تو آنکھوں کا حسن ختم ہو گیا اگر دونوں پاؤں برابر ہیں تو چال میں حسن ہے رفتار درست ہے، خدا نخواستہ ایک پاؤں کٹ گیا یا چھوٹا ہو گیا لنگڑا ہٹ سے انسانی جسم ادھورا ہو گیا۔ عدل و انصاف کے اس عنوان کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے

وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس

بالقسط (2)

(1) النحل 16; 90

(2) الحديد 57: 25

ہم نے رسولوں کیساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اسلام نے نظام عدل کو مجھ سے ہی شروع فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان لنفسك عليك حق (1)

بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے مجھے چاہیے اپنے سے بھی انصاف کروں، ابوداؤد شریف کتاب الادب کی ایک روایت اس عنوان کی تائید کرتی ہے

لا تشدد وعلیٰ انفسکم فی شدد علیکم (2)

اپنے پر سختی نہ کرو کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر سختی کی جائے گی قرآن مقدس نے اس عنوان عدل کو سورۃ النساء میں اس طرح ذکر فرمایا ہے

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا

بالعدل (3)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو سورۃ المائدہ شریف میں عدل کرنے والوں کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا گیا

ان الله يحب المقسطين (4)

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے عدل اسلام کا ایک ایسا جامع ضابطہ ہے جو ہر جگہ ہر لمحہ جاری ہے مگر عوام اپنی کم علمی کی بنا پر صرف عداوتی نظام میں ہی انصاف کو عدل سمجھتے ہیں چونکہ جھگڑوں اور تنازعات میں گواہوں کا بھی اہم کردار ہے کہ عینی شاہد کی گواہی پر ہی جج فیصلہ دے گا۔ قرآن مقدس نے اس عدل و انصاف کے ضابطہ کو مزید حسین بنانے کے لئے گواہوں کو بھی حکم دیا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ

ولو علیٰ انفسکم (5)

(1) ابوداؤد، السنن، الرقم 1162، ص 131/4

(2) ابی داؤد، السنن، باب فی الحسد، الرقم 4258، ص 57/13

(3) النساء 58؛4

(4) المائدہ 42: 5

(5) النساء 135:4

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو اور خدا کے واسطے گواہ بنو اگرچہ تمہاری گواہی کی زد میں تمہارے والدین، تمہارے قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ عدل کرنے والوں کی عظمت کو حضور ﷺ نے ایک موقع پر اس طرح بیان فرمایا ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ جل مجدہ سات افراد کو اپنے قرب خاص سے نوازے گا اور سایہ رحمت بخشے گا، ان میں پہلے درجہ پر امام عادل ہے (1)

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص نے حضور ﷺ سے اس طرح روایت کی ہے ”عدل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے“ (2)

ایک موقع پر حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا عادل حاکم کا ایک دن زاہد کی ساٹھ 60 سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ (3)

اسلام نے بہر حال عدل کا حکم دیا ہے اپنا ہو یا پرایا دوست ہو یا دشمن رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار سبھی کے ساتھ عدل کرنا لازم ہے قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (4)

جس گروہ نے تمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ روکا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم ان پر زیادتیاں کرنے لگ جاؤ، یہی زیادتی نہ کرنے کا عنوان دوسری جگہ پر اس طرح ملتا ہے

قَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يِقَاتِلُوْكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا اِنْ

اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (5)

(1) البخارى، الجامع الصحيح، فضل من ترك الفواحش، الرقم 6308، ص 74/21

البیہقی، السنن الكبرى، ص 65/3

(2) النسائي، السنن، فضل الحاكم العدل في حكمه، الرقم 5283، ص 208/16

البیہقی، السنن الكبرى، ص 460/3

(3) البیہقی، شعب الایمان، فضل الامام العادل وما جاء فيه، الرقم 7128، ص 430/15

البیہقی، السنن الكبرى، ص 162/8

(4) المائدة 2:5

(5) البقرة 190:2

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دشمن سے جنگ کرنے کا حکم تو ملتا ہے مگر جنگ ختم ہوتے ہی فوراً عدل حرکت میں آ جاتا ہے، کسی دشمن قیدی سے ظلم یا زیادتی کی اجازت نہیں، جنگ بدر کا واقعہ مشہور ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی ہیں، رسی سختی سے باندھی گئی تھی کراہنے کی آواز آئی تو حضور ﷺ کے حکم سے ان کی رسیوں کے بند ڈھیلے کر دیئے گئے اور یہی سہولت تمام قیدیوں کو دی گئی تھی یہ دلیل ہے کہ اسلام زیادتی کا قائل نہیں، عدل کا حکم دیتا ہے اور دشمن کے مال یا آبرو کے نقصان کا قائل نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی لشکر کو شام کی طرف روانہ فرمایا تو مندرجہ ذیل ہدایات دے کر بھیجا جو جنگ میں بھی عدل و انصاف کی واضح دلیل ہے۔

1 جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان مال کا اسی طرح احترام کیا جائے جس طرح مسلمان کی جان مال کا۔

2 جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے آبادیاں برباد نہ کی جائیں۔

3 پھل دار درخت نہ کاٹا جائے کھیت نہ جلانے جائیں۔

4 بچے، بوڑھے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں۔

عدل و انصاف کا یہ انداز اسلام کے بغیر دنیا بھر میں کسی جگہ نہیں پایا جاتا اس کے برعکس تاریخ شاہد ہے جرمن فوجیں فرانس میں داخل ہو گئیں، فرانس نے ہتھیار ڈال دیے تھے مگر پھر بھی فرانس کو تباہی کا نشانہ بنایا گیا تھا اور اسے بری طرح لوٹا گیا، برباد کیا گیا اس کے مقابلہ میں اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے، خلافت راشدہ کے پہلے دس 10 سالہ دور میں جب قریباً 25 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا گیا تھا مگر عصمت دری کا ایک بھی مقدمہ درج نہیں۔ دشمن کی کسی جھوٹی کی بربادی کا ذکر نہیں ملتا، کسی خطہ میں دشمن کے مال و جان کی بربادی کا ذکر نہیں ملتا، جس سے پتہ چلتا ہے اسلام امن کا دین ہے، عدل کا دین ہے۔

اسلام نے ہمیں اپنی زندگی کے اخراجات میں بھی عدل کا حکم دیا ہے نہ بخل کو جائز قرار دیا ہے اور نہ ہی فضول خرچی کی حمایت کی، فضول خرچی کی اس طرح مذمت فرمائی

لا تبذرو تبذیرا ان المبذرين كانوا اخوان الشیاطین (1)

فضول خرچی نہ کرو، مال ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ بخل اور فضول خرچی کی درمیانی راہ عدل و انصاف کی راہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

کمی کرنا بھی خلاف عدل ہے

مومن کو چاہئے کہ زندگی کے کسی مرحلہ، کاروبار کے کسی موقع پر عدل و انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ یہ اصول قرآن مقدس کے اس ارشاد سے ملتا ہے۔

ویل للمطففین الذین اذا کتالوا علی الناس یتستوفون

واذا کالوهم اوزنوهم یمخسرون (2)

ناپ تول کرنے والوں کیلئے خرابی ہے جب لوگوں سے ناپ تول کر لیں تو پورا پورائیں اور جب ان کو ناپ تول کر دیں تو کم دیں۔ کاروباری لوگوں کا یہ طریقہ بھی خلاف عدل ہے۔ جسے قرآن مقدس نے نفرت کے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ نماز کی ادائیگی میں رکوع و سجود کو پورا نہ کرنا یا اپنی ڈیوٹی، ذمہ داری کے دوران کام کی بجائے دوستوں سے میل جول، گفتگو میں وقت ضائع کرنا اور کام نہ کرنا اسی تطفیف کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس قسم کے مجرمین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ویل ”تباہی“ کا لفظ استعمال فرمایا۔

حضور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارہ میں حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی عدل کے سلسلہ میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بخاری شریف کتاب الحدود میں یہ واقعہ موجود ہے، خاندان قریش کے ایک معزز خاندان بنی مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ نامی سے چوری کا مجرم سرزد ہو گیا لوگوں نے چاہا معاملہ ختم ہو جائے، راز نہ کھلے کہ قبیلہ کی بدنامی ہوگی انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے بارگاہ

(1) الاسراء 17: 27

(2) المطففین 83: 2

رسالت میں سفارش کروائی تو حضور ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے برباد ہو گئے وہ غرباء پر حد جاری کرتے اور امراء کو چھوڑ دیتے۔ اللہ کی قسم میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُسے بھی سزا ملتی (1)

حضور سید عالم ﷺ کے عدل و انصاف کا اثر تھا کہ مسلمان تو مسلمان یہودی بھی اپنے مقدمات حضور ﷺ کی عدالت عالیہ میں پیش کرتے اور اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کرواتے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

عدل کے چند واقعات

☆ حضور ﷺ کے بعد خلافت راشدہ میں عدل و انصاف کے نہایت معیاری فیصلے ملتے ہیں جو رہتی دنیا تک روشن و درخشاں رہیں گے۔ غسان کا بادشاہ جبلہ اسلام لایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے ایک مرتبہ دوران طواف جبلہ کے کپڑے پر کسی غریب بدو کا پاؤں آ گیا۔ جبلہ نے غصہ سے طمانچہ مارا جس سے اس کا دانت ٹوٹ گیا۔ غریب بدو نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کر دی۔ جبلہ سے پوچھا گیا تو اس نے اقرار کر لیا، خلیفۃ المسلمین نے غریب بدو سے کہا تم اس سے بدلہ لے لو جبلہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور کہا اس آدمی کو جبلہ کے برابر کس نے کر دیا کہ یہ بدلہ لینے کا حقدار ہو گیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسلام نے۔ جبلہ نے قصاص کیلئے مہلت مانگی اور ایک روز بھاگ گیا اور مرد ہو گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی ذرہ پرواہ نہ ہوئی اور نہ ہی اس سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ (2)

☆ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بے شمار واقعات عدل میں ایک واقعہ اپنے بیٹے ابو شحمہ کا بھی ملتا ہے۔ جب شکایت کی گئی کہ آپ کے بیٹے ابو شحمہ نے شراب نوشی کی ہے، تو جھٹ سزا کا حکم جاری کیا گیا سزا لگی اور اسی دوران موت واقع ہو گئی آپ کے عادلانہ نظام کا واقعہ رومی قاصد کی زبان سے بھی ملتا ہے۔ جب رومی قاصد آپ کی تلاش میں نکلا تو اس نے دیکھا خلیفۃ المسلمین ایک درخت

(1) البخاری، الجامع الصحيح، ذکر اسامہ بن زید، الرقم 3453، ص 74/12

(2) جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، المتوفی 597

الكتاب المنتظم فی التأریخ الامم والملوک، ص 163/2

کے نیچے پتھر پر سر رکھ کر آرام کر رہے ہیں، آپ کے اس عمل کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ جس شخص سے ساری دنیا کا منتی ہے وہ کس حالت میں محو خواب ہے پھر اُس نے آپ کے بارہ میں یہ الفاظ کہے، ”اے عمر تم عدل کرتے ہو اور تمہیں پتھروں پر نیند آ جاتی ہے۔ اور ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں انہیں نہایت آرام دہ بستروں پر بھی نیند نہیں آتی۔ (1)

☆ ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زہ کی چوری کے مقدمہ میں مدعی کی حیثیت سے قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے خلیفہ المسلمین کو بحیثیت جسٹس فرمایا، ابو تراب اپنے فریق کے برابر بیٹھے، قاضی صاحب نے محسوس کیا کہ شاید علی المرتضیٰ کو یہ بات ناگوار گزری ہے، جو انہیں کہا گیا ہے کہ اپنے فریق کے برابر بیٹھ جاؤ۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا مجھے یہ بات بری نہیں لگی کہ آپ نے مجھے فریق مقابل کے ساتھ بٹھانے کا کہا، ناگوار یہ گزری ہے کہ آپ نے مجھے میری کنیت کے ساتھ بلایا اور اس طرح میرے فریق کے مقابلہ میں میری عزت افزائی کی ہے یہ میرے فریق کے ساتھ نا انصافی ہے۔ (2)

اجتماعی عدل کے بنیادی اصول

اسلام میں اجتماعی عدل کیلئے تین اصول نمایاں ہیں۔

(۱)۔ ملک میں کسی بھی رہنے والے کی معیشت کا تحفظ ہو اُسے رزق حاصل کرنے کے لئے مساوی مواقع ملیں کہ وہ اپنی زندگی میں رہنے سہنے کی سہولتیں حاصل کر سکے اس ضابطہ کے تحت حکمران طبقہ کو اقربا پروری سے روک دیا گیا ہے اور ہر ایک کو معاشی میدان میں بڑھنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اسلام میں سب کو حصول رزق کے مساوی برابر مواقع ملتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی اپنا مقام پیدا کر لیں۔

(۲)۔ ملک میں رہنے والے ہر شخص کا ضمیر آزاد ہو۔ کسی پر کسی قسم کا جبر و تشدد نہ کیا جائے اور اسے مجبور کر کے اسلام کے عقائد اپنانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ قرآن مقدس نے فرمایا

(1) الملقب بالحسن علی بن ابی لکرم محمد بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الواحد الشیبلی الجزیری عز الدین ابن القیام 630

الکتاب اسد الغابہ، عبد الرحمن، ص 207/2

(2) المؤلف عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون وابوزید ولی الدین الحزرمی المتوفی 808 ہجری

الکتاب مقدمہ ابن خلدون، ص 12/3

لا اکراه فی الدین (1)

دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں بلکہ سیاسی معاملات میں بھی دل و دماغ کی آزادی سے رائے اور حق اختلاف جائز ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ انصاری انتخاب خلیفہ کے موقعہ پر اپنے ایک موقف پر آخر دم تک ڈٹے رہے تھے اور حاضرین میں سے کسی نے بھی انہیں اپنا موقف چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ کسی مسئلہ پر ضمیر کی آزادی کے مطابق آواز بلند کرنے کو کبھی بُرا نہیں سمجھا گیا۔

ایک موقعہ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان کے عدل پر ایک اعتراض کیا اور بھرے مجمع میں کہا کہ انہوں نے اپنے حق سے زیادہ کپڑا لے کر قیص بنا لی ہے آپ نے ان کی آواز کو دبا یا نہیں بلکہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے فرمایا، آپ جواب دیں حضرت عبداللہ نے حاضرین کو بتایا کہ انہوں نے اپنے حصہ کا کپڑا اپنے والد کو دے دیا تھا کہ آپ کا کرتہ اچھی طرح بن سکے (2)

(3) مساوات: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اس اصول کو اس طرح واضح فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کالے پر فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی بھر اس مسئلہ عدل و انصاف کو اپنی ذات والا صفات پر بھی لاگو رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی پابند رہنے کی ہدایات فرماتے رہے۔ ہاں عدل کے ساتھ دوسری صورت احسان کی بھی ہے جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ایک چور کا مقدمہ پیش ہوا اُس نے ایک سوئے ہوئے آدمی سے چادر اتاری تھی حکم ہوا شرعی قانون کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے چادر کے مالک کو رحم آگیا اس نے عرض کی حضور میری چادر بتیس درہم کی ہے اس تھوڑی سی رقم کے بدلہ میں مسلمان کا ہاتھ کٹوانا پسند نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے ہی یہ کیوں نہ کر دیتا تھا۔ (3)

عدل و احسان کے عنوان کو اس طرح سمویا جاسکتا ہے جب جرم معاشرے کے خلاف ہو تو رحم

(1) البقرہ 256:2

(2) الاحمد، المسند، الرقم 22391، ص 478/47

(3) النسائی، السنن، الرجل یتجأوز للسارق، الرقم 4795، ص 45/15

نہیں ہوتا عمومی مفاد ہو تو چاہیے کہ عدل ہو مگر جب معاملہ اپنی ذات کا ہو تو اُسے اختیار ہے عدل کرے یا درگزر، اُسے پورا اختیار ہے مگر غفوت بہتر ہے۔ اگر کسی نے آپ سے قرض لیا ہے اور ادا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور اُس وعدہ پر اُس نے ادا نہیں کیا تو آپ اُسے عدالت میں لیجا سکتے ہیں کہ وعدہ خلافی اسکی طرف سے ہوئی ہے ہاں اگر اُسے مزید کچھ دن مہلت دیدیں یا سارا قرض معاف کر دیں تو یہ احسان ہوگا۔

اسلام اور مساوات

ہمارے معاشرہ میں لڑائی جھگڑائی صورتیں اکثر و بیشتر چھوٹے اور بڑے ہونے امیر و غریب کے فرق اپنی اونچائی اور دوسرے کی ذات کو ملحوظ رکھتے پیش آتی ہیں اسلام نے ان تمام مشکلات کا حل مساوات اور یکساںگی میں مضمر رکھا ہے قرآن مقدس نے اچھائی برائی کو مال، مکان، زمین تجارت جائیداد کے پیش نظر نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر فرمایا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (1)

خدائے قدوس جل مجدہ کے ہاں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ قرآن مقدس کے اس ضابطہ نے دور جاہلیت کے تصورات کو نیست و نابود کر دیا کہ کسی انسان کا امتیاز اس کے مال و دولت کے پیش نظر نہیں بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے، حضور سید عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں (جو انسانیت کا عظیم منشور ہے) میں فرمایا ”کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم علیہ السلام کے بیٹے ہو (2)

فتح مکہ مکرّمہ کے بعد بلینز کعبہ پر دئے گئے خطبہ پاک سے بھی اس عنوان کی خوشبو پھیلتی ہے، سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم بھی سنایا ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کی بناء پر ایک غریب حبشی کو اعزاز ہے۔ (3)

کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے جبکہ دوسرے بڑے بڑے قریش اس اعزاز سے محروم

(1) النساء 4: 13

(2) الاحمد، المسند، الرقم 22391، ص 47/478

(3) ابن کثیر، السیرة، ص 3/438

رہے۔ مساوات و یکساںگی کا حسین ترین اصول پوری کائنات پر محیط دکھائی دیتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے نظام قدرت میں مساوات کے اصول کو زبردست پذیرائی ہے بادل برستا ہے تو اچھی بری جگہوں پر بلا امتیاز برس جاتا ہے چاند سورج اپنی کرنیں بکھیرتے ہیں تو ہر اچھے برے امیر غریب پر یکساں ہوتی ہیں البتہ اس نظام قدرت سے استفادہ ہر شے اپنی اپنی بساط کے مطابق کرتی ہے۔ سورج کی دھوپ میں کپڑے کچی اینٹیں پختہ اینٹ پتھر لوہار کھدائیے جائیں چند منٹ بعد انہیں ہاتھ لگایا جائے تو ہر شے کی گرمی میں واضح فرق محسوس ہوگا۔ لوہے میں سب سے زیادہ گرمی ہوگی یہ فرق سورج نے نہیں کیا انکی اپنی اپنی بساط اور اپنے اپنے ظرف کے پیش نظر ہے خاندانی فخر کو اسلام نے اس حد تک قدموں کے نیچے روندنا ہے کہ وہ ازراہ مذاق بھی کسی پر برتری کو پسند نہیں کرتا۔ ایک موقعہ پر سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو بلایا، ”اوجھی خاتون کے بیٹے“ حضور سید عالم ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوذر غفاری کو کو تنبیہی کلمات میں فرمایا ”تم میں ابھی جاہلیت کی بو پائی جاتی ہے“ (1)

غزوہ بدر شریف میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی آواز پر ان کے بند ڈھیلے کرنے کا حکم دیا تو ساتھ فرمایا تمام قیدیوں کو بھی یہ رعایت دے دی جائے کہ عدل و مساوات کا اصول داغدار نہ ہو۔ بعض انصار نے درخواست کی کہ حضرت عباس کو قرابت داری کی بنا پر زبردہ یہ معاف کر دیا جائے تو فرمایا نہیں ایک درہم بھی معاف نہیں ہوگا یہاں بھی وہی عمل مساوات (2)

اس عمل مساوات کو سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد گرامی بھی واضح کرتا ہے، آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ میرے ہاں تشریف لائے دودھ نوش فرمانے کے بعد ترتیب مجلس کے لحاظ سے یہ دودھ دائیں طرف بیٹھے ایک بدوی کو عطا فرمایا حالانکہ بائیں جانب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سامنے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے۔ (3)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں حضور ﷺ خود کام کاج میں پورا حصہ لیتے۔ ایک مرتبہ سفر میں جانے کی تقسیم میں حضور ﷺ نے لکڑیاں لانا اپنے حصہ میں لیا عرض کی گئی حضور آپ تکلیف نہ

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، ص 893/2

(2) السہیلی، الروض الانف، غزوہ بدر، ص 47/3

(3) البخاری، الجامع الصحیح، شرب البن، الرقم 5179، ص 322/17

فرمائیں ہم یہ کام بھی کر دیں گے تو فرمایا مجھے پسند نہیں کہ میں خود کو تم سے ممتاز کروں۔ (1)

جنگ مصر کی فتح کی خوشخبری سننے کے لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ روزانہ بے تابانہ شہر سے باہر آتے ایک دن اونٹنی سوار آیا اس سے پوچھا کہ مصر کی کیا خبر ہے اس نے فتح کی خوشخبری سنائی خوش ہوئے اسے پتہ نہ تھا یہ کون ہے آپ اس کی اونٹنی کے پیچھے شہر تک دوڑتے گئے اس سوار نے شہر میں آکر پتہ کیا کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں انہیں خبر بتائی جائے لوگوں نے کہا یہی تو ہیں جو تیرے پیچھے دوڑتے آرہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر اس اونٹنی کو بچ کو ختم کرنے کے لئے تنبیہی کلمات اس طرح فرمائے۔ بدترین دعوت ہے وہ ہے جس میں امیر لوگ تو مدعو ہوں مگر غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

غیر مسلموں میں عدم مساوات

مساوات کا عمل عیسائیت سمیت دنیا بھر کے مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتا برطانیہ کے جھنڈے میں سکاٹ لینڈ، آئر لینڈ شامل ہیں مگر ان خطوں کا کوئی فرد وزیراعظم نہیں بن سکتا۔ روسن، کیتھولک، پروٹسٹنٹ۔ دو بڑے مذہبی طبقے برطانیہ میں موجود ہیں مگر کیتھولک فرقہ وزارت عظمیٰ نہیں لے سکتا۔ عیسائیت میں دیسی، ولایتی عیسائیوں میں اتنا بڑا نمایاں فرق ہے، پاکستانی، ہندوستانی یا ایشیاء کے کسی ملک کا عیسائی پوپ کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ امریکہ کی قریباً بیس ریاستوں میں سیاہ آبادی کو اجازت نہیں کہ سفید آبادی کے ساتھ ایک بھی سکول میں تعلیم حاصل کر سکے۔ فلوریڈا کی ریاست نے تو نصاب تعلیم میں بھی امتیاز ضروری سمجھا اور وہاں کے گوروں اور کالوں کو پڑھائی جانے والی کتابیں تک مختلف ہیں۔ امریکہ کی تمام ریاستوں میں کسی سفید فام کا کسی حبشی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ مزدوروں کے میدان عمل میں امتیاز کی یہ حالت ہے کہ کارخانہ میں کسی حبشی کا کسی گورے کے ساتھ ایک میز پر بیٹھنا تو درکنار وہ ان دروازوں میں سے داخل بھی نہیں ہو سکتا جو سفید فاموں کے آنے جانے

(1) الزمر قافی، الشرح الزمر قافی، ص 356/4

(2) الجزری، اسد الغابہ، ص 112/1

کے لئے مخصوص ہیں۔

سماجی لحاظ سے نسلی امتیاز کا یہ حال ہے کہ قریباً چودہ ریاستوں میں ریل کے سفر کے دوران قانوناً حبشیوں کو گوروں سے علیحدہ بیٹھنا پڑتا ہے۔ ریل گاڑیوں، بسوں ٹیلی فونوں کے کمروں میں حبشیوں کے لئے علیحدہ انتظامات ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ دماغی امراض کے ہسپتالوں میں سفید پاگلوں کو سیاہ پاگلوں پر امتیاز حاصل ہے۔

اس سے بھی عجیب و غریب وہ اعلان ہے جو واشنگٹن کے کتوں کے مقبرے نے کیا ہے کہ وہ آئندہ اپنے قبرستان میں ان کتوں کو دفن نہیں ہونے دیں گے جن کے مالک سیاہ فام ہوں گے۔ واشنگٹن کے وائٹ ہاؤس کے عین بالمقابل ایک ایسا محلہ آباد ہے جس میں اڑھائی لاکھ حبشی رہتے ہیں مگر ان کی زندگی اس طرح گزر رہی ہے جس طرح چوپائے اپنے باڑوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ اسی دارالحکومت میں سفید فام اور سیاہ فام لوگوں کے مدارس، ہسپتال، سیرگاہیں، ہوٹل، ریستورینٹ بالکل الگ الگ ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں امریکہ کے مشہور کولمبیا میں فرقہ وارانہ فسادات صرف اس بات پر شروع ہو گئے تھے کہ ایک حبشی عورت نے ایک گورے دکاندار سے تلخ گفتگو کی تھی جسے گورے برداشت نہ کر سکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلامی مساوات کی چند جھلکیاں

قانون کے کٹہرے میں سبھی یکساں دکھائی دیں، قواعد و قوانین میں سب برابر نظر آئیں۔ گذشتہ سطور میں آپ نے پڑھایہ صورت حال غیر مسلم اقوام میں ناپید ہے۔ اس مساوات کی جھلک تاریخ اسلام میں موجود ہے جو رہتی دنیا تک رہے گی۔ حبش سے بلال روم، صہیب فارس سے سلمان دنیا بھر کے مقتداء مانے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ پر مقدمہ ہوا اور آپ مدعی کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں گئے حالانکہ آپ خلیفہ وقت ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے گورنر مصر عمرو بن عاص کی شکایت کی گئی تو آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو حساب آڈٹ کرنے کا حکم دیا اور فوراً تعمیل ہوئی گورنر صاحب سے قطعی رعایت نہیں کی گئی۔

☆ دربار فاروقی میں مصر کے گورنر عیاض بن غنم کی شکایت آئی کہ انہوں نے خلیفہ وقت

(فاروق اعظم) کے حکم کی نافرمانی کی ہے آپ کو عدالت میں بلایا گیا ان کے آنے سے پہلے ایک موٹا جبر اور چند بکریاں منگوائی گئیں جو نبی گورنر صاحب آئے تو فرمایا جاؤ یہ جبہ پہن لو، ڈنڈا پکڑو اور بکریاں چرواؤ تمہارا باپ عیاض یہی کام کرتا تھا۔ (1)

☆ حج کے موقع پر فاروق اعظم کے دربار میں مصر کے ایک گورنر کی شکایت کی گئی کہ انہوں نے کسی کو بلا وجہ مارا ہے شکایت سنتے ہی گورنر کو بلایا گیا اور فرمایا کہ آپ بھی اسی طرح مار کھانے کیلئے تیار ہو جائیں گورنر صاحب نے کانپتے ہوئے تیاری کی تو شکایت کرنے والے کو رحم آ گیا اور اس نے معاف کیا تو سزا معاف ہوئی۔

☆ سعید بن عمر رضی اللہ عنہ ایک علاقہ کے گورنر ہیں ان کے متعلق یہ شکایات ملیں (1) رات کو نماز مغرب کے بعد دروازہ بند کر لیتے ہیں لوگ ملاقات نہیں کر سکتے۔

(2) دفتر دیر سے پہنچتے ہیں سائلین پریشان ہوتے ہیں۔

(3) ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں جس سے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔

(4) بعض اوقات دفتر میں بے ہوش ہو جاتے ہیں تو سارا دفتری نظام درہم برہم ہو جاتا ہے یہ اپنا علاج کرائیں۔ خلیفہ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر صاحب کو طلب کر لیا اور ان اعتراضات کے جوابات دینے کا حکم دیا گورنر صاحب نے مدعی علیہ کی حیثیت سے لوگوں کو جوابات دئے جو حسب ذیل ہیں اور مساوات کی عظیم مثال ہے۔

(1) رات دروازہ بند رکھتا ہوں کہ دن بندوں کے لئے ہے اور رات خدا کی عبادت کیلئے ہے۔

(2) دفتر اسلئے دیر سے پہنچتا ہوں کہ بچوں کیلئے ناشتا خود تیار کرنا ہوتا ہے ملازم نہیں۔

(3) ہفتہ میں ایک دن چھٹی اسلئے کرتا ہوں کہ اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں کپڑوں کا جوڑا ایک ہی ہے۔

(4) بے ہوش ہونے کی وجہ کوئی بیماری نہیں بلکہ جب کبھی سیدنا خضیب رضی اللہ عنہ کی دردناک موت یاد آتی ہے تو یہ حالت ہو جاتی ہے اب لوگ مطمئن ہوئے۔ خلیفہ المسلمین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ٹیم کو حکم دیا کہ گورنر سعید بن عمر کے علاقہ میں زکوٰۃ مستحقین کی فہرست بنا کر لاؤ کہ انہیں بیت المال

سے سامان دیا جائے جب امیر المومنین کو فہرست دی گئی تو سرفہرست مستحقین زکوٰۃ میں علاقہ کے گورنر حضرت سعید بن عمر کا اسم گرامی تھا یہ چند ایک واقعات مساوات میں ہیں اسلامی تاریخ ایسے بلکہ اس سے بڑے بڑے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

☆ اسلامی مساوات کا وہ عظیم ترین واقعہ جو حضور سید عالم ﷺ نے اپنی ذات گرامی پر لاگو کر کے دکھایا وہ تنہا لاکھوں پر بھاری ہے، غزوہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ صحابہ کی صفوں کو درست فرما رہے تھے ایک صحابی سواد بن غریبہ صف میں ذرا آگے تھے تو حضور ﷺ نے اپنی چھڑی مبارک ان کے سینے پر ہلکی سی لگا کر پیچھے ہٹنے کا حکم فرمایا۔ فوراً حضرت سواد نے عرض کی حضور آپ عدل و انصاف کے مرکز ہیں آپ نے مجھے چھڑی ماری ہے میں بھی اس طرح آپ کو مارنا چاہتا ہوں۔ صحابہ کرام پریشان ہو گئے سواد کیا کر رہا ہے کیا کہہ رہے ہو حضور ﷺ سے ایسی بات حضور ﷺ نے صحابہ کو خاموش کرایا وہی چھڑی ان کے ہاتھ تھادی کہ تم بدلہ لے لو سواد عرض کرتے ہیں حضور اس وقت میرا سینہ ننگا تھا کرتہ نہ تھا وہی صورت چاہیے حضور ﷺ نے اپنا سینہ مبارک ننگا کر کے بدلہ لینے کو فرمایا تو سواد جھٹ سینے سے لپٹ گئے اور بوسے لئے پھر عرض کی میری کیا مجال بدلہ کی بات کروں اصل تمنائیں تھی کہ شہادت نصیب ہوگی تو دنیا سے جاتے وقت سینہ اطہر کو بوسہ دے لوں جو میری عافیت کی بہتری کا باعث ہوگا۔ سوشلزم میں مساوات کے دعویدار سوشلزم کی پوری تاریخ میں کوئی ایک ہی اس قسم کا واقعہ بتائیں جبکہ اسلامی تاریخ میں ہزاروں واقعات پھیلے پڑے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور تجارت

انسان کو زندگی گزارنے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے زندگی میں کوئی مصروفیت چاہیے جس سے وہ رزق حلال کے ذریعہ اپنا معاش چلا سکے ان کاموں میں ایک کام تجارت بھی ہے تجارت کا مفہوم یہ نہ لیا جائے کہ لاکھوں کا کاروبار ہو تو تجارت، سینکڑوں کا ہو تو وہ تجارت نہیں، خرید و فروخت کا جو بھی کام ہو جتنا بھی ہو تجارت کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

حضور سید عالم ﷺ نے آغاز عمر میں پیشہ تجارت کو اختیار فرما کر اسے سرفرازی بخشی

بکریاں چرا کر گلہ بانی کو نوازا، مزدوری فرما کر مزدور کا سراونچا کیا اگر تا جرایمان و دیانت سے یہ پیشہ چلاتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ کہاں تک جا پہنچتا ہے حضور ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے

التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين

والشهداء (1)

سچا اور امانت دار تا جرقیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

تجارت کو دیانتداری اور ایمانداری سے نبھانے کے لئے حضور سید عالم کا یہ ارشاد گرامی بڑی راہنمائی فرماتا ہے حضور ﷺ نے بازار سے گذرتے غلہ کے ایک ڈھیر کو دیکھا تو آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا اور اندر سے تہہ میں نئی محسوس کی دریافت فرمایا یہ کیا بات ہے، عرض کی گئی حضور بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے، تو فرمایا نی والے حصہ کو اوپر کیوں نہیں کر دیتے کہ لوگ دیکھ لیں اور فرمایا

من غشنا فليس منا (2)

یہاں پر یہ بات یاد رہے دکاندار نے اس جنس کو خود گیلیا نہیں کیا، صرف اسکے گیلے حصہ کو چھپایا ہے مگر یہ لغزش بھی گوارا نہ ہوئی۔ ایسا کرنے والا مسلمان کے درجہ سے ہی گر جاتا ہے، جو دکاندار جان بوجھ کر ایسا اقدام کرے وہ کس قدر قوی مجرم ہوگا۔

اس حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ پر غور کیا جائے

من غش

جس نے ہمیں دھوکہ دیا

فليس منا

وہ ہم میں سے نہیں۔ اس دکاندار نے حضور ﷺ کو تو کوئی دھوکہ نہیں دیا پھر کیسے فرمایا جس نے ہمیں دھوکہ دیا معلوم ہوا ملت اسلامیہ کے کسی فرد کو دھوکہ دینا حضور ﷺ سے بغاوت کے مترادف ہوگا گا ہک کو سودا دینے میں دھوکہ زبان سے بھی دیا جاسکتا ہے اور ناپ تول میں ہاتھ سے بھی حضور سید عالم ﷺ نے مسلمان کی تعریف ایسی فرمائی کہ یہ ساری چیزیں اس میں آ جاتی ہیں فرمایا

(1) الترمذی، السنن، ماجاء فی التجار، الرقم 1130، ص 471/4

(2) المسلم، الجامع الصحیح، قول النبی ﷺ، الرقم 146، ص 266/1

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (1)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اگر کوئی مسلمان زبان یا ہاتھ سے دھوکہ دیتا ہے تو یاد رہے وہ حقیقی اسلام کے درجہ سے گر جاتا ہے حضور سید عالم کا معمول مبارک تھا۔

جب تاجر طبقہ سے بیعت لیتے تو انہیں ہدایت فرماتے۔ خریداروں سے اپنا معاملہ اچھا رکھیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب کوئی شی بیچتے تو گاہک کو صاف صاف اس شی کے نقائص بھی بتا دیتے۔ اور فرماتے اب تیری مرضی ہے لے یا نہ لے۔ لوگوں نے کہا آپ اس طرح تو گاہک کو خریداری سے متنفر کر دیتے ہیں، کام کیسے چلے گا۔ تو آپ نے فرمایا۔

انا بايعنا رسول الله ﷺ على ان يبيع لکل مسلم (2)

ہم حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر یہ عہد کر چکے ہیں کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کا خیال کریں گے۔ تجارت کے اسی عنوان کو حضور سید عالم ﷺ نے دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا۔

لا يحل لاحد ان يبيع ببعاً الا ان يبين آفته ولا يحل

لمن يعلم ذلك الا تبينه او كما قال ﷺ (3)

کسی کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ بغیر نقص بتائے اور عیب ظاہر کئے بیچ ڈالے۔ اسی طرح کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ عیوب پر پردہ ڈالے۔ سیدنا واثلہ بن اسحق رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ تین سو روپے میں بیچ دیا خریدار تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے بلایا اور پوچھا تو نے یہ اونٹ کس لئے خریدا ہے سواری کے لئے یا گوشت کیلئے اس نے کہا جی سواری کیلئے۔ تو آپ نے اسکی قیمت میں ایک سو درہم کم کر دیئے۔ کہ چلنے میں اونٹ کے پاؤں میں نقص ہے۔ جب ساتھی نے اعتراض کیا کہ یہ آپ نے کیا کیا تو فوراً یہی حدیث شریف پڑھ کر سنادی۔ جسے زندگی کے ہر مرحلہ پر دیانت انصاف کی شدید ضرورت ہے۔ تجارت میں بھی اسی اصول و ضابطہ کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے تجارت میں بے ایمانی کرنے پر سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم پر آگ برسادی گئی تھی۔ عموماً تاجر طبقہ مال بیچنے کیلئے مال کی بے جا تعریف میں

(1) المسلم، الجامع الصحيح، بیان التفاضل، الرقم 58، ص 149/1

(2) المسلم، الجامع الصحيح، باب البیان ان الدین، الرقم 84، ص 184/1

النسائی، السنن، باب البيعت على النصح، ص 37/13

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، ص 77/3

لگا رہتا ہے۔ جو شرعاً ناجائز حرام ہے تا جرحہ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ قیامت کے دن ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہوگا یہ معاملہ تجارت میں ہو یا کسی اور عام گفتگو میں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ متکبر، اپنے عطیہ پر احسان جتانے والا جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا۔ (1)

زیادہ اچھی صورت یہ ہے مال کی جائز تعریف بھی ضرورت سے زیادہ نہ کی جائے۔ کہ چیز کی اچھائی برائی خود بخود ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ بعض اوقات تا جرحہ زیادہ نفع کمانے کی غرض سے اپنے مال کو چھپا دیتے ہیں کہ جنس مہنگی ہوگی تو سودا کیا جائے گا۔ شریعت مطہرہ نے تاجر کے اس عمل کو بھی جائز قرار نہیں دیا کہ قوم جنس کو ترس رہی ہے بھوکی ہے اور یہ زیادہ نفع کمانے کی غرض سے چھپائے بیٹھا ہے۔ ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے اس ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔

المحتکر ملعون (2)

ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے ایک اور حدیث شریف میں ایسا کرنے والے کو خطا کار فرمایا گیا ہے۔ عوام اور قوم کو ضرورت کے موقع پر ذخیرہ اندوزی کو حرام فرمایا گیا۔ امام محمد غزالی نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر ایسے شخص کی جنس کو نذر آتش کر دیا تھا۔ تعلیمات غزالی ص ۲۵۸ شغل تجارت میں تاجر اور خریدار کے درمیان لین دین کے مسئلہ پر ایفاء عہد کے اصول کو مد نظر رکھنا بھی شدید ضروری ہے۔ کہ وعدہ کی خلاف ورزی سے دونوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہو سکتی ہے۔ کہ قوم و ملت کیلئے قطعی معتبر نہیں خریدار رقم کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرنا چاہیے۔ حضور سید عالم ﷺ نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائیں۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (3)

(1) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، ص 243

(2) ابن ماجہ، السنن، باب النهی عن الحکرة، الرقم 2990، ص 305/9

(3) المسلم، الجامع الصحیح۔ خصال المنافق، الرقم 89، ص 191/1

البخاری، الجامع الصحیح، علامة المنافق، الرقم 32، ص 58/1

اس سلسلہ میں حضور سید عالم ﷺ کا وہ واقعہ جسے سیدنا عبداللہ بن ابی المحسا نے ذکر کیا ہے بہت بڑا رہنما ضابطہ ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اعلان نبوت سے پہلے میں اور حضور ﷺ عمل تجارت میں شریک تھے میں نے کسی بات پر حضور سے عرض کی آپ ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں اتفاق ایسا ہوا مجھے واپس جانے کا وعدہ یاد نہ رہا۔ تین دن تک بھولا رہا تیسرے دن جب یاد آیا تو وعدہ گاہ پر پہنچا تو حیرت ہوئی کہ حضور ﷺ اسی جگہ پر انتظار فرما رہے تھے (1)

حضرت سائب رضی اللہ عنہ تجارت میں حضور ﷺ کے معاملہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ میرے شریک تجارت تھے کتنے اچھے شریک تھے نہ کھینچا تانی کرتے نہ جھگڑا کرتے۔ (2)

حضور سید عالم ﷺ کی انہیں اوصاف مقدسہ سے ہی متاثر ہو کر عرب زمین کی عظیم تاجرہ سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے حضور ﷺ کو شریک تجارت کیا اور پھر آپ اس قدر شدید متاثر ہوئیں۔ کہ آپ کے شریک حیات بننے کی درخواست خود کی اور نکاح میں آئیں۔ کاروباری لائن میں خصوصاً ایفائے عہد بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر تاجر اور خریدار میں یہ صفت نہ ہو تو دونوں طرفوں میں کاروباری معاملات ٹھپ ہو جائیں گے۔ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچے گی کاروبار کا سخت نقصان ہوگا۔ تجارتی لائن میں ”نفع کم بکری زیادہ“ کا ضابطہ نہایت مفید رہتا ہے۔ دکانداری کو فروغ ملتا ہے خریدار متوجہ ہوتے ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار سے گزرتے تو لوگوں سے فرماتے ”تھوڑا نفع واپس نہ کرو کہ کم نفع زیادہ بکری کا سبب بنتا ہے“ (3)

ایک مرتبہ کسی نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کی امیری کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں کاروبار میں تھوڑے نفع کو واپس نہیں کرتا۔ معمولی فائدہ پر بھی مال بیچ دیتا ہوں فرماتے ہیں۔ ایک دن میں نے ایک ہزار اونٹ اصل قیمت پر ہی بیچ دیئے صرف ہر ایک اونٹ کی ایک سی پچی تو وہ ہزار سی ہزار درہم میں بک گئی اس طرح مجھے ہزار درہم بیچ گیا۔ اگرچہ ایفائے عہد، سچائی

(1) ابوداؤد، السنن، فی الصلوٰۃ، الرقم 4344، ص 13/180

(2) ابی داؤد، السنن، فی کراہیۃ المراء، الرقم 4196، ص 12/463

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، ص 2/82

دیانت داری ہر مسلمان کیلئے لازم ہے مگر تاجر کیلئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ عام آدمیوں کی نسبت اس کا تعلق مخلوق خدا سے زیادہ ہے۔ لہذا اشاعت دین میں فائدہ زیادہ ہوگا۔ انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن میں اسلام تاجروں کے حسن اخلاق سے پھیلا ایسے ہی تاجروں کے متعلق فرمایا۔ کہ قیامت کے دن نبیوں اور صدیقیوں کے ساتھ ہوں گے۔ تاجر کو چاہیے کہ خریدار کو پوری دیانتداری سے اچھا صاف صحیح مال دے اور خریدار پر لازم ہے کہ اس کی ادائیگی میں وعدہ کی خلاف ورزی، جعلی نوٹ کی ادائیگی ایسی باتوں سے بچے۔ کاروبار میں تاجر اور خریدار کو چاہئے کہ تحریر کر لیں اس طرح فریقین میں غلط فہمی پیدا نہیں ہوگی تحریر گواہ ہے دونوں میں سے کوئی بھی کسی کو گمراہ نہ کر سکے گا کہ تحریر موجود ہے قرآن مقدس نے بھی اس ضابطہ کو ارشاد فرمایا

اذا تدايتم بدين الى اجل مسمى فكتبوه (1)

جب تم لین دین کا معاملہ کرو تو لکھ لیا کرو اکثر طور پر لکھا نہیں جاتا جو کسی وقت بھی جھگڑے کا باعث بن جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور کاشتکاری

ان دنوں جب جلوہ جاناں کا یہ چوتھا حصہ تحریر کر رہا تھا تو عزیز بیٹے چوہدری محمد اسلم فریدی (آف مینجسٹر) کے کولڈسٹور کے افتتاح پر زراعت کے عنوان پر کی گئی باتیں یاد آگئیں یہ افتتاح ایک بڑے جلسے کی صورت میں ساہیوال کے پڑوس میں تھا، اس میں علاقہ کے ہزاروں کاشتکار، زمیندار شامل ہوئے۔ اس خطاب کا خلاصہ یہ تھا جسے وہاں دلچسپی سے سنا گیا، مناسب سمجھا کہ اس حصہ میں اس عنوان کا اضافہ کر دیا جائے، کہ پاکستان کی معیشت کا خاصہ انحصار کاشتکاری پر ہے، خصوصاً پنجاب تو کاشتکاری میں نمایاں طور پر صف اول میں آتا ہے اور پھر جامعہ فریدیہ سے وابستہ افراد کی خاصی تعداد بھی اسی پیشہ سے تعلق رکھتی ہے۔

انسانی زندگی میں کاشتکاری، حرفت اور صنعت کو جو مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ کوئی

بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک ان معاملات میں گامزن نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے آج پوری دنیا میں تمام ممالک اپنے اپنے نظام کو بہتر بنانے کیلئے انہیں راہوں پر چلنے کو کامیابی بتا رہے ہیں، دنیاوی ترقی، کاروباری عظمت اور ملکی شان و شوکت میں بلند مقام حاصل کرنے کیلئے لوگوں نے تجارت، صنعت اور حرفت کو بہت ترجیح دی مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سب سے بڑا مقام زراعت کا ہے اور یہ قدرت کا کرم ہے اور حسن اتفاق ہے کہ پاکستان کی ترقی، کامیابی اور بہتری کا زیادہ تر انحصار کاشتکاری پر ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری زندگی کو خوشگوار بنانے اور حیات انسانی کو سنوارنے میں پہلا مقام زراعت کا ہی دکھائی دیتا ہے، اسلام نے بھی اسی محکمے کو فروغ دیا ہے اور زمینداروں کو اس میں دلچسپی لینے کیلئے مختلف ارشادات سے نوازا ہے، اس ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس طرح درج ہے

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاكُلُ
مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ بَيْهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ حَسَنَاتٌ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ (1)

جو مسلمان زمین میں درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور پھر اس سے انسان یا جانور کھاتے ہیں تو (اس کسان کو) قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔

اسلام نے زمیندار کو اس کام پر اس انداز میں آمادہ کیا ہے کہ وہ زمیندارہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی سنوارتا رہے، صاحب المدخل نے اسی مقام پر ایک دوسری حدیث پاک بھی درج کی ہے جو اسلام اور زراعت کے تعلق کو مزید گہرا ثابت کرتی ہے، حضور سید عالم فرماتے

ان السلائكة تستغفر للزراع او للغارس مادام

زمرعہ اخضر (2)

جب تک کھیتی ہری رہتی ہے فرشتے اس کے مالک زمیندار، کاشتکار کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اندازہ

(1) البخاری، الجامع الصحيح، فضل الزرع والفرس اذا اكل منه، الرقم 2152، ص 118/8

المسلم، الجامع الصحيح، فضل الفرس والزرع، الرقم 2904، ص 180/8

(2) المدخل، فضل في صفة الفلاحة، ص 473/3

کریں زمیندار کی عظمت کو اسلام نے کس طرح حسین انداز میں بیان فرمایا ہے: صاحب کتاب المدخل نے اسی مقام پر دوسری بات کہی ہے اگر کھیتی باڑی شرعی طریقوں کے مطابق کی جائے تو یہ طریقہ زندگی میں کمائی کے تمام ذرائع سے بہتر، افضل اور کامیاب رہتا ہے۔

وهی اکبر الكنوز المخبأة فی الارض (1)

زمین کے مخفی خزانوں میں سب سے بڑا خزانہ یہی ہے، دوسرے خزانے ختم ہو جاتے ہیں مگر یہ خزانہ ختم ہونے والا نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

توکل اور کسان

بندے کا اپنے رب پر توکل، بھروسہ ایک بلند اعلیٰ اور عظیم روحانی مقام ہے جس کا ذکر قرآن مقدس میں کئی مقامات پر ملتا ہے، ارشاد ہوتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کیلئے کافی ہے۔ اس طرح دوسرے مقام پر ملتا ہے۔

و علی اللہ فلیتوکل المتوکلون (2)

بھروسہ کرنے والوں کو چاہئے وہ خدا پر ہی بھروسہ کریں، امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم میں اس عنوان پر شاندار تبصرہ فرمایا ہے۔ اس ضمن میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد بڑی اہمیت کا حامل ہے، یمن کے کچھ لوگ آپ سے ملے تو آپ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی ہم متوکل ہیں تو آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو، متوکل وہ ہے

من القی حبة فی الارض و توکل علی اللہ (3)

متوکل وہ ہے جس نے زمین میں دانہ ڈالا اور پھر اللہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتا ہے

اب ہم جب کسان کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور اس کے ساتھ یقین سے بھری ہوئی نظر آتی ہے وہ اپنی کمائی سے ہزاروں روپیہ کا قیمتی بیج خرید کر زمین میں ڈال دیتا ہے

(1) المدخل - فصل فی صفة الفلاحہ، ص 472/3

(2) الطلاق 3: 65

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، وان العبد لا یتغنی، ص 173/3

حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جس زمین کے سپرد اس نے اپنے ہزاروں روپیہ کا بیج کر دیا ہے وہ تو لوہا، لکڑی سب کو کھا جاتی ہے تو یہ حقیر سادہ انداز اس کی گرفت سے کیسے بچ سکتا ہے، مگر اس کا یقین ہے اس کا توکل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے خبردار! زمیندار کے بیج کو کھانا نہیں، اُگانا ہے، یہ اس کا توکل ہی ہے کہ غلہ بکھیر کر بظاہر ضائع کر کے قدرت کا کرشمہ دیکھنے کا منتظر رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے توکل، بھروسہ کو اس طرح رنگ دیتا ہے کہ وہی زمین خوبصورت کھیتی اُگاتی ہے جسے دیکھ کر یہ باغ باغ ہو جاتا ہے اور عجز و انکساری سے اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ کیا یہ روحانیت کا بلند مقام نہیں، اگر خدا نخواستہ کسی خرابی کی وجہ سے کھیتی اچھی نہ ہوئی تو نہایت، حوصلہ ہمت سے صبر کرتا ہے اور اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے کیا یہ روحانیت کا بلند مقام نہیں وہ سمجھتا ہے اگر اس صدمے پر وہ صبر نہیں کرے گا تو اس کی آخرت بھی برباد ہوگی، گویا زراعت ایک ریاضت بھی ہے، محنت بھی ہے، خدا سے قرب کا ذریعہ بھی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

کسان سے مخلوق کی وابستگی

اندازہ کریں کسان کی سادہ زندگی کے ساتھ کتنی زندگیاں وابستہ ہوتی ہیں جہاں کسان کی محنت پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے وہاں پر لاکھوں پرندوں اور جانوروں کی زندگیاں بھی اسی کے طفیل رونق حاصل کرتی ہیں ان گنت کیڑے مکوڑے، زمین پر رہنے والے لاتعداد حشرات الارض اس کسان کی صبح و شام خیر مناتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس کی کھیتی سے فائدہ اٹھانے والی مخلوق کی تعداد کتنی ہے تو سر پکڑ کر بیٹھ جائے بظاہر تو کھیتی باڑی کا آخرت سے تعلق بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ انسان نے اپنی زندگی سنوارنے کیلئے کیا ہے مگر جب انسان اخلاص کے ساتھ، نیت کی بہتری کے ساتھ، خدمت خلق کے جذبہ کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی پرورش کیلئے یہ خدمات سرانجام دیتا ہے تو پھر اسے قدم قدم پر رحمت و برکت کا ساتھ ہوتا ہے کہ اسلام کے اندر نیت کو بہت بڑا دخل ہے اگر ان باتوں پر نظر رکھ کر کاشت کرتا ہے اور اس کے پیش نظر امداد باہمی اور انسانی بھلائی کا نظریہ ہے تو پھر وہ اس ارشاد گرامی کا مصداق ٹھہرتا ہے

اللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیه (1)

کوئی بندہ جب اپنے کسی بھائی کی مدد میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

اسلام نے رزق حلال کمانے پر زور دیا ہے وہ طریقہ تجارت ہو یا زراعت حضور اکا ارشاد

گرامی ہے

”طلب الحلال فریضة علی کل مسلم بعد

الفریضة“ (2)

فرائض کے بعد حلال کمائی کا طلب کرنا بھی فرض ہے۔ صاحب کتاب المدخل نے اسی مقام پر

ایک دوسری حدیث شریف بھی نقل کی ہے

”أكل ما أكل الرجل من كسبه يده“ (3)

نسان کا سب سے حلال کھانا وہ ہے جو ہاتھ سے کما کر کھائے۔ حلال کمائی کے اثرات اور فوائد کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا

”من أكل الحلال أربعين يوماً نور الله وجهه

واجبرى يتأبىع الحكمة من قلب على لسانه او کما

قال ﷺ“ (4)

’جو شخص چالیس دن تک حلال کمائی کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو منور کرے گا اور حکمت کے چشمے

اس کے قلب سے جاری کر دے گا جو اس کی زبان سے ظاہر ہوں گے اس کے برعکس حرام کمائی کی

مذمت فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

”كل لحم نبت من حرام فالنار أولى به“ (5)

حرام روزی سے پیدا ہونے والا گوشت جہنم کا زیادہ حق دار ہے۔ اب حلال رزق کی اہمیت کے پیش نظر

(1) المسلم، الجامع الصحيح، فضل الاجتماع، الرقم 4867، ص 212/13

(2) الطبرانی المعجم الكبير، الرقم 9851، ص 400/8

(3) الطبرانی، المعجم الكبير، قطعة من المفقود، الرقم 95، ص 36/19

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، باب فضیلة الحلال، ص 436/1

(5) یوسف 12؛ 67

غور کریں تو کاشتکاری، زراعت اس کی زیادہ حق دار ہے کہ اسے ہاتھ کی کمائی سے تعبیر کیا جائے اس طرح سے ایک عام آدمی بھی ان مبارک احادیث کا مصداق بن سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

کھیتی کو حج پر ترجیح دی

صاحب المدخل نے اپنی اس کتاب میں ایک بزرگ کا ایک عظیم واقعہ نقل کیا ہے جس سے کھیتی باڑی کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں ایک شخص حج کے دن اپنے شیخ کے باغ میں گیا اور انہیں اپنے کام میں مصروف پایا اچانک ایک بدلی کی شکل نمودار ہوئی اور اس کے شیخ کے پاس سے گزری تھوڑی دیر بعد جب وہ حالت ختم ہوئی تو اس نے اپنے شیخ سے پوچھا حضرت یہ کیا معاملہ تھا؟ فرمایا یہ فلاں علاقہ کا قطب تھا جو آیا اور مجھے حج پر جانے کا کہا کہ آج یوم عرفہ ہے چلیں میدان عرفات میں وقوف کریں، تو خادم نے کہا پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ شیخ نے فرمایا، میں نے اس قطب سے معذرت کر لی کہ میں نے آج پہلے سے نیت کر لی ہے کہ آج رات کے فلاں حصہ میں کھیتی کرونگا اس واقعہ سے اندازہ کریں اس شیخ کی نگاہ میں کھیتی باڑی کی کتنی اہمیت ہے کہ عرفات میں جانے سے معذرت کر لی اور اپنی کھیتی باڑی میں مصروف رہے اگر زراعت غیر ضروری ہوتی تو وقوف عرفہ جیسی عظیم دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ جلیل القدر امام عارف باللہ ابن الحاج نے اپنے استاد ابو محمد کا ایک مقولہ اس کتاب المدخل میں نقل کیا ہے۔

”اعلموا ان الہم قد تقاصر عن العبادات

فعلیکم بالزراعة“

لوگ عبادت سے غافل ہو گئے ہیں لہذا اس نازک دور میں تم کھیتی باڑی میں لگ جاؤ

”تحصل الاجور الكثير“ (1)

کثیر نفع حاصل ہوگا، تم چاہو یا نہ چاہو۔ اس مقولہ سے ان کی نگاہ میں کاشتکاری کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

کاشتکار کی نوافل سے بے نیازی

یہی صاحب المدخل اسی مقام پر ایک درویش کا واقعہ نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ افریقہ میں قحط پڑ گیا لوگوں نے نماز استسقاء کی ضرورت محسوس کی کہ یہ عمل بارش کی طلب کے لئے اسلام میں کیا جاتا ہے۔ یہ دو رکعت نماز پڑھنا خدا کی رحمت کو ندادیتا ہے لوگوں نے ایک شخص کو اس وقت کے ایک صاحب دل بزرگ کے ہاں روانہ کیا کہ انہیں درخواست کی جائے وہ بھی نماز میں شامل ہوں اور دعا فرمائیں کہ بارش عطا ہو۔ یہ شخص ان بزرگوں کے گھر پہنچا معلوم کیا پتہ چلا وہ تو ہر اپنے کھیتوں میں کام کرنے گئے ہیں یہ شخص ان کے پیچھے کھیتوں میں چلا گیا اور لوگوں کی درخواست پیش کر دی کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ شامل ہوں یہ بزرگ خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے کچھ دیر بعد اس شخص نے پھر درخواست کی حضور میں واپس جا کر لوگوں کو جواب کیا دوں؟ تو آپ نے فرمایا، اگر میری ایک سانس بھی اللہ کے ذکر سے خالی گئی تو میں اپنے آپ کو برباد کر لوں گا جو شخص اسے بہتر جانتا ہے اسے کھیتی کرنی چاہیے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمیندار کا شکار بزرگ نے نماز استسقاء میں شامل ہونے سے معذرت کر لی ہے اور اپنے کھیتی باڑی کے عمل کو جاری رکھا ہے جس سے اس بزرگ کی نظر میں کاشتکاری کی اہمیت واضح ہو رہی ہے۔ اسلامی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہر دور میں ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے لوگ کھیتوں میں ہل چلاتے اور حیات انسانی کو سنوارتے نظر آئیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں وہ لوگ جن کے پاس زمینیں تھیں وہ ان زمینوں میں نہایت محنت اور دلچسپی سے کام کرتے دکھائی دیتے تھے اور جن کے پاس باغات تھے وہ ان باغوں میں پھل چٹنے نظر آئیں گے۔ قیس بن ابی جعفر فرماتے ہیں ”تمام مہاجرین تہائی اور چوتھائی پر کھیتوں میں کام کیا کرتے تھے اور کھیتی کرنے والے حضرت علی، حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعود قاسم، عروہ سے اس سلسلہ میں جو روایت ہے اس میں آل ابوبکر، آل عمر، آل عثمان، آل علی اور ابن سیرین کا بھی ذکر ہے۔“ (1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر یزید ابن سلمہ کو پودے لگاتے دیکھا تو فرمایا شاباش بہت اچھا کر رہے ہو اب دوسروں کی محتاجی تو نہیں رہی، روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

’اصبت استغن الناس‘ (1)

تم نے اچھا کیا دوسروں کے دست نگر تو نہیں رہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں مدینہ منورہ کے کاشتکار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول تھا کہ کھیتی باڑی بھی کرتے تھے اور باری باری حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر دینی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ درس میں حاضر ہونے والے جا کر اپنے کاشت کار بھائیوں کو وہ ارشاد سنا دیا کرتے تھے اس طرح کاشتکاروں کو دربار گوہر بار میں حاضری بھی ہوتی رہتی اور دینی تعلیم کا سلسلہ بھی نہ رکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

سحری اور کاشت کاری

ذریعہ معاش کے تمام کام طلوع آفتاب کے بعد ہی شروع ہوتے ہیں بازاروں میں تجارت دن چڑھے شروع ہوتی ہے منڈیوں میں کاروبار کا حال بھی یہی ہے۔ صنعت و حرفت کے مرکزی اداروں، کارخانوں، فیکٹریوں کا بھی یہی انداز ہے مزدور دن چڑھے کارخانہ جاتا ہے، دفاتر کی صورت حال بھی کچھ ایسی ہی ہے تمام آفیسر ملازمین مقررہ وقت پر ہی پہنچتے ہیں مگر زراعت کا مسئلہ اس سے بالکل مختلف ہے، دیہاتی زمیندار سحری کے وقت ہی کھیتوں میں کام کرنے کیلئے نکل جاتا ہے، میں نے اپنی دیہاتی زندگی میں تو اسے نہایت اچھی طرح دیکھا ہے اگرچہ آج زمانہ ترقی کر گیا، بیلوں سے ہل چلانا قریباً قریباً ختم ہو گیا پھر بھی لوگ ٹریکٹروں کو لئے صبح صبح ہی کام کرتے ہیں، سحری کا وہ مبارک وقت ہے جب دعائیں قبول ہوتی ہیں، صبح صبح جاگنے اور کھیتوں میں جا کر اپنے کام کے ساتھ اللہ اللہ کرنے کی سعادت بھی زمیندار کو ہی نصیب ہے، زمیندار کا نقصان ہو جانے پر بھی زمیندار کو عظیم اجر ملتا ہے وہ بھی صدقہ شمار ہو جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

عن جابر مرضی اللہ عنہ ما سرق منه له صدقة (2)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، باب فی فضل الکسب، ص 410/1

(2) البانی، مشکوٰۃ، فضل الصدقۃ، الرقم 1901، ص 428/1

جو کچھ اس میں سے چرایا گیا وہ بھی اس کیلئے صدقہ ہوگا۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے اسی مقام پر اس حدیث کو بھی نقل کیا ہے

من احياء مرضاً ميتة فله فيها اجر و ما اكلت منه

العافية منه فهو له صدقه (1)

جس نے کسی بنجر زمین کو کاشت کے قابل بنادیا اس کیلئے اس میں اجر ہے اور اس سے جتنا کسی جاندار نے کھایا وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا اس حدیث شریف سے اندازہ کریں کہ زمیندار میں کاشتکار کا صدقہ خیرات کس قدر ہوتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اسے صدقہ، خیرات کا ثواب ملتا رہتا ہے، کسی بنجر زمین کو قابل کاشت بنانا اسلام میں نہایت مستحسن اقدام ہے جس کا اندازہ صاحب کشف الظنون کی اس عبارت سے ہوتا ہے

لو علم عباده الله مرضاً الله في احياء الامرض لم

ييق في وجه الامرض خراب (2)

اگر انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ بنجر زمین کو آباد کرنے پر اللہ تعالیٰ کس قدر خوش ہوتا ہے تو اس زمین پر کوئی بھی ویرانہ باقی نہ رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

کاشتکار کی دعا

ایک سیدھے سادھے کاشتکار مسلمان کا جو اللہ تعالیٰ کے حضور مقام ہے وہ قابل فخر ہے، دعا قبول ہونے میں ایک بڑی رکاوٹ رزق حرام بھی ہے، اللہ کا شکر ہے کاشتکار خاصی حد تک رزق حرام کی بیماری سے بچا ہوتا ہے جب کوئی کسان اپنے اس معاش کو اخلاص، خدا خونی اور خدمت خلق کے جذبہ سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول بھی فرماتا ہے صاحب المدخل نے اپنی اسی کتاب کے ص ۳۷۳ میں ایک کاشتکار کی دعا کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

مشہور شہر نالس کے ملحقہ گاؤں کا ایک نوجوان جذام کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اس کے لواحقین

(1) البانی، مشکوٰۃ، فضل الصدقہ، الرقم 1916، ص 431/1

(2) محاضرات اسلامیہ، ص 145

اسے علاقہ کے ایک مشہور طبیب کے پاس لے گئے اس نے دیکھتے ہی کہا اس مرض کا علاج میں نہیں کر سکتا آپ لوگ اسے عیسیٰ علیہ السلام کے کسی حواری کے پاس لے جائیں وہ لوگ ناامید ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں ایک سادہ لوح کا شکار ملا جو اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا اس کا شکار نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو وارثوں نے ساری بات بتادی کہ یہ مریض ہے اس کا علاج عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی حواری ہی کر سکتا ہے ہم ایسے حواری کی تلاش میں ہیں اس پر وہ سادہ لوح کسان اپنا کام بند کر کے جذبات محبت میں کہتا ہے کیا حضور کا کوئی خادم یہ کام نہیں کر سکتا، لاؤ وہ مریض چنانچہ مریض کو کسان کے سامنے بٹھا دیا گیا اس نے مریض کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، بس کیا تھا یہ پرانا اور مہلک مرض دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحات میں ختم ہو گیا اور وہ لڑکا تندرست ہو گیا (1)

معلوم ہوا کہ کاشتکاری میں خدا شناسی بھی ہے اور خدا آشنائی بھی ہے۔

محاضرات اسلامیہ ص ۱۴۵ میں اسی عنوان کی اہمیت پر عالم اسلام کے مشہور فلسفی ابن حزم اندلسی کی یہ تحریر کاشتکاری کی عظمت کو مزید بلند کر رہی ہے فرماتے ہیں

اعلموا ان اللذة والسلامة والعز والاجر في اصحاب
فلاحة الارض (2)

زندگی کی حقیقی لذت، عزت اور اجر کھیتی کرنے والوں میں پائی جاتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور محنت

آج ہمارے معاشرے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی پیدا ہو چکی ہے کہ فیکڑی کا مالک اپنے مزدور کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ سب لوگ اس کے غلام ہیں، کارندے ہیں اور ان سے حسن سلوک کی بجائے زیادتیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور یہ بات بھول جاتا ہے کہ جس خدائے قدوس کا بندہ یہ مالک خود ہے اسی کا ہی بندہ وہ

(1) المدخل، ص 3/473

(2) محاضرات اسلامیہ، ص 145

مزدور بھی ہے وہی خدا ہے جس نے اس کو امیر بنا دیا اور اسے اس سے مالی حیثیت میں کم درجہ میں رکھا، سرکش دولت مند قدرت کے اس ضابطہ کو بھول جاتا ہے

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر (1)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے رزق کی فراخی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم دیتا ہے اس ارشاد گرامی کا یہ مطلب نہ سمجھ لیا جائے کہ رزق حاصل کرنے کے لئے کسی محنت کوشش کا کوئی تعلق نہیں انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ نے اپنی اپنی قوموں کے سامنے خود محنت کر کے دکھائی کہ آنے والی نسلوں کے محنت کشوں کو یہ شرف انسانیت حاصل رہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے ہم پیشہ ہیں اور انہیں یہ احساس رہے کہ محنت میں عظمت ہے مزدوروں محنت کشوں کا بارگاہ رسالت میں کس قدر مقام تھا اس سے واضح ہے حضور سید عالم ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا جس کے ہاتھوں میں محنت مزدوری کرتے کرتے گانٹھیں بڑ گئی تھیں تو ارشاد فرمایا

یہ وہ ہاتھ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پیارا ہے، دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا یہ گانٹھیں اس کے جنت میں جانے کے لئے کافی ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کو محنت کشوں مزدوروں سے کس قدر پیارا تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے ایک درزی نے حضور ﷺ کی ضیافت کا اہتمام کیا اور کھانے کی دعوت دی سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا درزی نے روٹی اور شور بادستر خواں پر رکھا اس شور بے میں کدو کے ٹکڑے تھے میں نے دیکھا حضور ﷺ پیالے میں سے کدو ڈھونڈ کر تناول فرماتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی دن سے کدو کو پسند کرنے لگے (2)

اسلام نے جو محنتی اور مزدور کو معاشرے میں مقام دیا ہے اس کا کسی نظام میں جواب نہیں ملتا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کارل مارکس (مشہور یہودی) کی تعلیم میں مزدور کو اجاگر کیا گیا ہے یہ محض کہانی ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں کارخانہ دار اور مزدور کے درمیان جو صورت حال جھگڑا پیدا کرتی ہے وہ مزدور کو مزدوری دینے کا مسئلہ ہے اسلام نے اس کی جلد ادائیگی کو کس قدر اہمیت دی ہے وہ حضور ﷺ کے اس

(1) الرعد 26:13

(2) البخاری، الجامع الصحیح، ذکر الغیاط، الرقم 1950، ص 270/7

ارشاد سے واضح ہے ”مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو“ (1)

حضور سید عالم ﷺ کے اس مختصر ارشاد میں کس قدر جامعیت ہے صلح اتفاق اور پیار و محبت کا کس قدر اہم پیغام ہے جو دنیا کے کسی نظام میں نظر نہیں آتا پھر مزدور کو مزدوری ادا نہ کرنے کے سلسلہ میں کارخانہ دار کو شدید وعید فرمائی گئی ہے جو مزدور کی اہمیت، اس سے پیار کو اجاگر کر رہی ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے دن میں تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا ایک اس شخص سے جس نے میرے نام پر عہد کیا پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا اس شخص سے جس نے آزاد انسان کو بیچ ڈالا، تیسرا اس شخص سے جس نے مزدور سے پورا پورا کام لیا اور پھر مزدوری نہ دی (2)

مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان جھگڑا نہ پیدا ہونے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل صورتیں پیش نظر رہیں تو کافی حد تک امن رہ سکتا ہے۔

- 1 اجرت جلد ادا کی جائے
- 2 اجرت طے کر کے کام شروع کیا جائے
- 3 معاوضہ معقول ہو
- 4 وقت کا تعین ہو کہ مزدور نے کس وقت سے کس وقت تک کام کرنا ہے
- 5 مزدور بھی اپنی دیانتداری سے اور محنت سے کام کرے وقت ضائع نہ کرے
- 6 مزدور پر مناسب نگرانی کا اہتمام کر لیا جائے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں محنت کی عظمت

اگرچہ مزدور کی زندگی بڑی کٹھن ہے دکھ بھری ہے کہ اس میں محکومیت ہے مالک کا دباؤ برداشت کرنا ہے، اس کے حکموں کی تعمیل ہے، سختی کو ملازمت سے ہٹا دیئے جانے کا خطرہ، ہر لمحہ دامن گیر ہے، تاہم مزدوری اور محنت کرنے والے کیلئے کچھ خوشخبریاں بھی ہیں جن میں پہلی خوشخبری تو یہ ہے

(1) ابن ماجہ، السنن، اجرا الاجراء، الرقم 2434، ص 294/7

البیہقی، السنن الکبری، ص 120/6

(2) ابن ماجہ، السنن، اجرا الاجراء، الرقم 2433، ص 293/7

کہ محنت مزدوری کو انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنایا ہے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی آٹھ سال تک بکریاں چرائی ہیں، (1)
قرآن مقدس میں سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا مقولہ درج ہے

ان ربی یدعوك لیجزیک اجر سقیمت لنا (2)

میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو ہمارے جانوروں کو پانی پلانے کی اجرت دیں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے زر ہیں بنا کر اپنا گذر اوقات فرماتے تھے (3)
خود حضور سید عالم ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں محنت و مزدوری کے واقعات ملتے ہیں ان امور و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ مزدور اور محنتی شخص کو یہ شرف انسانیت حاصل ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل پیرا ہے اور یہ سعادت اس کا تاج سکندری ہے، حضور ﷺ کی نگاہ پاک میں محنت، مزدوری کرنے والے کا کس قدر مقام ہے وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے ایک صحابی کے ہاتھ محنت مزدوری کرتے کرتے کھر درے ہو گئے، گانٹھیں پڑ گئیں، حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا

تلك ید یحبہا اللہ و رسولہ

یہ وہ ہاتھ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پیارا ہے، حضور سید عالم ﷺ نے خود کام کر کے محنت کر کے مزدور کی عظمت کو چار چاند لگائے، مزدوری کا مقام بلند کر دیا، مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں خود حضور ﷺ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے یہ محنت اور مزدوری کو شرف بخشا تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور ﷺ کو اس طرح کام کرتے دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن قعدنا والرسول یحمل

لذاک العمل المضلل (4)

ہم بیٹھے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کام کریں یہ تو بڑی گمراہی ہے

(1) القصص 27:28

(2) القصص 25:28

(3) النساء 11:34

(4) ابوالفتح، عیون الآثار، ص 257/1

ابن کثیر، السیرة، ص 306/2

خندق کھودنے میں حضور ﷺ نے بھرپور حصہ لیا جس سے پتہ چلتا ہے، آپ نے محنت کو کس قدر شرف بخشا ہے، آپ کا ایک مختی غریب صحابی کے گھر کھانا کھانے کیلئے جانا کس قدر اہم واقعہ ہے، بخاری شریف باب الخیاط میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ساتھ تھا، رازی نے شور با پیش کیا جس میں کدو تھا، انس فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ کدو کے کلڑے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تناول فرما رہے ہیں، اُسی دن سے میں کدو کو پسند کرنے لگا۔ (1)

حضور ﷺ نے محنت کش کے کھانے کو محبت سے پسند فرمایا، یہ بھی محنت کش کی عظمت کی دلیل ہے، اسی سلسلہ میں محنت کی عظمت ایک اور حدیث شریف سے بہت نمایاں ہے، حضور ﷺ نے اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے ایک مختی کی بیوی ام سیف کے سپرد فرمایا تھا، وہ دودھ پلانے کا فریضہ انجام دیتی تھیں، یہ مختی صحابی لوہے کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو میں بھی ساتھ ہوتا تھا، گھر میں دھواں بھرا ہوتا تھا، حضور ﷺ نفرت نہ فرماتے اسی جگہ بیٹھ جاتے، آج کل مالک اور مزدور میں آئے دن جھگڑا رہتا ہے، مالک اپنی منوانا چاہتا ہے، مزدور اپنا حق جتواتا ہے، اس ضمن میں اگر چند ایک باتیں طے کر لی جائیں تو معاملہ ختم ہو سکتا ہے، پہلی بات تو یہ ہو کہ کام ختم ہوتے ہی مزدوری ادا کر دی جائے، مزدور جو کئی کئی دن تک مالک کے دھکے کھاتے ہیں، جھگڑا کرتے ہیں اور بد امنی پیدا ہوتی ہے، یہ تصادم ختم ہو جائے گا۔ ابن ماجہ شریف ص ۷۸ میں مزدوری کو جلد ادا کرنے کا ارشاد اس طرح ملتا ہے، مزدور کی اجرت کو اس کا پسینہ ختم ہونے سے پہلے ادا کر دو، (2)

حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی، صلح، محبت کی طرف ایک واضح ضابطہ ہے جسے اپنایا جانا چاہئے۔ مزدور کو مزدوری دینے کے سلسلہ میں بخاری شریف کتاب الاجارہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح بھی ملتا ہے، آپ نے فرمایا میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا، ایک وہ جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر توڑ ڈالا، دسرا وہ جس نے آزاد انسان کو

(1) البخاری، الجامع الصحيح، ذکر الخیاط، الرقم 1950، ص 270/7

(2) الاحمد، المسند، مسند انس بن مالك، الرقم 12544 ص 91/26

ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 267/3

بچ دیا، تیسرا وہ جو شخص جس نے مزدور کو مزدوری پر لگایا اور مزدوری نہ دی (1)

اسلام نے مزدور کی اہمیت کو بیان کیا ہے اس ضمن میں اگر یہ تین اصول اپنائے جائیں تو مالک اور مزدور کی تلخی ختم ہو سکتی ہے،

(۱) اجرت جلد دی جائے

(۲) اجرت مناسب ہو

(۳) اجرت طے ہو۔

شہروں میں تو عموماً مزدور کو اجرت مل ہی جاتی ہے مگر دیہات میں زمیندار طبقہ اس شدید جرم کا مرتکب بنا رہتا ہے کہ وہ مزدور اس کی رعایا میں شامل ہے لہذا اس سے جو چاہے کام لے، مزدوری دے یا نہ دے (خدا پناہ) یہ غریب پر زیادتی ہے، ظلم ہے۔ جہاں اسلام نے مزدور کے حقوق کا یقین فرمایا اور اس کی عظمت کو بڑھایا ہے، وہاں پر مزدور کیلئے بھی چند پابندیاں عائد کی ہیں۔

(۱) مالک کے ساتھ پر غلوص تعاون کرے۔

(۲) مزدور سختی بھی ہو

(۳) کام کو پوری دیانتداری سے کرے

اگر مزدور کام میں سستی کرتا ہے، وقت مالتا ہے یا اس مزدوری کے دوران اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو یہ صورتیں اس کی روزی کو حرام بنا دیں گی۔

سیدنا ابراہیم اہم علیہ الرحمہ مزدوری کرتے تو کئی مرتبہ مزدوری لینے سے انکار کر دیتے کہ کہیں اُن سے کام کرنے میں سستی نہ ہو گئی ہو، مزدور کے فرائض میں ایک یہ بھی ہے کہ مالک کے ساتھ معاملات میں امن، پیار کو بھی فروغ دے، پوری دیانتداری اور انصاف سے کام کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین محبت ہے

اسلامی معاشرہ کے خصائص میں ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے

پیار محبت کا درس دیتا ہے جس سے معاشرہ میں اصلاح نمودار ہوتی ہے اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی جسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

لیس منا من لہ یرحم صیغرنہ ولہ یوقر کبیرنا

ولہ یأمر بالمعروف ولہ ینہ عن المنکر (1)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چھوٹے پر شفقت اور بڑے کی تعظیم نہ کرے اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں۔ اندازہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کس قدر پیار و محبت کا درس دے رہا ہے، بڑوں کو پابند کیا جا رہا ہے کہ چھوٹوں پر رحم کریں، چھوٹوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ بڑوں کی تعظیم کریں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے خود رک جائیں اور دوسروں کو روکیں اگر ہم میں یہ عادات پیدا ہو جائیں تو اسلام کی عظمت، ایمان کی تکمیل کے واضح نشانات ہیں۔

اسی پیار و محبت کے عنوان سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے

واللہ لایومن واللہ لایومن واللہ لایومن قیل من یا

مرسول اللہ قال الذی لایأمن جأمرہ بوائقہ (2)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا؟ فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اُسکی شرارتوں سے ڈرتا ہو۔ پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم درس محبت ہے، ایمان دار کی شان اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اس کے پڑوسی اس کے شر سے بچے رہیں، امن میں رہیں اس کے حسن سلوک کے باعث اطمینان کی زندگی گزار سکیں، پڑوسی سے محبت اور اُس سے حسن سلوک کا ذکر ایک دوسرے ارشاد میں اس طرح ہے

(1) ابوداؤد، السنن، فی الرحمۃ، الرقم 4292، ص 13/105

الترمذی، السنن، باب مرحمت الصبیان، الرقم 1842، ص 7/155

(2) الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 7539، ص 16/80

البیہقی، شعب الایمان، فعل یقول العطس فی جواب التشبیت، الرقم 9212، ص 20/22

قال مآزال جبریل یوصینی بالجاسر حتی ظننت انہ

سیومرئہ (1)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل (علیہ السلام) مجھے ہمیشہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک، پیار و محبت کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسکو جائیداد میں وارث بنادیں گے۔

اس ارشاد میں یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ پڑوسی سے حسن سلوک، ہمدردی کا حکم ہے یہ پڑوسی کسی نظریہ کا ہی کیوں نہ ہو، اس سے زیادتی نہ کی جائے، اس کا حق نہ مارا جائے اس کے دکھ میں حسب استطاعت ہاتھ بٹایا جائے، اس دور میں جب ہر طرف جنگ ہی جنگ کا منظر دکھائی دیتا ہے، اس فتنے کو صرف اور صرف اسلام کے اصولوں کے پیش نظر ہی حل کیا جاسکتا ہے، بڑے بڑے شہروں میں تو یہ حال ہے کئی کئی سالوں تک پڑوسی کو پڑوسی کا تعارف بھی نہیں ہوتا، ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا تصور ہی نہیں ہوتا، اسلام اجنبیت کو پیار میں بدلتا ہے اور پیار و محبت سے رہنے کا حکم دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ایک ارشاد اس طرح ملتا ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ فلاں عورت نمازیں پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے مگر اپنی زبان درازی سے پڑوسیوں کو تنگ کرتی ہے،

قال ہی فی الناس

فرمایا وہ دوزخی ہے پھر عرض کی گئی حضور فلاں عورت نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ میں کمی کرتی ہے مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی

قال ہی فی الجنة (2)

فرمایا وہ جنتی ہے۔ ان روایات سے کس قدر پیار و محبت سے رہنے کا درس ملتا ہے ایسا حسین انداز معاشرہ اسلام کے بغیر کہیں نہیں ملتا۔

محبت کے عنوان پر پوری ملت اسلامیہ متفق ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے کچھ لوگ کہتے ہیں محبت کا معنی اطاعت و بندگی ہے، اطاعت کا ہونا محبت ہے یہ

(1) البخاری، الجامع الصحیح، الوصاة بالجاسر، الرقم 5555، ص 430/18

ابوداؤد، السنن، فی حق الجواسر، الرقم 4485، ص 365/13

(2) الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 9298، ص 341/19

الحاکم، المستدرک، حدیث عبد اللہ بن عمر، الرقم 7412، ص 151/17

مفہوم اس لئے کمزور ہے کہ اطاعت تو محبت کے تابع ہے کسی سے محبت ہوگی تو اسکی اطاعت ہو سکے گی، محبت کا وجود اطاعت سے پہلے لازمی ہے۔ اس محبت کے عنوان پر قرآن حکیم کا ارشاد واضح ہے جو محبت کے وجود پر دلیل ہے

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (1)

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کے بہت سے ارشادات گرامی سے واضح ہے

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُكُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أَحِبًّا

مِمَّا سِوَاهُمَا (2)

کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نزدیک ان کے ماسویٰ سے محبوب تر نہ ہوں، دوسری حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحِبًّا إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (3)

بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

اسی محبت کے عنوان کو قرآن مقدس نے بہت واضح طور پر اس طرح ارشاد فرمایا

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ (4)

کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں خاندان، مال اور تجارت جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور رہائش گاہیں جنہیں پسند کرتے ہو اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو عذاب کا انتظار کرو۔

(1) المائدہ 5: 54

(2) الاحمد، المسند، مسند انس بن مالك، الرقم 12676، ص 223/26

(3) المسلم، الجامع الصحيح، باب في الوجوب محبة الرسول، الرقم 62، ص 155/1

النسائي، السنن، علامة الايمان، الرقم 4928، ص 212/15

(4) التوبة 24: 9

حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اس طرح دعا بھی ملتی ہے

اللهم امرزقني حبك وحب من احبك

اے اللہ مجھے اپنی محبت کا رزق عطا فرما اور اسکی محبت عطا فرما جس نے تجھے محبوب جانا

وحب ما يقربني الي حبك (1)

اور اس عمل کی محبت عطا کر جو مجھے تیرے قریب کر دے۔ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا کچھ تیار کیا ہے؟ عرض کی حضور بہت سی نمازیں اور بہت سے روزے تو جمع نہیں ہو سکے مگر مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے تو فرمایا

المراء مع من احب (2)

آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش ہوتے نہ دیکھا جتنا حضور ﷺ کے اس ارشاد پر خوش ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے محبت الہی کا مزہ چکھ لیا یہ مزہ اسے دنیا سے الگ تھلگ کر دیتا ہے۔ (3)

حضرت عبدالواحد زید فرماتے ہیں میرا گزرا ایک ایسے شخص پر ہوا جو برف میں سوتا تھا میں نے پوچھا تجھے سردی نہیں لگتی اس نے کہا جو شخص محبت الہی میں گرم رہتا ہے اسے سردی محسوس ہی نہیں ہوتی۔ سیدنا سری سقطی فرماتے ہیں قیامت کے دن جن لوگوں پر محبت الہی غالب نہ ہوگی، انہیں ان کے انبیاء علیہم السلام کے ناموں سے پکارا جائے گا، اے قوم موسیٰ، اے قوم عیسیٰ، اے امت محمد (ﷺ) مگر جن لوگوں پر محبت الہی کا غلبہ ہوگا انہیں اس طرح بلایا جائے اے اولیاء اللہ، خدائے پاک کی طرف چلو اور اس وقت ان کی خوشی کی انتہاء نہ ہوگی، دل خوشی کے مارے سینوں سے باہر آنا چاہیں گے۔

ہرم بن حیان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے تو بس اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، اسی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور جب توجہ کا

(1) ابن ابی شیبہ، المصنف، الرقم 78، ص 90/7

(2) البخاری، الجامع الصحیح، علامة حب اللہ، الرقم 5702، ص 145/19

المسلم، الجامع الصحیح، المراء مع من احب، الرقم 4779، ص 95/13

(3) البخاری، الجامع الصحیح، حب الرسول، الرقم 14، ص 24/1

لطف اٹھاتا ہے، وہ اپنے جسم کے لحاظ سے تو دنیا میں رہتا ہے مگر روح کے لحاظ سے آخرت سے وابستہ رہتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کے لئے بہت بڑا مقام ہے جب اسکی رضا میں سب امیدیں مل جاتی ہیں تو اسکی محبت کا عالم تو اور بڑا مقام ہوگا اور پھر محبت جب مدہوش کر دیتی ہے تو پھر مودت کا عالم کیا ہوگا، مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے پھر اس سے آگے اس کے لطف و کرم کا دروازہ ہے اس کا عالم کیا ہوگا۔ یہی حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں ایک رائی کے برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی اُس عبادت سے بہت آگے ہے جس میں محبت نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

عنوان محبت پر حرف آخر

قلب سلیم کی حسین ترین صفت محبت پر حرف آخر کے طور پر اس حدیث شریف کو پیش کیا جاسکتا ہے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا

لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ

وولده والناس اجمعین او کما قال ﷺ - (1)

”کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کی محبت ایمان کی اصل ہے یہ تو ایمان ہے ورنہ ایمان ہے ہی نہیں۔

اگر صرف خدائے قدوس جل مجدہ پر ایمان لانے سے بندہ کو مومن کہا جائے تو تمام ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی مومن کہلانے کے حقدار ہوں گے کہ خدائے قدوس کو تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح مانتے ہیں۔

حضور ﷺ کی محبت ایمانیات میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے امام قسطلانی نے اس عنوان پر نہایت جامع بیان ارشاد فرمایا۔

ۛ شراب عشق احمد کی عجب پر کیف مستی ہے

کہ جاں دے کر اگر اک بوند مل جائے تو سستی ہے
دوسرے مقام پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

”والذی نفسی بیدۃ لایومن احدکم حتی اکون

احب الیہ من والدۃ وولدة والناس اجمعین (1)

اس ارشاد گرامی میں قسم اٹھا کر بیان ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ اور اس کی اولاد سے
زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ یہی عنوان محبت تیسری جگہ اس طرح ملتا ہے

”حتی اکون احب الیہ من اہلہ ومالہ والناس

اجمعین“ (2)

”جب تک میں اس کے گھر والوں سے اور اس کے مال اور تمام لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں“۔ یہی
عنوان محبت ایک اور مقام پر اس طرح ملتا ہے فاطمہ بنت عتبہ سے روایت ہے
”واللہ لایکون احدکم مومنا حتی اکون احب الیہ

من ولدة ووالدة“ (3)

”اللہ کی قسم تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے ماں باپ سے
زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں“ یہی عنوان محبت ایک اور مقام پر اس طرح درج ہے

”لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ

واہلی احب الیہ من اہلہ و عترتی احب الیہ من

عترتہ“ (4)

اس حدیث کو عبد الرحمن بن ابی لیلی نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے ”تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا
جب تک میں اسے خود اس کی ذات سے پیارا نہ ہو جاؤں اور جب تک میرا خاندان اسے اپنے خاندان

(1) البخاری، الجامع الصحیح، الرقم 6142، ص 314/20

(2) المسلم، الجامع الصحیح، فی وجوب محبت الرسول، الرقم 62، ص 155/1

(3) کنز الاعمال، ص 34/1

(4) کنز الاعمال، ص 34/1

سے زیادہ پیارا نہ ہو جائے۔“

کتب احادیث کے مطالعہ سے ایسی بے شمار روایات مل سکتی ہیں جن سے یہ بات واضح اور کھلی ہے کہ ایمانیات کے اندر حضور ﷺ سے محبت اور پیار کو مرکزیت حاصل ہے۔ لاکھ عبادات ہوں مگر دل حضور ﷺ کی محبت سے خالی ہوگا تو سب کچھ بے کار خدائے قدوس پر ایمان اور اس سے محبت بھی اُسی وقت مفید ہوگی جب رسول اللہ ﷺ کی ذات پر ایمان ہوگا اور ان سے محبت ہوگی۔ یہی عنوان محبت ایک اور حدیث شریف سے یوں ملتا ہے ابو زین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا ہے تو حضور ﷺ نے جواباً فرمایا تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ لا شریک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے عبد اور رسول ہیں۔ اور یہ کہہ کہ اللہ اور اس کا رسول تجھے ان کے سوا زیادہ محبوب ہیں اگر تو اس طرح ہوا، تو تیرے دل میں ایمان کی محبت اس طرح داخل ہوگی جیسے سخت گرمی میں پیاسے کے لئے (دل میں) پانی کی محبت داخل ہوتی ہے۔ (1)

یہی مقدس عنوان ایک اور مقام پر اس طرح ملتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

”لَنْ يَوْمَنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

نَفْسِهِ“ (2)

تم میں سے ہرگز کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی ذات سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) کنز العمال، ص 78/1

(2) الاحمد، المسند، حدیث عبداللہ بن ہشام، الرقم 17355، ص 487/36

محبت کی جھلکیاں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان محبت کے ساتھ چند ایک واقعات محبت بھی ذکر ہو جائیں۔ ہر صحابی مستقل اور ایک مکمل داستان عشق تھا۔

محبوب ترین چہرہ

مسلم شریف کتاب الحمیاد والیسیر میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک واقعہ اس طرح درج ہے۔ اسلام سے قبل انہیں بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے انہیں مسجد نبوی شریف کے ستون سے باندھنے کا حکم فرمایا۔ شرف ملاقات نصیب ہوا تو حضور ﷺ نے انہیں چھوڑ دینے کا حکم فرمایا یہ قریب ہی کے ایک باغ میں گئے غسل کیا اور پھر حاضر ہو کر اسلام قبول کیا جن الفاظ سے انہوں نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا وہ ملاحظہ ہوں، عرض کرتے ہیں

”یا محمد واللہ ما کان علی الارض وجہ ابغض الیّ

من وجہک فقد اصبح وجہک احب الوجوہ کلہا

الیّ الی آخر‘ (1)

’اے پیارے محمد ﷺ مجھے رب قدوس کی قسم ہے روئے زمین پر مجھے آپ سے زیادہ ناپسند کوئی شے نہ تھی مگر اب (قبول اسلام کے بعد) آپ کے چہرہ انور سے بڑھ کر کوئی شے محبوب نہیں آپ کے دین سے زیادہ پسندیدہ کوئی دین نہیں، آپ کے شہر سے زیادہ پیارا کوئی شہر نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

آنکھوں کی ضرورت بھی نہیں

قسطانی المواہب اللدنیہ میں سیدنا عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انداز محبت عقیدت کا اس طرح ذکر ملتا ہے۔ آپ باہر اپنے کھیتوں میں کام پر تھے کسی نے خبر دی عبداللہ! حضور ﷺ کا

(1) ابوالفتح، عیون الاثر، ص 64/2

الصالحی، سبیل الہدی والرشاد، ص 72/6

وصال ہو گیا ہے فوراً بے خود ہوئے اور ہاتھ سے درانتی گر گئی بارگاہ قدس میں دعا عرض کی

”السلم اذهب بصری حتی لا امری احداً بعد حبیبی

محمد ﷺ“ (1)

اے اللہ میری بینائی ختم کر دے کہ میں اب حضور ﷺ کے بعد کسی کو دیکھ ہی نہ سکوں۔ لوگوں نے ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کیا تو فرمایا اب مجھے ان کی ضرورت ہی نہ تھی، یہ محبوب پاک کی ذات کے لئے تھیں وہ نہیں رہے تو ان کی ضرورت بھی نہیں، کسی کو فرماتے یہ دونوں آنکھیں میرے دل کے دروازے تھے جن سے محبوب کریم (ﷺ) دل میں تشریف لے جاتے۔ اب ڈر لگا کہیں ان دروازوں سے کوئی اور اندر نہ چلا جائے اس لئے خود ہی دعا کر دی تھی کہ یا اللہ بینائی ختم کر دے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

کفن کی تمنا

بخاری شریف کتاب الادب میں ایک صحابی کا واقعہ درج ہے کسی خاتون نے بارگاہ رسالت میں ایک چادر پیش کی جسے حضور ﷺ نے قبول فرما کر پہن لیا اور صحابہ میں تشریف لائے ایک صحابی نے اس حسین چادر کو دیکھا اور عرض کی یہ مجھے عطا فرما دیجیے اس کی یہ درخواست صحابہ کرام کو پسند نہ آئی اور اس سے کہا تجھے اچھی طرح پتہ ہے۔ حضور ﷺ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی تو نے پھر کیوں مطالبہ کیا۔ تجھے یہ بھی پتہ ہے کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو مسترد بھی نہیں فرماتے، اس جلیل القدر صحابی نے جواب دیا میں نے چادر کا سوال اس لئے کیا

”مرجوت برکتها حين لبسها النبي ﷺ لعلی

اکفن فیہا“ (2)

میں نے اس بابرکت چادر کا مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ مجھے اس چادر میں کفنا یا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) قسطلانی، ص 2/94

(2) البخاری، الجامع الصحیح، حسن الخلق، الرقم 5576، ص 18/462

باپ کا قتل

مدینہ منورہ کے مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے حضور ﷺ کو ابن ابی کبشہ کے الفاظ سے یاد کیا (جو گالی تھی) اس کے لئے عبید اللہ بن عبداللہ نے (جو حضور کے جاں نثار صحابی تھے) بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور اجازت فرمائیں تو اپنے باپ کو قتل کر کے اس کا سر آپ کو پیش کر دوں۔ فرمایا نہیں وہ تیرا باپ ہے اس سے نیکی کر حسن سلوک سے پیش آ، یہ محبت رسول ﷺ تھی جس نے باپ کا قتل کرنا بھی آسان کر دیا کہ وہ دشمن رسول تھا۔

اسی مقام پر حضور ﷺ کی کمال رحمت، کمال حوصلہ کا بھی اندازہ کریں اپنے دشمن کو قتل کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

جنون بلالی

سیرت حلیمیہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ عشق و محبت اس طرح درج ہے۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ شدید پریشان رہے، سکون نہ تھا اسی اضطراب میں آپ شام چلے گئے۔ اور وہاں پر حلب شہر میں ٹھہر گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے فرمایا، مدینے کب آؤ گئے۔ بس بیدار ہوئے تو مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اہل مدینہ کو علم ہو گیا تھا، بلال آرہے ہیں۔ استقبال ہوا اور فقی کا عجیب عالم تھا، گویا تصور تھا۔

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی بتاتی ہے تجلی نقش پا کی

قبر انور پر حاضری دی اور عرض کی حضور غلام حاضر ہو گیا ہے۔ بے خود ہو کر گر گئے ہوش میں آئے تو ان سے درخواست کی گئی۔ کہ اذان تو پڑھ دیں، تو معذرت فرمائی کہ اب کیسے پڑھ سکوں گا۔ حضور انور ﷺ کا جمال اقدس تو سامنے ہے نہیں۔ کسی نے مشورہ دیا حسنین کریمین کی سفارش کرواؤ۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بلال وہی اذان سناؤ جو حضور ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔ اب انکار نہ ہو سکا جب آپ نے

اشھدان لا الہ الا اللہ

کہا تو پورا مدینہ منورہ گونج گیا۔ جب

اشھدان محمد رسول اللہ

کہا تو لوگ دیوانہ وار روتے ہوئے گھروں سے باہر آ گئے اور کہا اللہ کے رسول ﷺ آ گئے۔ (کہ اذان میں وہی درد تھا، وہی کیف تھا، وہی جنون تھا، وہی وارفتگی تھی۔ جو حضور ﷺ کی زیارت کے وقت ہوتی تھی۔ اب اس مرتبہ فراق اور تڑپ میں مزید اضافہ تھا) جس قدر فراق اور رونا اس دن تھا۔ پھر اس کے بعد یہ عالم کبھی مدینہ منورہ میں نہیں دیکھا گیا۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

فراق حٹانہ

حضور ﷺ سے انسانوں کا پیار و محبت تو ہے ہی لکڑی کے جس ستون سے ٹیک لگا کر حضور ﷺ وعظ فرماتے تھے۔ جب آپ کیلئے منبر تیار کر کے لایا گیا۔ اور حضور ﷺ اس لکڑی کے ستون سے ہٹ کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ تو یہ ستون فراق محبوب میں رویا۔ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فصاحت النخله صباح الصبي ثم نزل النبي ﷺ

فضمها اليه۔ (2)

کھجور کا تنا بچوں کی طرح رویا تو حضور رحمتہ للعالمین نے منبر سے اتر کر اسے اپنی آغوش رحمت میں لیا۔ تو اس پر سکیاں لیتے ہوئے چپ ہو گیا۔ سنن دارمی کے یہ الفاظ ہیں

فلما اتخذ المنبر تحول اليه فحن الجذع۔

جب حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے تو یہ ستون رویا۔

نبیہتی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔

(1) سیرت ہلبیہ، ص 308/2

(2) البخاری، الجامع الصحیح، النجاشی، الرقم 1953، ص 275/2

البیہقی، السنن الکبری، ص 195/3

فسمعنا لذلك الجذع صوتاً - (1)

ہم نے اس تنے کے رونے کی آواز سنی۔

درد و محبت کے اس حیران کن واقعہ کو میں نے اپنی کتاب مدینۃ الرسول میں تفصیل سے ذکر کیا ہے اس عنوان پر اس کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مثنوی شریف میں نہایت محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے اس ستون سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔

مسند من بودم از من تاختی بر سر منبر تو مسند ساختی

حضور پہلے تو آپ مجھ سے ٹیک لگاتے تھے پھر آپ نے منبر شریف کو اپنا مسند بنا لیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے کھجور کا درخت بنا دیا جائے۔ یا پھر تجھے جنت کا درخت بنا دیا جائے۔ اس نے عرض کی حضور مجھے وہی پہلا اعزاز ہی بخشا جائے، پھر اس ستون کو دفن کر دیا گیا تاکہ قیامت کے دن انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چہرہ نبوی ورق قرآن ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ سے پیار و محبت تھا یہ ایک طویل داستان ہے۔ دنیا بھر کے کسی راہنما کے ساتھ اس کے وابستگان کی یہ کیفیت نہیں۔ حجامت بنوائی ہے تو ایک ایک بال حاصل کرنے میں ٹوٹ پڑے ہیں۔ وضو فرمایا تو پانی کے ایک ایک قطرہ کیلئے ہنگامہ ہے۔ تھوک مبارک ڈالا جاتا ہے تو جنون محبت کا یہ عالم ہے وہ زمین پر نہیں گرتا بلکہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہے اور پھر اسے تبرک کے طور پر چہرہ پر ملا جا رہا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وصال کے دنوں ایک دن حضور ﷺ نے اپنے اندر افاقہ محسوس فرمایا۔ تو اپنے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور جماعت کو ملاحظہ فرمایا۔ اس وقت صدیق اکبر نماز پڑھا رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں۔

کَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةً مَصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ -

گویا آپ کا چہرہ انور قرآن مقدس کا ورق ہو پھر مسکرائے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے محبوب کے انداز محبت کا عالم یہ تھا۔

فَمِنْهَا نَفْتَتَيْنِ مِنَ الْفَرَحِ - (1)

حضور ﷺ کی زیارت کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز چھوڑ بیٹھے۔ سیدنا انس فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام کی ہمیں زیارت نصیب ہوئی۔ ایسا حسین ترین منظر ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس عظیم واقعہ کو بہت سے محدثین کرام نے نقل کیا ہے۔ حیرت ہے صحابہ میں وارفتگی بھی ہے، زیارت کا منظر بھی ہے، نماز چھوڑ بیٹھنے کا خطرہ بھی ہے۔ حضور ﷺ کے صحت مند ہونے کی عظیم خوشی بھی ہے، حضور ﷺ کے پردہ اٹھانے پر صحابہ کا احساس بھی ہے کہ تشریف لا کر نماز پڑھائیں گے۔ پورے کے پورے صحابہ حضور کی طرف متوجہ بھی ہیں۔

فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتُوا صَلُّوا تَكْم (2)۔

تو حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا۔ آپ لوگ اپنی نماز پوری کر لیں۔ حضور ﷺ نماز میں شامل نہیں باہر ہیں، ہدایت دی جا رہی ہے، اپنی نماز پوری کر لیں۔ صحابہ کرام نے اس ہدایت پر عمل کیا ہے، اتنا کچھ کرنے اور ہونے کے باوجود نماز میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوا، صحابہ کی نماز مکمل ہے اکمل ہے۔

دراصل نماز کی روح ہے ہی یہی کہ نماز میں جمال محبوب نصیب ہو حدیث شریف میں نماز پڑھنے کا انداز بھی یہی فرمایا گیا ہے۔

صَلِّ كَأَنَّكَ تَرَاهُ -

نماز ایسے پڑھ گویا محبوب کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اس عنوان کو حضور ﷺ خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ نے اس طرح فرمایا ہے۔

(1) البخاری، الجامع الصحيح، العلم والفضل، الرقم 639، ص 80/3

المسلم، الجامع الصحيح، باب استخلاف الامام، الرقم 636، ص 400/2

(2) البخاری، الجامع الصحيح، العلم والفضل، الرقم 639، ص 80/3

المسلم، الجامع الصحيح، باب استخلاف الامام، الرقم 636، ص 400/2

آنکس کہ در نماز بیند جمال دوست فتویٰ ہمیں وہم کہ نماز اوقضا کند
جو شخص نماز پڑھتے جمال محبوب سے محروم رہا میرا فتویٰ ہے وہ نماز دوبارہ پڑھے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین صدق ہے

صدق کو اسلام میں بہت بڑی اہمیت ہے اسلام وہ دین ہے جس میں صدق ہی صدق ہے
اور ہر معاملہ میں صدق کو ترجیح دیتا ہے۔ نبوت کا مقام بڑا بلند و بالا مقام ہے مگر پھر بھی رب قدوس جل
مجده اپنے جلیل القدر نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مقدس ذکر کو اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔

واذکر فی الكتاب ابراہیم انه کان صدیقاً نبیاً (1)

ابراہیم علیہ السلام صدیق تھے، نبی تھے، نبوت کے ساتھ صداقت کا ذکر صدق کے مقام کو مزید
بلند یوں تک لے جاتا ہے۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

انه کان صادق الوعد وکان مرسلان نبیاً (2)

بے شک عیسیٰ علیہ السلام وعدہ کے سچے تھے، رسول تھے، نبی تھے۔ یہاں بھی رسالت و نبوت کی عظیم
صفات کے ساتھ صفت صداقت کا ذکر اس مقام صدق کو بلند و بالا کر رہا ہے تیسری جگہ پر یہی عنوان
سیدنا ادریس علیہ السلام کی ذات گرامی کے ساتھ اس طرح ذکر ہے،

واذکر فی الكتاب ادریس انه کان صدیقاً نبیاً (3)

یہاں پر بھی ادریس علیہ السلام کی نبوت کے ساتھ ان کے صدیق ہونے کا ذکر ہے جس سے صداقت
کی عظمت نمایاں ہو رہی ہے۔ اسی صدق کے عنوان پر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح
ملتا ہے۔

(1) مریم 41: 19

(2) مریم 54: 19

(3) مریم 56: 19

ان الصدق يهدى الى البر والبر يهدى الى الجنة (1)

بیشک صدق سے نیکی کی راہ ملتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص میں یہ چار صفات ہوں گی وہ ہمیشہ نفع میں ہے، اسے کبھی خسارہ نہیں ہوگا۔

☆ پہلی صفت صدق ہے کہ یہ صفت انسان کے تمام احوال پر حاوی ہے، یہ بندہ قول میں سچا ہو، عمل میں سچا ہو، کردار میں سچا ہو۔

☆ دوسری صفت حیا ہے حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

الحیاء شعبة من الايمان (2)

حیا ایمان کا حصہ ہے۔

☆ تیسری صفت اخلاق حسنہ ہے جو حضور ﷺ کی بے شمار صفات حسنہ میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اسی صفت مقدسہ کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے

انك لعلى خلق عظيم (3)

محبوب آپ بہت بڑے خلق کے مالک ہیں۔

☆ چوتھی صفت شکر ہے، حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت سے پوچھا تم کیا ہو؟ عرض کی حضور ہم ایماندار ہیں، فرمایا تمہارے ایمان کی نشانی کیا ہے عرض کی حضور دکھوں پر صبر کرتے ہیں، سکھوں پر شکر کرتے ہیں، قدرت کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں فرمایا تم مکمل ایماندار ہو۔ (4)

ابو عبد اللہ ملی کہتے ہیں کہ میں نے منصور دینوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور مجھ پر رحم فرمایا ہے،

(1) المؤلف مالك بن انس بن مالك بن عامر الصبحي المدني، المتوفى 179

الكتاب موطأ مالك، ص 130/6

البخاري، الجامع الصحيح، قوله تعالى يا أيها الذين آمنوا، الرقم 5629، ص 45/19

(2) النسائي، السنن، ذكر شعب الإيمان، الرقم 4920، ص 201/15

ابن ماجه، السنن، باب في الإيمان، الرقم 57، ص 67/1

(3) القلم 4:68

(4) الغزالي، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الرضا، ص 436/3

جو مجھے امید نہ تھی وہ عطا فرمایا، میں نے پوچھا کہ سب سے بہتر شے جس سے بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ منصور دینوری نے جواب دیا وہ صدق ہے جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کر لیتا ہے اور سب سے بُری شے جھوٹ ہے۔ (1)

ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر خدام کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو بہتری چاہتے ہو تو صدق کو اپنی سواری بنا لو اور حکم خداوندی کو تلو اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مطلوب، یہ تمہاری بہتری و کامیابی کیلئے کافی ہے۔ (2)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اس عنوان پر محمد علی کتانی کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہم نے خدا تعالیٰ کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا۔ پہلا رکن صدق ہے، دوسرا رکن عدل ہے، تیسرا رکن حق ہے۔ (3)

اگر ان تینوں امور کو فرائض و واجبات کی ادائیگی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جائے تو اسلام کے تمام معاملات میں کامیابی ہے، فرائض و واجبات ساتھ نہ ہوں تو نہ صدق ہے، نہ عدل، نہ ہی حق۔ حق و صداقت اور عدل کا تقاضا تھا کہ دین کے فرائض و واجبات بھی ساتھ ہوں۔ سبھی صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں اگر بندہ اپنے اسلام کو خواہشاتِ بد سے بچالے، اپنے عمل کو سچائی کے زیور سے آراستہ کر لے اور اپنے پیٹ کو رزق حرام سے محفوظ کر لے تو اس کے یہ عمل داریں میں اس کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

صدق کے کئی درجات ہیں

پہلا درجہ صدق فی القول ہے کہ گفتگو میں سچائی ہو یہ بھی یاد رہے وعدہ کی خلاف ورزی بھی صدق کے خلاف ہے۔ صدق کی ساری اقسام میں مشہور اور زیادہ واضح یہی قسم ہے، جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اور ہر شے کو اس کے حال کے مطابق بیان کرے گا وہ صادق کہلائے گا۔ اگر کوئی

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

آدمی زبان سے جھوٹ نہیں بولتا مگر غلط اشارہ کرتا ہے صادق وہ بھی نہیں کہ اس نے اشارے سے سچ کے خلاف کہہ دیا ہے

صدق کا دوسرا درجہ صدق فی العیۃ ہے کہ نیت سچی ہو، جب نیت میں سچائی نہ رہی تو یہ بندہ سچا نہیں ہوگا جھوٹا ہوگا۔ جیسے ایک مشہور حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا تو دنیا میں کیا کرتا رہا؟ وہ کہے گا دین کا کام کرتا رہا، حکم ہوگا تو جھوٹا ہے تیرا ارادہ دین کی خدمت نہ تھا بلکہ عالم کھلوانا تھا، جو دنیا میں ہو گیا۔ اس حدیث شریف میں اس کے عمل کی تردید نہیں کی گئی کہ تو نے کچھ کیا ہی نہیں بلکہ اس کے ارادہ کی بنا پر اسے جھوٹا کہا گیا۔ (1)

اس کی ایک دلیل قرآن مقدس کا ارشاد ہے۔ منافقین نے حضور ﷺ کے بارہ میں کہا

قَالُوا نَشْهَدُ اَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ (2)

انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں بات تو صحیح کہی کہ حضور ﷺ واقعی ہی اللہ کے رسول ہیں مگر قرآن مقدس نے انکی اس بات کی تردید فرمائی۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمَنَاقِقِينَ لَكَاذِبُونَ (2)

اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بیشک منافقین جھوٹے ہیں کہ ان کے دلوں میں ارادے غلط تھے دلی طور پر حضور ﷺ کے رسول اللہ ہونے کے قائل نہ تھے اسی واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ سچا ہونے کیلئے مخلص ہونا بھی ضروری ہے اگر بظاہر سچا ہے اور اخلاص نہیں تو اپنے دعویٰ میں سچا نہیں۔

صدق کا تیسرا درجہ صدق فی العزم ہے ارادہ میں ٹھوس ہونا ہے جو ارادہ کر لیا ہے اس پر پکا ہوا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق عطا کیا تو یہ کار خیر انجام دوں گا۔ مسجد بنوادوں گا مدرسہ چلاؤں گا اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کو پورا فرمائے۔ اسے رزق حلال سے نوازے تو اب اپنے ارادے اور فیصلہ کو عملی جامہ پہنائے اگر اس ارادہ میں کمزوری ثابت ہوگئی تو یہ تردد ہے شک ہے کمزوری ہے اور صدق کے خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں صادق اور صدیق وہی ہوگا جو اپنے عزم کو پورا کر دکھائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے چچا انس بن زفر کا واقعہ فرماتے ہیں کہ وہ کسی باعث جنگ بدر

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

(2) المنافقون 1:63

میں شریک نہ ہو سکے یہ غیر حاضری انہیں بڑی شاق گزری اور افسوس کیا کاش میں جنگ میں ہوتا اور لڑتا اللہ کی قسم اگر پھر کبھی مجھے موقع ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں اس کی راہ میں کیا کرتا ہوں کیسے لڑتا ہوں چنانچہ آئندہ سال جنگ اُحد اگئی جنگ اُحد میں شامل ہو گئے (1)

حضرت سعد بن معاذ نے پوچھا کہاں تو جواب دیا کہ مجھے جنت کی ہوا اُحد کی طرف سے آرہی ہے۔ پھر آپ نے کفار کے مقابلہ میں خوب جان بازی کا مظاہرہ کیا کہ آپ کے جسم پاک پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار اور نیزہ کے زخم تھے، آپ کی بہن فرماتی ہیں میں اپنے بھائی کو زخموں کی کثرت کی وجہ سے پہچان نہ سکی البتہ انگلی کے پوروں سے پہچانا تب یہ آیا کہ یہ نازل ہوئی۔ (2)

مرجال صدقوا ماعاھدوا اللہ

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو وعدہ اللہ سے کیا تھا (ارادہ کیا تھا) وہ سچ کر دکھایا حضور سید عالم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ان کے پاس کھڑے ہو کر بھی یہی آیا کہ یہ تلاوت فرمائی۔

صدق کا چوتھا درجہ صدق فی العمل ہے۔ کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو جائے اگر اس کے خلاف ہے تو یہ انداز صدق کے خلاف ہے اور یہ صورت حال اکثر و بیشتر ہم پر طاری رہتی ہے کھڑے نماز میں ہیں مگر دل بازار میں ہے۔ اگر میرا دل بھی نماز میں ہی حاضر ہے تو ہر عمل کی صداقت کا یہ درجہ بلند ترین مقام کے حامل اہل اللہ کا ہے اگر خدا نخواستہ میرے ساتھ یہ معاملہ نہیں تو فریضہ نماز کی ادائیگی تو ہوگی مگر میرے عمل کی صداقت مجروح ہوگی

عطیہ بن عبدالغافر فرماتے ہیں جب ایمان دار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرا بندہ سچا ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بندہ ظاہر و عجز و نیاز سے کھڑا ہے مگر اُس کے دل میں غیض و غضب کی آگ بجڑ کر رہی ہے اور منصوبے بھی بن رہے ہیں کہ کس وقت انتقام لے یہ بھی سچائی نہیں کہ ظاہر و باطن ایک نہیں (3)

زید بن حارث فرماتے ہیں جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جائے تو یہ عدل کی صورت ہے اگر باطن

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 476/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 476/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 477/3

افضل ہو تو اس کا نام افضل ہے اگر ظاہر باطن سے اچھا ہو تو اس کا کام ظلم ہے صدق کا پانچواں درجہ صدق فی الدین ہے کہ دین کے ہر معاملہ میں ہر مقام پر صدق کو اہمیت دیجائے اور ہر لمحہ صدق کو ہی مرکز و محور بنایا جائے وہ مسئلہ خوف ہو یا امید تعظیم ہو یا زہد ہو یا توکل غرضیکہ ہر مرحلے پر صدق کو ترجیح دے مثلاً خوف الہی کا مسئلہ ہے جیسے ہر شخص اپنے ایمان کے لحاظ سے قیامت کے دن کا ڈر وہاں کے حالات سے خوف پر پل صراط دوزخ کا مرحلہ حساب کتاب کی سختی ایسے مسائل سے ڈرتا ہے، خوف رکھتا ہے مگر یہ خوف صرف زبانی الفاظ ہیں جو کہہ دیتا ہے اگر یہ خوف اس پر حقیقتاً طاری ہو جائے تو رنگ بدل جاتا ہے اعضاء لرزنا شروع کر دیتے ہیں خوشی غمی میں بدل جاتی ہے حواس پراگندہ ہو جاتے ہیں بعض اوقات ڈر کے مارے وطن چھوڑ دیا جاتا ہے گھر بار سے نفرت ہو جاتی ہے۔ 1947ء میں ہم نے ہندوستان چھوڑا، اچھے بھلے گھروں کو خیر باد کہا جن گھروں کو محبت سے بنایا تھا اُن سے نفرت ہونے لگی کہ دشمن کا ڈر مسلط تھا، سکھوں کی مار لوٹ سے خائف تھا ایسے ہی اگر آخرت کا حقیقی ڈر مسلط ہو تو جسمانی انقلاب کا ہونا بھی ضروری ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ظاہر و باطن یکساں نہیں ہیں۔ اس مقام میں صادق آدمی بہت کم ہیں صحیح صورت تو یہ ہے صدق کے درجات بہت زیادہ ہیں جیسے جیسے بندے کا روحانی مقام بڑھتا جاتا ہے صدق کے درجات حاصل کرتا جاتا ہے یا یہ کہہ لیجئے جیسے جیسے صدق کے درجات حاصل کرتا جاتا ہے روحانیت کے مقامات پر فائز ہوتا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر و راق فرماتے ہیں صدق کی تین قسمیں بہت بڑی ہیں اور مشہور ہیں توحید میں صدق، اطاعت میں صدق، معرفت میں صدق۔

صدق توحید تو عام ایمانداروں کیلئے ہے، جیسے قرآن مقدس کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (1)

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی صدیق ہیں، اور صدق اطاعت اہل علم کیلئے ہے اور صدق معرفت اہل ولایت کیلئے ہے یہ اقسام بھی کچھلی اقسام میں شامل ہو جاتی ہیں، حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں صدق مجاہدے کا نام ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر کسی دوسرے کو پسند نہ کرے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور سچائی

جب علم اور عمل دونوں کسی شخص کے اندر کار فرما ہوں، تو اسے سچائی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس انسان کو سچا کہا جاتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس عنوان کو یوں سمجھ لیا جائے کہ جب دل اور زبان اکٹھے ہوں تو سچائی ہے یا یوں سمجھ لیا جائے کہ جب ظاہر و باطن اکٹھے ہوں تو اسے سچائی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے بارہ میں قرآن مقدس نے فرمایا

الذی جاء بالصدق وصدق به (1)

نبی کریم ﷺ صدق لے کر آئے اور اس کی تصدیق بھی فرمائی۔ یہ بھی یاد رہے کہ سچائی اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کی صفات مبارکہ میں سے ہے، سورۃ آل عمران شریف میں ہے

قل صدق الله (2)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، سورۃ احزاب شریف میں اس طرح ہے

صدق الله ورسوله (3)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا

مرجال صدقوا ما عاهدوا الله (4)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کئے تھے وہ سچ کر دکھائے، سچائی کی عظمت حدیث پاک میں اس طرح بھی درج ذیل ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد شریف میں اس طرح ذکر ہے

ان الصدق يهدى الى البر وان البر يهدى الى الجنة (5)

(1) الزمر 39; 33

(2) آل عمران 3; 95

(3) الفتح 48; 27

(4) الاحزاب 33; 23

(5) البخاری، الجامع الصحیح، قوله تعالى يا ايها الذين امنوا، الرقم 5629، ص 45/19

المسلم، الجامع الصحیح، قبح الكذب وحسن الصدق، الرقم 4719، ص 14/13

سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی۔ اس طویل حدیث شریف کے اگلے کلمات مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتا ہے انسان جھوٹ بولنے لگتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنا لیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

اس عنوان پر سنن نسائی شریف کی روایت اس طرح ملتی ہے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ نے حضور ﷺ سے کون سی بات سیکھی ہے آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے یہ ارشاد سنا، سیکھا اور یاد رکھا

دع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق الطمانینۃ

والکذب مریبہ (1)

جو چیز شک پیدا کرے، چھوڑ دے اور جس میں کوئی شک نہ ہو وہ لے لے، اس لئے صدق طمانیت کا نام ہے اور کذب شک کو کہتے ہیں۔ اسی عنوان کی تائید میں رب قدوس جل مجدہ کا یہ ارشاد واضح ملتا ہے ایمان والوں کو حکم ملتا ہے

کونوا مع الصدّٰقین (2)

سچ والوں کا ساتھ دو۔

اسی لفظ صدق سے صادق، صدیق، صدوق کے الفاظ ہیں۔ صدیق وہ بلند ترین نام ہے کہ یہ خطاب انبیاء علیہم السلام کو بھی دیا گیا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس مقدس لقب سے نوازا گیا ہے قرآن مقدس فرماتا ہے

”انه کان صدیقاً نبیاً“ (3)

’ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے۔

کچھ لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر الزام لگایا اور گمراہ ہو گئے۔ رب

(1) النسائی، السنن، الحكم بأئفأاق اهل العلم، الرقم 5303، ص 237/16

البیهقی، السنن الکبری، ص 115/10

(2) التوبه 9: 119

(3) مريم 19: 56

قدس جل مجدہ نے نبی کی ماں کی پاکیزگی کو اس طرح بیان فرمایا

”و امہ صدیقۃ“ (1)

اسکی والدہ صدیقہ تھیں، اسلام اور عیسائیت میں فرق سمجھتے جائیں۔ انجیل نے حضرت مریم پر الزام لگایا اور قرآن مقدس نے انہیں طیبہ، طاہرہ قرار دیا قرآن مقدس نے حضور ﷺ کی امت کے برگزیدہ افراد کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا۔

”اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم

اجرہم ونورہم“ (2)

یہی لوگ تو صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے اجر بھی اور نور بھی۔ سچائی کے بارہ میں یہ انداز، یہ اسلوب، یہ تائید اسلام کے بغیر کسی دین میں نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں حاکم کی ذمہ داریاں

حاکم اور محکوم دونوں کے آپس میں حقوق و فرائض ہیں، دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حق کی رعایت کریں، اور اپنا اپنا فریضہ نبھائیں۔ حاکم پر لازم ہے کہ رعیت کے ساتھ عدل و انصاف سے چلے اور ایسا کرنا اس کے دینی فرائض میں ہی نہیں بلکہ اس کے ملک کی کامیابی کیلئے بھی ضروری ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کو ریاست میں اس قدر اہمیت دی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا حکمران بھی اس قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، اگر وہ حکمران قانون شکنی کرتا ہے تو اسلام اُسے کٹہرے میں لاکھڑا کرتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق جیسے عظیم القدر جرنیل مدعی علیہ کی حیثیت سے زید بن ثابت کی عدالت میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں،

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قاضی شریع کی عدالت میں دعویٰ پیش کرتے ہیں اور بحیثیت مدعی حاضر ہوتے ہیں، مگر ان کا مقدمہ خارج ہو گیا کہ اس کیس میں سیدنا علی المرتضیٰ کے گواہوں میں ایک غلام قنمر

(1) المائدہ 5: 75

(2) الحديد 57: 19

تھے اور دوسرے گواہ حضرت حسن کے بیٹے تھے، قاضی شریح کے مقدمہ خارج کرنے پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذرا بھر براہ منایا کہ قاضی صاحب نے اصول کے مطابق کیا تھا۔ تاریخ اسلام میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ وقت کے حاکم نے مقدمہ پیش کیا مگر بعض قانونی وجوہ پر وہ مسترد کر دیا گیا اور حاکم وقت نے براہ منایا اسلام کے نکتہ نگاہ سے کوئی بھی بڑے سے بڑا حکمران اسلامی عدالت میں عدل توڑنے کی صورت میں مجرم کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی قانون کی راہ میں کسی بھی سربراہ مملکت کا مرتبہ عام انسان سے بلند نہیں، اصل تقاضا عدل ہے کہ عدل کو ہر وقت اور ہر جگہ جاری رکھا جائے، عدل کی ضرورت صرف عدالت میں ہی نہیں بلکہ ہر لمحہ جب بھی کسی سے واسطہ پڑے ضروری ہے کہ اُس سے جو بھی معاملہ ہو عدل سے انصاف سے ہو۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

حاکم کی دوسری ذمہ داری

حکمران طبقہ کا رعایا سے دوسرا اہم فریضہ ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ عوام سے پیار و محبت کے اصول کو بھی اپنائے، تلخی اور ترشی سے بچے، قرآن مقدس نے اس ارشاد کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وقولوا للناس حسناً (2)

لوگوں سے بھلی بات کہو، اگرچہ حکم سبھی کیلئے ہے کہ ہر شخص دوسرے سے اچھی بھلی، بہتر بات کہے، تاہم حاکم کیلئے بطور خاص ہوگا کہ اس طرح سے عوام نزدیک ہوں گے اور نظام حکومت بہتر چلے گا، تاجر طبقہ جانتا ہے کہ مالی منفعت کیلئے مال دولت کا خرچ کرنا بڑا ضروری ہے ورنہ بغیر مالی معاملات کے نفع حاصل کرنا مشکل ہے۔

مگر اخلاق، محبت، پیار اسلام کے ایسے حسین ضابطے ہیں کہ بغیر مالی بھاگ دوڑ کے ان سے بہت سانسفیع حاصل ہو جاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور یہ انداز انسانیت کا ایک خصوصی انداز ہے جو خاص کر حاکم کیلئے بڑا ضروری ہے، خلفاء راشدین کے نظام حکومت میں یہ اصول خصوصاً حاوی رہا۔

(1) ابن جوزی، مختصر تاریخ دمشق، شرح ابن الحارث بن القیس، ص 452/3

(2) البقرة 2: 83

اس عنوان کو حضور ﷺ نے ایک مقام پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے

الكلمة الطيبة صدقة (1)

محبت بھری نرم گفتگو بھی ایک صدقہ ہے، حاکم کیلئے یہ انداز محبت اختیار کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ درخواست گزار کو حاکم کے رویہ پر اعتماد ہو جاتا ہے کہ فیصلہ درست ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ درخواست گزار کو حوصلہ اور جرأت سے اپنا مقصد بیان کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ فیصلہ خلاف ہونے کی صورت میں درخواست گزار کے دل میں بدگمانی پیدا نہیں ہوگی کہ حاکم نے دوسرے کی رعایت کی ہے، حکمران سخت و درشت ہوگا تو رعایا کو اسے مسائل بیان کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوگی، اس حاکم کے کبر و غرور اور سرکشی سے لوگ نالاں ہوں گے اور حق ملنے سے محروم رہیں گے، مسائل کو نرم مزاجی اور حوصلہ سے جواب دینے کا ایک اہم واقعہ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ملتا ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ لوگوں سے انداز گفتگو کس طرح اختیار کیا جائے، آپ کو ایک شخص نے سخت گالی دی تو آپ کے غلام نے اُسے روکا آپ نے غلام کو اس پر سختی کرنے سے منع فرمایا اور گالی دینے والے سے فرمایا جو کچھ تو کہہ رہا ہے میں تو اُس سے بھی برا ہوں کوئی کام ہے تو بتاؤ وہ مسائل ضرورت مند تھا محتاج تھا، آپ نے اس کی محتاجی کو دیکھ کر بہت کچھ عطا کیا، جو کچھ اس وقت موجود تھا، سب کچھ دیدیا وہ شخص شرمندہ ہوا اور روتا ہوا بار بار کہتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں یہ فرزند رسول ہے، حاکم کو رعایا سے سلوک کرتے وقت یہ بھی سامنے رکھنا چاہئے

الخلق عيال الله (2)

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرتا ہے، سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں قیامت کے دن ندا آئے گی جس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنی ہے وہ آئے، اس وقت صرف وہی لوگ سامنے آئیں گے جو لوگوں کے طعن و تشنیع اور سخت و درشت باتوں پر غصہ پی کر معاف کرتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) البخاری، الجامع الصحیح، طبیب الکلام ص 444/18

الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 8514، ص 56/8

(2) الطبرانی، المعجم الاوسط، باب المیم من اسمہ محمد، الرقم 9599، ص 277/12

ابو یعلیٰ، المسند، الخلق عیال اللہ فأصبح الی اللہ، الرقم 3226، ص 340/1

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حاکم کی تیسری ذمہ داری

کسی بھی حکمران کیلئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ لوگوں کو انصاف پہنچائے، خوش اخلاقی سے پیش آئے بلکہ اُسے اپنے رزق کو حلال کرنے کیلئے یہ بھی بڑا ہی ضروری ہے کہ جتنے وقت کیلئے کام کر کے وہ تنخواہ وصول کرتا ہے، اتنا وقت دے اور اپنی اس ذمہ داری کا احساس کرے اگر یہ ملازم وقت کا پابند نہیں، کام پر گیا یا نہ گیا، پورا کام کیا یا نہ کیا، سارا وقت ملنے والوں سے خوش گپیوں میں گزار دیا، عوام بیٹھے، انتظار کر رہے ہیں کہ حاکم چائے سے فارغ ہو تو کیس پیش کریں اس طرح سے وہ لوگوں کا وقت ضائع کرتا ہے۔ تو وہ اپنے فرائض کو صحیح نہیں نبھا رہا اور اپنے رزق کو حلال نہیں کر رہا اسلام نے وقت کی پابندی اصولوں کی اطاعت کا خصوصاً لحاظ کیا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جس نے وقت کی پابندی کو عبادت کی بنیاد قرار دیا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جس کے احکام و عبادت وقت کے ساتھ ہی صحیح انجام ہوتے ہیں، سحری، افطاری میں وقت کی پابندی نہ ہو تو روزہ گیا ایسے ہی نماز کا معاملہ ہے، ہمارے ہاں اکثر و بیشتر ملازمین میں عادت بن چکی ہے حاضری لگائی اور پھر اپنے ذاتی کاموں میں یا پھر دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے، چائے کا دور عموماً چلتا رہتا ہے، حکمران، ملازم کی یہ صورت حال قطعی ناجائز ہے، جو اس کے حلال رزق کو حرام میں بدل دیتی ہے۔

حضرت لقمان سے پوچھا گیا آپ کو یہ عالی مقام یہ بلند مرتبہ کیسے نصیب ہوا، فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد تین چیزیں ایسی ہیں جن پر ہمیشگی کی کوشش کرتا ہوں، بے کار باتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، امانت میں خیانت نہیں ہونے دیتا، سچائی کو کبھی نہیں چھوڑا، احساس ذمہ داری ایک اہم فریضہ ہے، اہم ذمہ داری ہے جو حاکم میں ہونی ضروری ہے، ذمہ داریوں کے احساس اور بے کاری سے بچنے کے عنوان کو حضور سید عالم ﷺ نے ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ بیکار باتوں کا مشغلہ ترک کر دے۔ (1)

ایک شخص نے حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں عرض کی حضور میں قوم کا سردار ہوں، قوم سے کیا کہوں، فرمایا ہر چھوٹے بڑے سے سلام کیا کر اور غیر ضروری باتیں کرنا چھوڑ دے، بحوالہ ابن

(1) المألك، الموطأ، فی حسن الخلق، الرقم 1402، ص 381/5

ابن ماجہ، السنن، کف اللسان، الرقم 3966، ص 472/9

ابی الدنیا (حقوق ص ۳۵۷) حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی آدمی سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی نشانی یہ ہے کہ وہ اُسے بے کار باتوں کے مشغلہ میں الجھا دے، ان واقعات و روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ہماری زندگی کا کوئی لمحہ بے کار اور بلا مقصد نہیں دیکھنا چاہتا اسلام کے خلاف لوگوں نے اسلام کے اس ضابطہ ”وقت کی پابندی“، احساس فرض شناسی کو خوب پہنچانا اور عمل کیا جس کے بدلہ میں خوب خوب فائدہ دکھایا اور نفع حاصل کیا، کیمیائے سعادت ص ۳۱ پر اسی ضمن میں ایک روایت درج ہے ”جس شخص نے دس آدمیوں پر بھی حکومت کی ہوگی اُسے بھی قیامت کے دن پابند زنجیر لایا جائے گا اگر نیک ثابت ہوگا تو احتساب کے بعد اُسے چھوڑ دیا جائے گا،

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم کی کس قدر پابندیاں، فرائض اور ذمہ داریاں ہیں، حاکم کو سیدھا اور صحیح لائن پر چلانے کیلئے ہر وقت موت کا تصور، حشر کا ڈر، قیامت کے دن اپنے احتساب کا خطرہ ایسے اعمال ہیں جو اُسے بچا سکتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں رعایا کی ذمہ داریاں

جس طرح حاکم کو اسلام نے رعایا کے سلسلہ میں کئی احکام کا پابند بنایا ہے ایسے ہی رعایا کو حاکم کے سلسلہ میں کئی مسائل و احکام میں پابند کیا ہے کہ وہ اصولوں کا پابند ہو۔

پہلی ذمہ داری

رعایا کی پہلی ذمہ داری حکمران طبقہ کے سلسلہ میں یہ ہے کہ وہ ان کی اطاعت کرے، قرآن مقدس نے ایمانداروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنے حکمرانوں کی اطاعت کریں، (1)

مگر اس حکم میں یہ ضروری ہے کہ یہ اطاعت خلاف اسلام، خلاف شریعت نہ ہو، اگر حاکم کا کوئی ایسا حکم ہو جس میں خدا کی نافرمانی ہے تو وہ ہرگز نہ مانا جائے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ملتا ہے،

(1) طاعة المخلوق في معصية الخالق

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں، اسلامی ضابطہ کے مطابق حاکم کا ہر وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے متصادم ہوگا وہ ٹھکرا دیا جائے گا، اسی ضمن میں حضور سید عالم ﷺ کا ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے

(2) طاعة في معصية انما للطاعة في المعروف

اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت معروف میں ہے (یعنی کسی صحیح کام میں)، شریعت اور اسلام کے خلاف کوئی کام صحیح نہیں کہلا سکتا بلکہ ظالم، بدکردار، فاسق، فاجر حکمران کے خلاف تو تو حق بات کہنا بہت بڑا جہاد ہے، جس کا بہت بڑا ثواب ہے، جیسے حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے واضح ہے،

افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائز (3)

بہترین جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دی جائے۔

اس ضمن میں امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کا اسوۂ ملت اسلامیہ کیلئے مشعل راہ ہے کہ آپ نے یزید کی امارت کے خلاف آواز بلند فرمائی حالانکہ یزید کلمہ پڑھتا تھا، نماز پڑھتا تھا، مگر چونکہ خلاف اسلام حرکات کا عادی ہو گیا تھا، شریعت کا باغی بن گیا تھا تو امام عالی مقام نے علم جہاد بلند فرمایا اور اس کی حکومت کو ظالمانہ حکومت قرار دیا، میدان کربلا کے ذرات آج بھی امام عالی مقام کے مجاہدانہ کردار کی گواہی دے رہے ہیں۔ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ سے پوچھا گیا، حضور تمام شہیدوں میں افضل شہید کون ہے؟ تو فرمایا جو بادشاہ سے احتساب کرے اور اس میں مارا جائے (4)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فی امر الامراء، ص 481/2

(2) المسلم، الجامع الصحیح، وجوب الطاعة الامراء، الرقم 3424، ص 371/9

ابی داود، السنن، فی طاعة، الرقم 2256، ص 210/7

(3) ابی داود، السنن، الامر والنهی، الرقم 3781، ص 419/11

(4) ابن ماجہ، السنن، الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، الرقم 4001، ص 15/12

دوسری ذمہ داری

رعایا کی دوسری ذمہ داری یہ ہے چونکہ وہ اسلامی حکمران ہے جس کی اطاعت کو اسلام نے لازم قرار دیا ہے، اب ضروری ہے کہ اسکی عظمت کا بھی اعتراف ہو کہ اس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد تیسری جگہ پر ارشاد فرمایا گیا ہے، اطاعت کے ان درجات کو پیش نظر رکھنا ہوگا، اگر اچھے اسلامی طرز کے حکمران کی اس عظمت کا اعتراف نہ ہوگا تو یہ طریقہ عوام کے اندر جذبات، بغاوت پیدا کرنے کا باعث بنے گا اور خوش و خرم آباد ملک کو بربادی کی طرف دھکیل دے گا جس سے جانیں بھی متاثر ہوں گی، تجارت بھی اور ملکی ہیبت بھی اور یہ صورت حال گھروں میں والدین کے خلاف بھی جذبات بھڑکا دے گی، اولاد اپنے والدین کے باغیانہ کارناموں سے متاثر ہو کر انہیں کے خلاف ہوں گے۔ مشکوٰۃ شریف میں زیادتی روایت درج ہے کہ وہ ابو بکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے ساتھ بیٹھے تھے اور وہ اس وقت باریک لباس پہنے خطبہ دے رہے تھے، تو اسے دیکھ کر ابو بلال نے کہا ذرا ہمارے امیر کا لباس تو دیکھو جیسا فاسق لوگوں کا ہوتا ہے اس پر ابو بکرہ نے فوراً اٹھ کر کہا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے جس نے خدا کے مقرر کردہ حاکم کی بے عزتی کی اللہ تعالیٰ اس کی بے عزتی کرے گا۔ (1)

اس روایت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اسلامی حاکم سے کوئی معمولی لغزش، سرزد ہو جائے تو اسکی بے عزتی نہ کی جائے بلکہ درگزر کیا جائے اور کسی تہذیب اور حسین طریقہ سے اُسے اس معمولی خامی پر مطلع کر دیا جائے، رعیت کی دوسری ذمہ داری اسلامی حکمران کا عزت و احترام کرنا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیسری ذمہ داری

رعایا کے فرائض میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ حکام کو رشوت دینے سے بچیں، یہ بیماری حکمران طبقہ کو گھٹن کی طرح برباد کر دیتی ہے اور اس میں عام لوگوں کو دخل ہے، یہ بیماری دلوں کو برباد کر دیتی ہے اس سے حکمرانوں کے دلوں کو خرید لیا جاتا ہے، اگر عوام اس پر کنٹرول کریں اور حکام کو بری عادتیں نہ ڈالیں تو معاشرہ کی بہترین اصلاح ہو سکتی ہے، اگر عوام اپنے حقوق کے حصول کیلئے اپنی

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ والقضاء، الرقم 3695، ص 341/2

الترمذی، السنن، ماجاء فی الخلفاء، الرقم 2150، ص 164/8

باری کا انتظار کریں، اپنے حق پر تلے رہیں تو حکام طبقہ کو یہ گندی عادت نہیں پڑے گی، حضور سید عالم ﷺ نے اس گندی عادت کے مرتکب لوگوں کیلئے فرمایا

الراشی والمرتشی کلاهما فی النّاس (1)

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

ایک اور حدیث پاک میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے۔

لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی (2)

حضور ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے (خدا پناہ) یہ بیماری حکمران اور ملازمین طبقہ کے رزق کو حرام بنا دیتی ہے جبکہ رزق حلال کے سلسلہ میں یہ ارشاد ملتا ہے حلال روزی کما نافرض کے بعد ایک فرض ہے۔

مشکوٰۃ شریف دوسری حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ہے، حلال روزی کا تلاش کرنا بھی جہاد ہے۔ کام نکلوانے کیلئے تحائف بھی اسی زمرہ (رشوت) میں آتے ہیں۔ (3)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چوتھی ذمہ داری

رعایا کے فرائض میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ حکمران طبقہ کو ناجائز سفارشات سے مجبور نہ کریں اگر کسی بندہ کا مطالبہ حق ہے جائز ہے اور وہ براہ راست حاکم تک نہیں پہنچ سکتا تو کسی سے اپنے جائز مطالبہ کی سفارش کروالیتا ہے تو وہ یقیناً ناجائز سفارش کے زمرہ میں نہیں آتا، اس سفارش کے مسئلہ کو قرآن مقدس نے سورہ النساء میں بڑی وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے جس کے بعد قطعی طور پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت بھی نہیں رہتی، ارشاد ہوتا ہے

(1) الطبرانی، المعجم الكبير، قطعة من المفقود، ص 84/20

(2) ابوداؤد، السنن، فی کراهیة الرشوت، الرقم 3104، ص 472/9

الترمذی، السنن، ماجاء فی الراشی والمرشی فی الحکم، الرقم 1257، ص 176/5

(3) البانی، مشکوٰۃ، کتاب البیوع، الرقم 2781، ص 128/2

البیہقی، شعب الایمان، الرقم 8482، ص 251/18

من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها و من

يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها (1)

جو اچھی سفارش کرے گا اس نیکی کا حصہ اُسے بھی ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا وہ بھی اس برائی میں شریک ہوگا۔ اگر عوام اچھی اور بری سفارش کے سلسلہ میں فرق سمجھ لیں اور بری شفاعت سے رک جائیں تو یہ طریقہ انتظام معاشرہ میں زبردست اصلاح کا باعث بن سکتا ہے، اچھی سفارش کو تو اس طرح سمجھا جائے کہ حکمران طبقہ کو یا کسی کو کسی غریب محتاج اور محروم کے ساتھ حسن سلوک کی درخواست کی جاتی ہے تو یہ یقیناً باعث اجر ہے، اس سلسلہ میں جس قدر ثواب حاکم کو ہوگا سفارش کرنے والے کو بھی پورا حصہ ملے گا، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ملتا ہے نیکی پر آمادہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا نیکی کرنے والے کو۔

الدال علی الخیر کفأعله (2)

نیکی پر دلالت کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کے برابر ثواب پالیتا ہے، سفارش ایک ایسی تیز دھار تلوار ہے اس سے ناجائز کام کرنا یقیناً عذاب الہی کو دعوت ہے اور جائز کام لینا رضاء الہی کا پیغام ہے، ناجائز سفارش کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد حرف آخر ہے۔

قبیلہ بنی مخزوم کی عورت پر جب چوری کا الزام لگا، قبیلہ کی بڑائی یا لوگوں کے اصرار یا جیسے بھی ہوا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سفارش کر دی تو فرمایا اللہ کی قسم میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو سزا ملتی، پہلی تو میں اس لئے برباد ہو گئیں کہ اُن کے بڑے جرم کرتے تھے، تو چھوڑ دئے جاتے تھے، غریب لوگ جرم کرتے تو سزا دی جاتی تھی۔ (3)

اسلام اور جمہوریت

جن دنوں جلوہ جاناں کا یہ چوتھا حصہ لکھ رہا ہوں ان دنوں اخبارات میں جمہوریت، آمریت

(1) النساء 4؛ 85

(2) الترمذی، السنن، ماجاء الدال علی الخیر کفأله، الرقم 2594، ص 279/9

(3) الاحمد، المسند، حدیث ابی مسعود عتبہ بن عمر، الرقم 21326، ص 340/45

(3) البخاری، الجامع الصحیح، کراہیۃ الشفاعة فی الحد، الرقم 6290، ص 49/21

ملوکیت کی بحشیں چل رہی ہیں۔

پاکستان جمہوری ملک ہے، اسلام جمہوریت کا درس دیتا ہے، کسی حکمران کو بزور مشیر ملک پر قابض ہو کر حکومت کرنے کا حق نہیں دیتا کہ فرد واحد جو چاہے کرتا جائے کسی اسمبلی، کسی شوریٰ کو خاطر میں لائے بغیر حکمرانی کرے۔ ایک دن نماز فجر سے قبل لکھنے بیٹھا تو یہ مضمون بھی سامنے آ گیا چنانچہ چند ایک سطریں سپرد قلم ہیں۔ سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ جمہوریت ہے کیا؟ عام طور پر جمہوریت کی یہ تعریف کی گئی ہے، وہ عوام کی حکومت ہے جو عوام کے فائدے کیلئے عوام ہی کے ذریعے سے کی جائے اسی حکومت میں اقتدار کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں حکومت ان کی مرضی کے تابع ہوتی ہے اس کی بنیاد رائے عامہ پر ہوتی ہے اس کے فیصلے عوام کے مفاد سے وابستہ ہوتے ہیں۔

جمہوریت کی ایک قسم یہ ہے کہ ہر فرد حکومت میں ذخیل ہوتا ہے یہ صورت حال کافی حد تک مشکل ہے، خاص کر کے بڑے بڑے ممالک میں تو یہ ناقابل عمل ہے

دوسری قسم یہ ہے کہ ملک کے عوام اپنا حق اپنے نمائندوں کو دے دیں اور وہ نمائندے ملک کی مشینری کا کام کریں، جیسے آج کل ہمارے ہاں جمہوریتوں میں ہو رہا ہے، لوگ ایم پی اے، ایم این اے کا انتخاب کرتے ہیں، پھر یہ نمائندے اسمبلیوں میں کام کرتے ہیں، اس نظام جمہوریت میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ انسانوں کو قانونی حدود کے اندر رہ کر رائے کی آزادی عمل کی خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے۔ اب اسلام پر نظر ڈالئے یہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا بھیجا ہوا نظام حیات جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے انسانوں کو عطا ہوا، یہ اسلامی نظام حکومت اس لحاظ سے جمہوری نظام لگتا ہے کہ اس نظام حکومت میں عوام کے مفاد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا گیا ہے، عام جمہوری نظام اور اسلامی جمہوری نظام میں کچھ بنیادی فرق ہیں۔

پہلا فرق

پہلا فرق تو یہ ہے کہ اسلام میں قانون سازی کا تعلق منتخب افراد کو حاصل نہیں بلکہ دین اسلام کی قانون سازی کا تعلق صرف اور صرف خدائے قدوس جل مجدہ سے ہی وابستہ ہے اور اقتدار علیٰ اسی کی ذات ہے، وہ خود یا اُس کے رسول ﷺ احکام صادر فرماتے ہیں حتیٰ کہ خلیفہ وقت بھی قوت عاملہ کے طور پر نمایاں ہوتے ہیں، دین کے بنیادی قواعد و ضوابط میں دخل اندازی نہیں فرماتے، بلکہ خدا اور

رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو نافذ کرتے ہیں، ہاں جن مسائل میں قرآن و حدیث خاموش ہوں تو وہاں پر بذات خود اجتہاد کر کے مسائل کا حل نکال لیتے ہیں۔

دوسرا فرق:

یہ ہے کہ ہماری مروجہ جمہوریت میں سربراہ کا تقرر معیادی ہے کہ صدر کا انتخاب پانچ سال کیلئے ہے یا چار سال کیلئے ہے، وقت ختم ہونے پر پھر انتخاب ہوں، اسلامی جمہوریت میں یہ صورت حال نہیں کہ سربراہ کا تقرر معینہ وقت کیلئے ہو پھر تبدیل کر دیا جائے، اسلامی ریاست میں سربراہ کا تقرر اس کی ساری زندگی تک ہے، صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا دور خلافت کھلی تائید ہے کہ وہ اپنی اپنی زندگی سربراہ رہے۔ موت سے قبل انتخاب کر کے انہیں ہٹایا نہیں گیا۔ خلفاء راشدین کا مقدس زمانہ علی منہاج النبوة اور اسلامی تعلیم کا صحیح نمونہ تھا، بنی امیہ، بنی عباس کی حکومتیں اس معیار پر نہیں اترتی تھیں، مروجہ جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں یہ مسئلہ قدر مشترک ہے کہ نظام حکومت مشورے سے چلایا جائے اور یہ مجلس شوریٰ جمہوریت کے مطابق ہے، خود حضور ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وشأؤمرهم فی الامر (1)

صحابہ سے معاملات میں مشورہ کر لیا کریں، تفسیر نفی میں اس آیت کے تحت آپ جنگ وغیرہ کے معاملات میں جن میں وحی نازل نہیں ہوئی، صحابہ سے مشورہ کریں تاکہ صحابہ کے دل خوش ہوں یا آپ کی امت اس میں آپ کی پیروی کرے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس حکم الہی پر عمل فرمایا اور صحابہ کرام سے مشورے لئے جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اسی قدر مشترک میں قرآن مقدس کی دوسری آیت کریمہ واضح دلیل ملتی ہے۔

وامرهم شوریٰ بینہم (2)

اس میں صحابہ کرام کی عظمت کا پہلو ملتا ہے، رب قدوس جل مجدہ صحابہ کے اس عمل کو پسند فرمایا کہ ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں، گویا صحابہ کے اس شورائی نظام کو ان کے اوصاف

(1) آل عمران 3: 159

(2) الشوریٰ 38: 42

مقدسہ میں عظیم صفت کے طور پر شمار کیا گیا ہے۔

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی حکومت مشورہ سے کام کرتی ہے تو اللہ کے فضل سے صحیح راستہ پالیتی ہے، (1)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے صحابہ سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا، اگر کہیں کوئی بات اس کے خلاف ملتی ہے تو وہ شاذ و نادر ہے۔ (2)

حضور سید عالم ﷺ اپنے جانشین کے بارہ میں نام لے کر واضح اور کھلا اعلان نہ فرمانا شاندار اسی لئے تھا کہ جمہور مسلمانوں کو انتخاب کے سلسلہ میں حق کو استعمال کرنے کا موقع ملے، مگر جو رحمت و شفقت آپ کے قلب مبارک میں امت کیلئے تھی اس کے تقاضا سے آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارے بھی فرمائے، جیسے اپنی علالت کے دوران صدیق اکبر کی امامت وغیرہ چنانچہ اسی سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تائید سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور بعد میں دوسرے صحابہ اور بنی ہاشم نے بھی اس انتخاب کو تسلیم کر لیا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب استخلاف کے ذریعہ عمل میں آیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نامزد فرمایا مگر تمام صحابہ اس پر متفق ہو جانے سے اس کی حیثیت بھی اجماعی ہوگی۔ (3)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے موقع پر جمہوریت کا پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ چھ بزرگوں کی شوریٰ مقرر کر گئے تھے اور یہ بزرگ وہ تھے جن کے متعلق واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے وقت ان سے راضی گئے تھے اور یہ طے تھا کہ ان چھ بزرگوں میں سے کوئی صاحب عنان حکومت ہاتھ میں لے لیں، شوریٰ کے اس قاعدے کو اور اس قاعدہ کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انتخاب کو بھی جمہوریت کی پسندیدگی کی بناء پر اجماعی کہا جاسکتا ہے، (4)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فی المال، ص 22/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، فی المال، ص 22/2

(3) البخاری، الجامع الصحیح، من دخل الیوم الناس، الرقم 643، ص 86/3

المسلم، الجامع الصحیح، تقدیم الجماعة من یسلم، الرقم 639، ص 404/2

(4) البخاری، الجامع الصحیح، من دخل الیوم الناس، الرقم 643، ص 86/3

المسلم، الجامع الصحیح، تقدیم الجماعة من یسلم، الرقم 639، ص 404/2

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے موقع یہی انتخاب مہاجرین و انصار بزرگ افراد کے فیصلے سے عمل میں آیا، جس سے ظاہر ہے یہ ساری تقرریاں جبر و تشدد کی حالت سے بہر حال پاک تھیں، یہ تقرریاں جبر، لالچ، موروثی یا ولی عہدی کی بنا پر ہرگز ہرگز نہ تھیں خلافت راشدہ کے بعد کے دور اس پاکیزگی، نفاست اور ریاضت سے محروم ہو گئے، وہاں جبر بھی، تشدد بھی ہوا اس دور میں جمہوریت کی روح فنا ہو گئی تھی، یزید ابن معاویہ نے اپنے حکمرانوں کے ذریعہ مدینہ منورہ میں جبری بیعت کا سلسلہ شروع کیا تھا اور کہا تھا کہ لوگ میرے موروثی غلام ہیں۔ (1)

عبدالملک شروع میں بڑا عبادت گزار تھا، جب غلیفہ ہونے کی خبر آئی تو قرآن پاک پڑھ رہا تھا فوراً بند کر کے بولا

و هذا آخر عهدی بك (2)

یہ میرا تجھ سے آخری واسطہ تھا اسی کے عہد حکومت میں کعبہ پر حجاج نے چڑھائی کی اور مدینہ منورہ جا کر جلیل القدر صحابہ سیدنا انس، حضرت جابر جیسے ممتاز صحابہ کی گردنوں اور ہاتھوں پر مہریں لگائیں اسی نے اپنے کبر و غرور میں یہ بھی کہا تھا اللہ کی قسم اگر آج کے بعد مجھے کسی نے خدا کا خوف کرنے کو کہا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تفسیر حصاص یزید ابن عبدالملک کے سامنے چالیس شیخ پیش ہوئے جنہوں نے عہد شہادت دی اس نے کہا

ان الخلفاء لا حسب علیہم ولا عذاب (3)

خلفاء پر نہ کوئی حساب ہے اور نہ ہی عذاب ہے۔ یہ ایسے ظالم لوگ تھے جو حکومت پر بد نما داغ بن گئے، ایسے ادوار کو ظالمانہ اور جابرانہ نظام حکومت تو کہا جاسکتا ہے خلافت کے اصولوں سے اسے کوئی ربط نہیں خلافت راشدہ میں آزادی رائے کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایران، عراق، مصر، شام پر جن کا حکم نافذ تھا، انہیں ایک بڑھیا، ایک بدوی، دیہاتی، اعرابی ٹوک سکتا تھا اور غصہ منانے کے بجائے اسے نہایت حوصلہ، صبر، تحمل سے جواب دیتے۔

(1) علی بن احمد، جوامع السیرة، خلافة امیر المومنین عثمان، ص 354/1

(2) علی بن احمد، جوامع السیرة، خلافة امیر المومنین علی بن ابی طالب، ص 355/1

(3) علی بن احمد، جوامع السیرة، ولایة عبدالملک، ص 360/1

خلافت راشدہ کے کارنامے نہایت حیران کن تھے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو بیت المال کی ملکیت میں سے آپ کے گھر سے ایک پیالہ، ایک ناقہ، ایک چادر نکلے جو آپ کے تصرف میں تھے اور آپ کی وفات پر آپ کی وصیت کے مطابق انہیں بیت المال میں واپس کر دیا گیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارنامے حیران کن ملتے ہیں، دنیا نے دیکھا، اسلامی خلافت کا امیر مسجد نبوی میں قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے مل رہا ہے مگر پیرہن میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور بھی ایک عظیم دور گزرا ہے، اگرچہ آپ کی وہ تلوار جو بدر و خندق میں کفر کی گھٹاؤں میں بجلی بن کر چمکی تھی مجبوراً اسے کئی اور مقامات پر اٹھنا پڑا تاہم آپ نے ہمیشہ اپنے طرز عمل سے اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

ایک موقع پر سیدنا علی المرتضیٰ سے کسی دوست نے عرض کی آج عید کے موقعہ نیالباس پہن کر نماز عید میں شریک ہوں تو آپ نے فرمایا علی کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ نیالباس پہن کر چلے اور کوفہ کے ہزاروں لوگ پھٹے، پرانے لباس میں ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اگرچہ دولت مند تھے مگر زیب و زینت کو ناپسند فرماتے تھے، اور اپنی دولت کا کثیر حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے تھے، سچ بات تو یہ ہے کہ مساوات جو اسلام نے امیر و غریب کے درمیان قائم کر دی تھی وہ جمہوریت کی اساس ہے، جمہوری حکومت میں بعض دشواریاں بھی پیش آتی ہیں کہ کبھی حکومت ایک فیصلہ کرتی ہے مگر عوام اسے پسند نہیں کرتے جیسے پاکستان میں عموماً ہوتا رہتا ہے، اس کا علاج بھی ہے کہ بہر حال حکومت کو چاہئے کہ اکثریت کی رائے کو تسلیم کرے بشرطیکہ کسی اقلیت پر ظلم نہ ہو، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسا ہوا کہ آپ نے کسی علاقہ کیلئے کسی گورنر کو مقرر کیا مگر وہاں کی عوام نے پسند نہ کیا آخر خلیفہ المسلمین کو گورنر بدلنا پڑا، جمہوریت میں بعض اوقات اقلیت پر زیادتی بھی ہو جاتی ہے مگر اسلام نے اس کا پورا پورا دفاع کیا ہے اور اقلیت کے حقوق کا پورا پورا احترام کیا ہے، ذمیوں کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ اسی عنوان پر میرے رسالہ ”ذمیوں کے حقوق“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اسلامی دور میں ان کے تحفظ میں حسین کلمات ملتے ہیں ان کے گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے انہیں ناقوس بجانے کی ممانعت نہیں ہوگی، نہ ان کے خصوصی دنوں میں صلیب نکالنے کی

بندش ہوگی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مسلمان نے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تھا آپ نے حکم دیا، قاتل کو مقتول کے وارث کے سپرد کر دیا جائے، چنانچہ ایسا کیا گیا اور قاتل کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایرانیوں سے ایسا محبت بھرا برتاؤ تھا کہ وہ لوگ سمجھتے تھے ”خدا کی قسم اس عرب نوجوان نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی ہے“ ذمیوں کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ فرمان ”جو کوئی کسی ذمی کو ستائے گا میں قیامت میں اس کی گرفت کروں گا“ سب سے بڑی دستاویز ہے۔

جمہوری نظام میں اگر حکومت کا طرز عمل جمہوریت کے خلاف ہوتا ہے تو اس پر عدم اعتماد کا ہدف پاس کیا جاتا ہے اور آئندہ الیکشن میں وہ ناکام ہو جاتا ہے، اسلامی جمہوریہ میں حکم ہے کہ اگر خلیفہ کفر کرے تو امت اس کو معزول کر دے اگر خلیفہ فاسق ہے تو فسق میں اس کی اطاعت نہ کی جائے مگر اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے کہ اس صورت میں ریاست کی بربادی اور مسلمانوں کی خونریزی ہو گی۔

بعض محدثین کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ کے مقابلہ میں امر بالمعروف کے قائل نہ تھے، اور اسے فتنہ کہتے تھے مگر پوری امت کے محدثین نے ان کی اس رائے کو اہمیت نہیں دی۔ اس لئے اس پر بحث کی ضرورت بھی نہیں امام شافعی علیہ الرحمہ فسق سے خلیفہ کے معزول ہونے میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا عمل بھی بتاتا ہے کہ آپ اس کے قائل تھے کہ فاسق آدمی کو خلافت سے معزول کیا جائے، جمہوریت کے عنوان پر تبصرہ کرنے سے یہ مفہوم ہرگز نہ لیا جائے کہ اس جمہوریت سے مراد، فرانس امریکہ اور ایسے بے دین ممالک کی جمہوریت ہے، ان کی اساس تمدن پر ہے جو سراسر بے دینی ہے، گمراہی ہے اس کے برخلاف اسلامی جمہوریت کا سب سے بڑا امتیاز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، تقویٰ ہے، پرہیزگاری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین تواضع ہے

اسلام ہی وہ دین ہے جس سے عجز و انکساری، نیاز مندی کا درس ملتا ہے اور یہ چیزیں اصلاح

معاشرہ کے لئے بے حد مفید ہیں اور انسان کی اپنی روحانی ترقی کے لئے بے حد مفید ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں

”من تواضع لله رفعه الله“ (1)

اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرنا اس کی ترقی درجات کا سبب بنتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر ایک آدمی کیساتھ دو فرشتے رہتے ہیں اگر وہ تکبر کرتا ہے تو فرشتے لگام دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے اللہ تو اسے نیچا دکھا دے اور اگر وہ عاجزی کرتا ہے تو فرشتے بارگاہ قدس میں دعا کرتے ہیں اے اللہ اسے بلند فرما دے، معنی یہ ہوا کسی بندہ کے تکبر کرنے سے فرشتے بد دعا کرتے ہیں، عاجزی کرنے سے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ عقل مند انسان وہی ہے جو عجز و انکساری سے زندگی گزارتا ہے اور فرشتوں کی دعائیں لیتا ہے۔ (2)

اس حدیث شریف کا دوسرا پہلو اس طرح

”ومن تكبر وضعه الله“

جس نے تکبر کیا اسے اللہ تعالیٰ نے گرا دیا

”ومن ذكر الله احبه“ (3)

’اور جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اللہ تعالیٰ نے اسے محبوب فرمایا۔

اسی عجز و انکساری کے عنوان پر امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی اتاری کہ میں ایسے شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندوں پر بڑا نہ بنے اور اپنے دل میں میرا خوف رکھے، دن بھر میری یاد میں مصروف رہے۔ (4)

(1) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 179/8

البیہقی، شعب الایمان، فصل فی التواضع، الرقم 7917، ص 182/17

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 27/3

(3) البانی، مشکوٰۃ، باب السلام، الرقم 5119، ص 110/3

الشہاب القضاہی، المسند، من تواضع، الرقم 323، ص 60/2

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 27/3

اسی عنوان پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ملتا ہے آپ نے فرمایا ان لوگوں کو مبارک ہو جو دنیا میں تواضع کرتے ہیں وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر بیٹھیں گے، ان لوگوں کو مبارک ہو جو دنیا میں لڑنے جھگڑنے والوں میں صلح کروادیتے ہیں وہ قیامت کے دن جنت الفردوس کے مالک ہوں گے، مبارک ہو ان لوگوں کو جو دنیا میں اپنے دلوں کو پاک صاف رکھتے ہیں وہ قیامت کے دن دیدار الہی سے بہرہ ور ہوں گے۔ (1)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا لوگو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔
اگرچہ یہ کام بظاہر چھوٹا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ (2)
حدیث شریف کے آخری کلمات مبارک یہ ہیں

”ومن تكبر وضعه الله فهو في اعين الناس صغير

وفي نفسه كبير حتى هو اھون علیہم من كلب او

خنزیر او كما قال ﷺ“ (3)

”وہ اپنے دل میں بڑا بنتا ہے یہاں تک کہ لوگ اسے کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔“

ایک اور حدیث شریف سے یہی عنوان ”عجز و انکساری“ اس طرح ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا چار انعامات الہیہ اس شخص کو ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوتا ہے۔ فضول باتوں سے خاموشی، اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل، عجز و انکساری، دنیا میں عبادت۔ (4)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آسمانوں سے بھی اونچا کر دیتا ہے، تواضع کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ (5)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 27/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

(3) البانی، مشکوٰۃ، باب السلام، الرقم 5119، ص 110/3

الشہاب القضائی، المسند، من تواضع، الرقم 323، ص 60/2

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 27/3

(5) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 27/3

حضرت کعب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کسی نعمت سے نوازتا ہے اور وہ بندہ اس نعمت کے بدلے شکر ادا کر کے عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا، اول و آخر میں سرفرازی بخشتا ہے اور اگر وہ اس انعام ملنے پر عاجزی اختیار نہیں کرتا بلکہ تکبر و غرور سے زندگی گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس سے اس نعمت کا فائدہ روک لیتا ہے اور آخرت میں اس کے لئے جہنم کا طبقہ کھول دیتا ہے (1)

اس عنوان پر عبدالمالک بن مروان رضی اللہ عنہ کا قول ملتا ہے ان سے کسی نے پوچھا مردوں میں بہتر آدمی کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ شخص جو طاعت ہونے کے باوجود عاجزی کرتا ہے اور قابو پا کر انتقام نہیں لیتا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بندہ ہے۔ (2)

ابن سماک نے ہارون الرشید سے کہا اے امیر المؤمنین جو خدا کے عطا کردہ مال سے لوگوں سے حسن سلوک کرے اور عاجزی کرے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کا نام اولیاء اللہ کے دفتر میں لکھ لیتا ہے۔ (3)

عجز و انکساری کا پہلو اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت لقمان علیہ السلام سے اس طرح ملتا ہے آپ کا معمول تھا صبح کو انسانوں سے ملاقات فرماتے، امراء اور مال دار لوگوں سے ملاقات کے بعد مساکین میں آ کر بیٹھ جاتے اور فرماتے مسکین کا گذر مسکینوں میں ہی ہے۔ (4)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اس عنوان پر حضرت مجاہد علیہ الرحمہ کا ایک قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں جب نوح علیہ السلام کی بدعمل قوم غرق ہو گئی تو ہر پہاڑ نے اپنی اونچائی پر فخر کیا اور جودی پہاڑ نے عاجزی اور انکساری اختیار کی تو نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر رکی، یہ عجز کا اعزاز تھا۔ (5)

مالک بن دینار علیہ الرحمہ نے ایک مقام پر اپنے عجز کو اس طرح فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر یہ کہے کہ تم میں جو شخص ہے وہ باہر نکلے تو سب سے پہلے میں نکلوں گا کہ مسجد کے حاضرین میں مجھ سے زیادہ کوئی برا نہیں ہوگا۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے فرمایا جب تک کوئی شخص یہ سمجھتا ہے۔

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

(5) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 28/3

کہ فلاں شخص مجھ سے برا ہے یہ بندہ متکبر ہے۔ ان سے پوچھا گیا، حضرت متواضع بندہ کون ہے؟ تو فرمایا جب اپنے نفس کے واسطے کوئی کسی قسم کا مقام نہ جانے تو وہ متواضع ہوگا۔

یحییٰ بن خالد کی فرماتے ہیں، شریف جب عابد ہو جاتا ہے تو عاجزی کرنے لگتا ہے اور احمق جب عابد ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے جو بالآخر اس کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے یہ تواضع یہ عجز بڑے مالدار لوگوں کا حسن ہے، زیور ہے اور انہیں کو سختی ہے۔ (1)

تواضع زگردن فرازاں نکوست

گداگر تواضع کند خوبے اوست

”تواضع امیر لوگوں سے اچھی لگتی ہے فقیر گداگر عاجزی کرے تو کمال نہیں کہ اس کی تو یہ

عادت ہے“

اسی ضمن میں بولے جرجانی کا قول ملتا ہے آپ فرماتے ہیں نفس کا خمیر، تکبر، حرص، اور حسد سے ہے۔ نفس اکثر و بیشتر انہیں تیروں سے شکار کرتا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے اسے عاجزی، خیر خواہی سے اور قناعت سے دور کر دیتا ہے اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری فرمانا چاہتا ہے اسے عاجزی، خیر خواہی، اور قناعت کی نعمتوں سے نواز دیتا ہے۔ اور جب کبھی اس کے دل میں تکبر و غرور اٹھتا ہے تو فوراً اس شعلہ زن آگ کو عاجزی بجھا دیتی ہے اگر حرص کی آگ بھڑکتی ہے تو قناعت کا ٹھنڈا پانی اسے بجھا دیتا ہے۔ (2)

اسی عنوان کی تائید میں عمر بن شیبہ کا قول ملتا ہے آپ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تھا ایک شخص کو دیکھا وہ خچر پر سوار ہے۔ اس کے آگے بہت سے آراستہ پیراستہ غلام ہیں اور وہ بندہ اپنی فوج میں گزر رہا ہے۔ اس کے غلام لوگوں کو آگے پیچھے دھکیل کر اس کے لئے راہ ہموار کرتے جاتے ہیں اور لوگوں سے سختی کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کچھ دنوں بعد میں بغداد گیا اور ایک پل پر ایک شخص دیکھا جو ننگے پاؤں تھا، ننگے سر تھا، پریشان حال تھا، لمبے لمبے بکھرے بال گرد آلود تھے، مجھے اس بندے کی شکل اسی سے ملتی جلتی دکھائی دی جسے میں نے صفا و مروہ کے درمیان دیکھا تھا،

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 29/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 29/3

میں نے اس سے پوچھا تو وہی بندہ تو نہیں جو کچھ دن پہلے صفا و مروہ میں غلاموں کی بھیڑ میں تھا اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ عمر بن شبہ لکھتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تیری حالت میں اس قدر فرق کیسے آیا؟ اس نے کہا میں نے اس مقام پر تکبر کیا جہاں مجھے عاجزی و انکساری سے کام لینا چاہیے تھا میرے اس جرم کی سزا میں میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ (1) (والعیاذ باللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین حیا ہے

اسلام کے بے شمار خصائص میں ایک یہ بھی ہے کہ اسلام حیا کا دین ہے، شرم کا دین ہے، عزت کا دین ہے۔ حیا کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا

”مَآکَانَ الْفَحْشِ فِي شَتَّى الْأَشَانِهِ وَمَآکَانَ الْحَيَا فِي

شَتَّى الْأَزَانِهِ (2)

”یہ روایت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا بے حیائی جس چیز میں بھی ہوگی اسے عیب دار بنا دے گی اور حیا کی صفت جہاں بھی ہوگی اسے حسین بنا دے گی۔ فحش کا معنی بڑا وسیع ہے زبان سے برے کلمات، ہاتھ سے برے اشارات، آنکھ سے برے اشارات، جسمانی طور پر غلط بناؤ سنگھار، قابل نفرت لباس کا زیب تن کرنا، کسی کے سامنے برہنہ ہونا، قص و سرور کی محفلیں سجانا، فحش لغو تنگی تصاویر سے دلچسپی رکھنا۔ حدیث شریف میں لفظ فحش سے ایسی اور اس قسم کی دوسری ہزاروں برائیاں مراد ہیں۔ شرم و حیا کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے حضور ﷺ سے اس طرح بھی ارشاد ملتا ہے

”الایمان بضع و ستون شعبۃ والحياء شعبۃ من

الایمان (3)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التواضع، ص 29/3

(2) الترمذی، السنن، مأجاء فی الفحشی والتفحشی، الرقم 1897، ص 242/7

البانی، مشکوٰۃ، الرقم 4854، ص 52/3

(3) البخاری، الجامع الصحیح، امور الامار، الرقم 8، ص 13/1

روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے ہے، فرمایا ایمان کی ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ حیاء کے معنی رک جانا بھی ہے۔ ایسا جذبہ جس سے کسی بڑے کام سے رک جائے کہ اگر میں نے یہ کیا تو لوگوں میں برائی ہوگی۔

حیاء اختیار کرنے سے انسان کے اندر خود بخود کئی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور پھر یہ کمالات اس انسان کے اندر حسین رنگ بھر دیتے ہیں اس کے دین و ایمان کے بہترین پہرے دار بن جاتے ہیں، جب یہ صفت حیاء کسی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو خود بخود دگنا ہوں سے نفرت، نیکیوں کی طرف رغبت کا حسین جذبہ ابھر آتا ہے۔ اور یہ مقدس جذبہ اس بندے کی قدم قدم پر راہنمائی کرتا ہے، شرم و حیاء سے آنکھیں جھک جاتی ہیں، زبان قابو میں رہتی ہے، کان محتاط ہو جاتے ہیں، ہاتھ ظلم سے رک جاتے ہیں، قدم شراب کی بجائے مسجد کی طرف بڑھنے کو ہر حال میں ترجیح دیتے ہیں پھر یہ ایک بندہ پورے معاشرہ کا حسن دکھائی دیتا ہے پھر اس کی شکل و صورت اور انداز زندگی کو دیکھ کر ہزاروں لوگ دین اسلام کی اہمیت کو سمجھنے لگ جاتے ہیں اور یہ صدقہ جاریہ اس کی عاقبت کی اچھائی اور بارگاہ قدس میں سرخروئی کا سبب بن جاتا ہے، اس کی سوسائٹی اس کا دائرہ کار پورے معاشرے سے برائی، بد اخلاقی، بد تمیزی کے روکنے کے لئے سنگ بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں حیاء کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا گذر انصار کے ایک شخص پر ہوا وہ اپنے بھائی کو کچھ ہدایت دے رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا

دعه فان الحياء من الايمان (1)

اسے اپنے حال پر چھوڑ دے کہ حیاء ایمان کی نشانی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے حیاء اور ایمان کے تعلق کو ایک ارشاد میں اس طرح ذکر فرمایا

ان الحياء والايمان قرناء جميعاً (2)

حیا اور ایمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں

(1) البخاری، الجامع الصحیح، الحیاء من الايمان، الرقم 23، ص 40/1

المالك، الموطأ، ما جاء في الحياء، الرقم 1407، ص 389/5

(2) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 92/6

البيهقي، شعب الايمان، الرقم 7467، ص 217/16

فَاذَا مَرِضَ أَحَدُهُمَا سَرَفَ الْآخَرُ

اگر ان میں سے ایک ختم ہو جائے تو دوسرا بھی نہیں رہتا۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے حیاء اور ایمان کا تعلق ایک دوسرے سے کس قدر گہرا ہے، اگر کوئی شخص اپنے اندر بے حیائی کے جذبات پالتے ہوئے اپنے مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اندازہ کیجئے اس کا وہ دعویٰ کس قدر کمزور اور جھوٹا ہوگا کہ حضور سید عالم ﷺ نے واضح ارشاد فرمایا حیاء نہ رہا تو ایمان بھی نہ رہا حیاء نہ ہو تو ایمان کا دعویٰ محض زبانی عمل ہوگا، جس کی بارگاہ قدس میں کوئی حقیقت نہیں اگر اس حدیث شریف کا خلاصہ اس طرح بیان کر دیا جائے تو بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی ایمان دار بے حیاء نہیں ہوتا اور کوئی شرم و حیا کا پیکر بے ایمان نہیں ہوتا، حیاء کی عظمت کو ایک اور دوسری حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا گیا، سیدنا زید ابن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

ان لكل دين خلق الاسلام الحياء (1)

فرمایا ہر دین میں کوئی ایک خاص پسندیدہ بات نمایاں ہوتی ہے اسلام کے اندر محبوب ترین خصلت حیاء ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے ڈر کر کسی برے کام کو چھوڑنا حیاء کا نفیس معنی کہا جاسکتا ہے۔ حیاء کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں خود بخود ابھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔

☆ حیاء کرنے والا بندہ خدا سے ڈرتا ہے

☆ حیاء کے عمل نے اس کا یہ عقیدہ مضبوط کر دیا ہے کہ خدا اسے دیکھتا ہے

☆ حیاء کے عمل نے اس کا عقیدہ بنا دیا ہے کہ قیامت کے دن اسے جواب دہی

کا سامنا کرنا پڑے گا۔

☆ حیاء نے اسے رب قدوس کی ذات کے ساتھ والہانہ وابستگی کر دی ہے۔

”اسلام دین حیاء ہے“ اس عنوان کو مزید مستحکم کرنے کے لئے حضور سید عالم ﷺ کا ایک اور

ارشاد گرامی واضح دلیل ہے، عمران بن حصین فرماتے ہیں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا

(1) ابن ماجہ، السنن، الحیاء، الرقم 4171، ص 219/12

البیہقی، شعب الایمان، الرقم 7454، ص 206/16

الحیاء لا یأتی إلا بخیر وفي رواية الحیاء خیر کله (1)

ترجمہ: حیاء میں ہمیشہ خیر ہی خیر ہے اور اس کا انجام ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ ایک روایت میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے حیاء مکمل طور پر خیر ہے، مکمل طور پر بہتری ہے اور خوبی ہے، اس حدیث شریف سے واضح ہو رہا ہے کہ حیاء سے ہمیشہ بھلائی صادر ہوتی ہے، بہتری نمودار ہوتی ہے، کچھ لوگ حیاء کا معنی یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ لوگوں سے تعلقات نہ ہوں، میل جول میں آدمی کھلا نہ ہو، گوشہء تنہائی ہو، بس صرف اپنی ذات سے ہی کام ہو یہ صحیح نہیں، حیاء کا معنی برائی گناہ، ناپسندیدہ کام، خدائے قدوس اور حضور ﷺ کی نافرمانی سے باز رہنا ہے۔

اسلامی اور غیر اسلامی تعلیمات کا واضح فرق یہ بھی ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات آدمی کو اچھے کاموں پر دلیر بناتی ہیں اور برے کاموں سے دور رہنے کا سبق سکھاتی ہیں جبکہ غیر اسلامی تہذیب بد اخلاقی، بد تہذیبی اور بد میلانی جیسے ہزاروں برے کاموں میں ملوث کر دیتی ہے۔

اس ضمن میں حضور سید عالم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی جو سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا، وہ یہ ہے

ان مبادئ الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم

تستحي فافعل ما شئت (2)

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا بے شک انبیاء سابقین علیہم السلام سے جو بات لوگوں تک پہنچی ہے کہ اگر تجھ میں حیاء نہیں تو جو تیرا جی چاہے کرتا پھر۔ اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ شریف نے باب الرفق والحیاء میں نقل کیا ہے اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ شرم وحیاء کا مسئلہ صرف حضور ﷺ نے ہی بیان نہیں فرمایا بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اپنی امتوں کو اس کا درس دیتے رہے، جیسے پہلی قوموں میں خدا پر ایمان انبیاء علیہم السلام پر ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ کے اہم قوانین لاگو رہے اسی طرح دین کے اندر حیاء کا مسئلہ بھی مرکزی حیثیت رکھتا ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس کی

(1) البخاری، الجامع الصحیح، الحیاء، الرقم 5652، ص 76/19

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 109/13

(2) ابن ماجہ، السنن، الحیاء، الرقم 4173، ص 221/12

البخاری، الجامع الصحیح، اذا لم تستحي فافعل ما شئت، الرقم 5655، ص 80/19

تعلیم دیتے رہے۔

یہی عنوان حیات ایک اور ارشاد گرامی سے اس طرح ملتا ہے یہ ارشاد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے فرمایا

الحياء من الإيمان والإيمان في الجنة والبذاء من

الجفاء والجفاء في النار او كما قال ﷺ (1)

فرمایا حیات ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں پہنچائے گا بے حیائی بدی ہے اور بدی کا انجام جہنم ہے۔ اگر اس عنوان کو ان چند الفاظ میں سمجھ لیا جائے تو کافی آسانی ہوگی حیات دین و دنیا کی سرخروئی اور آبادی ہے، بے حیائی دنیا اور آخرت کی ذلت و بربادی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام تحمل و بردباری کا دین ہے

زندگی گزارنے اور معاشرے میں رہنے کیلئے حوصلہ، تحمل، بردباری کی کس قدر شدید ضرورت ہے یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ بات بات پر لڑنے جھگڑنے اور درگزر نہ کرنے سے کس قدر معاشرہ میں فساد پیدا ہوتا ہے، اسلام نے انسان کو تحمل و بردباری کا درس دیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الرفق میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے جو اس عنوان میں زبر دست تائید ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں حضور ﷺ تعجب فرماتے رہے کہ یہ کس قدر صدیق اکبر سے الجھ رہا ہے، جب وہ اس گالی گلوچ کے سلسلہ میں حد سے بڑھ گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے اُسے جواب دیدیا اس پر حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار پیدا ہو گئے اور آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے پیچھے گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ وہاں کھڑے رہے اور جب میں نے اس کے کچھ کلمات کا

(1) الترمذی، السنن، ماجاء فی الحیاء، الرقم 1932 ص 294/7،

ابن ماجہ، السنن، الحیاء، الرقم 4174 ص 12/222

جواب دیا ہے تو آپ ناراض ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر اس وقت تمہارے پاس ایک فرشتہ تھا جب تک تم چپ رہے وہ جواب دیتا رہا جب تم نے خود جواب دیا تو شیطان آگیا، پھر فرمایا ابو بکر تین باتیں ہیں جو ساری کی ساری سچ ہیں پہلی بات یہ ہے جس شخص پر کوئی ظلم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے خاموشی کے ساتھ برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کو اپنی مدد سے مالا مال کر دے گا۔ دوسری بات یہ ہے جو شخص عطیات دینا شروع کرے اور اس کی نیت یہ ہو لوگوں سے اچھے تعلقات ہوں، بہتر میل جول ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ تیسری بات فرمائی جو شخص مانگ مانگ کر پیسہ بڑھانا چاہتا ہے وہ اس مال کی نحوست سے اور زیادہ نقصان اٹھائے گا۔ (1)

حوصلہ، صبر، بردباری کے سلسلہ میں یہ روایت سنگ میل ہے خاموشی پر فرشتہ مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس خاموشی کا یہ اجر عطا فرماتا ہے، ظاہر ہے گالی کا جواب گالی ہوگا تو فساد بڑھے گا لڑائی ہوگی اور شیطان کا کام پورا ہوگا کہ شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ لوگ لڑائی جھگڑوں میں پھنس کر دین سے دور رہیں۔ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے، اسے شکست دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے واقعات میں انسان خاموش رہے حوصلہ کرے، چپ رہے کہ شیطان کو شکست دے۔ اس سلسلہ میں اگر لڑائی جھگڑے کے وقت خاموشی کے ساتھ

لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (2)

پرھتا رہے تو مدد ہوگی، شیطان ذلیل ہوگا، فتن و فساد سے جان بچ جائے گی حوصلہ اور صبر کرنے والے کو ایک غیبی قوت عطا ہوگی جو اسے بہترین کام دے گی۔ اللہ کی رضا کے لئے خیرات کرنے والے کے مال میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔

اسی تحمل و بردباری کی تائید میں ایک اور روایت ملتی ہے سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک موقع پر حضور ﷺ نے قبیلہ عبد القیس کے ایک آدمی انج سے فرمایا

(1) البانی، مشکوٰۃ، الرقم 5102، ص 106/3

(2) البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 251/5

النسائی، السنن الکبریٰ، ص 96/6

”ان فيك لخصلتين يحبهما الله الحلم والاناة“ (1)

تیرے اندر دو عادتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ پسند فرماتا ہے پہلی عادت بردباری ہے اور دوسری عادت اطمینان اور آہستہ روی ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ عبدالقیس کا قبیلہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچتے ہی فوراً دوڑ کر تیزی سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اس قبیلہ کے سردار شیخ نے اطمینان سے حاضری دی۔ سامان ٹھکانے لگایا، غسل کیا، کپڑے بدلے اور پھر پروقار طریقے سے حاضری دی۔ حضور ﷺ کو اس کی یہ عادت اچھی لگی تو یہ ارشاد فرمایا اور اس کی تعریف کی کہ تم میں بردباری اور حلم ہے۔ اسی عنوان کے تحت سیدنا سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد گرامی سے ایک روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

”من كظم غيضا وهو قدس على ان يفذه دعاه

الله على امروس الخلاق يوم القيامة ملا الله قلبه

امنا وایمانا او کما قال ﷺ“ (2)

جس نے اپنے غصہ پر قابو پا لیا حالانکہ اسے قوت تھی کہ جو چاہے کرے (جواب دے) اسے اللہ تعالیٰ جل مجدہ قیامت کے دن اولین والآخرین کے سامنے بلائے گا اور اس کے دل کو ایمان سے اور امن سے بھر دے گا۔

دوسری روایت میں یہی عنوان اس طرح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جنت کی خادماؤں سے جو چاہے پسند کرے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث شریف ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

ان الله تعالى مرفیق و يحب الرفق“ (3)

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو ہی پسند کرتا ہے۔

(1) المسلم، الجامع الصحيح، الامربالایمان لله تعالى، ورسوله، الرقم 24، ص 107/1

الطبرانی، المعجم الاوسط، باب الميم من اسمه محمد، ص 492/11

(2) ابوداود، السنن، من كظم غيظاً، الرقم 4147، ص 397/12

الترمذي، السنن، من كظم غيظاً، الرقم 1944، ص 315/7

(3) المسلم، الجامع الصحيح، فضل الرفق، الرقم 4697، ص 486/12

ابن ماجه، السنن، الرفق، الرقم 3678، ص 87/11

”ويعطى على الرفق مالا يعطى على العنف“

نرمی سے وہ کچھ عطا ہوتا ہے جو سختی سے نہیں ملتا۔ دوسری روایت میں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طرح ہے”

عليك بالرفق وإياك والعنف والفحش“ (1)

نرمی اختیار کر اور بے حیائی سے بچ، جس چیز میں نرمی ہوگی اسے شاندار بنادے گی اور جس چیز میں سختی ہوگی اسے عیب دار بنادے گی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا

”من يحرم الرفق يحرم الخير“ (2)

جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے بھی محروم رہا (یہ روایات صاحب مشکوٰۃ نے باب الرفق والحياء میں بیان کی ہیں)۔ لوگوں کو اپنے قریب کرنے اور گرویدہ بنانے کی دو ہی صورتیں ہیں جو عموماً دیکھنے میں آئی ہیں، پہلی تو یہ ہے کہ بادشاہ ظالم ہے جب ذرہ بھر کسی میں کوتاہی دیکھے تو سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے ظاہر ہے اس طرح بھی لوگ ذرا خوف کی وجہ سے اس کے قریب ہوں گے تاکہ اس کے غضب سے بچے رہیں مگر یہی لوگ اسے دل سے اچھا نہیں سمجھیں گے اس کے متعلق بددعا کریں گے خدا سے پناہ مانگیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کسی سے بھی نرمی، خوش اخلاقی، درگزر اور پیار سے واسطہ رکھیں، اس طرح سے جو لوگ آپ کے قریب ہوں گے وہ دل کی گہرائیوں سے آپ پر مر مٹنے کے جذبہ کے ساتھ قریب ہوں گے۔ آپ کی بہتری، درازی عمر کے لئے رب ذوالجلال سے دعائیں کریں گے۔ پہلی صورت سے معاشرہ میں خرابی، دلوں میں بگاڑ، نفرت دشمنی کے جذبات پیدا ہوں گے جب کہ دوسری صورت سے معاشرہ کی اصلاح ہوگی، محبت ہوگی۔ اسلام اس دوسری صورت کا قائل ہے اور تحمل و بردباری درگزر کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے اس نرم مزاجی پیار اور محبت کو دور دور تک پھیلانے کا حکم دیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ سے ہے حضور ﷺ ہم سے خوب گھل مل کر بے تکلفی کی باتیں

(1) البانی، مشکوٰۃ، الرقم 5068، ص 99/3

(2) البانی، مشکوٰۃ، الرقم 5069، ص 99/3

فرمایا کرتے، یہاں تک کہ بچوں سے شفقت اور پیار بھی فرماتے حضرت انس فرماتے ہیں میرے ایک بھتیجے عمر کے پاس ایک غیر (پرندہ) تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا ایک دن حضور ﷺ نے پیار سے اسے فرمایا

”یا عمیر ما فعل النغیر“ (1)

عمیر تیرے غیر کا کیا حال ہے؟ جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ اسی عنوان شفقت، نرمی اور تحمل کے بارہ میں حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے

اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا (2)

کامل ایمان والا شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

لا یرید اللہ باهل البيت مرهقا الا یتفعهم (3)

حضور ﷺ نے فرمایا جس گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے نرم مزاجی عطا فرمائی اسے نفع پہنچ کر رہے گا۔

ولا یحرمهم ایاة الاضرہ (3)

اور جو گھرانہ اس سے محروم رہا اسے برائی مل کر رہے گی۔

اسلام ہی دین نجات ہے

قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے

ان الدین عند اللہ الاسلام (4)

اللہ تعالیٰ کے حضور پسندیدہ دین دین اسلام ہی ہے۔ پھر ارشاد ہوا

(1) البخاری، الجامع الصحیح، الانبأط الی الناس، الرقم 5664، ص 92/19

الترمذی، السنن، ما جاء فی المزاج، الرقم 1912، ص 266/7

(2) ابوداود، السنن، الدلیل علی زیادة الایمان والنقصانہ، الرقم 4062، ص 292/12

الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 10397، ص 441/21

(3) الطبرانی، المعجم الاوسط، باب المیم من اسمہ محمد، الرقم 5379، ص 457/11

(4) آل عمران 3: 19

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه (1)

جس نے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کیا وہ قبول نہ کیا جائے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا وہ ارشاد مبارک جس سے اسلام کی مرکزیت ثابت ہوتی ہے اس عنوان کی زبردست دلیل ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے، نماز آکر عرض کرے گی اے اللہ! میں نماز ہوں جواب ہوگا تو اچھی چیز ہے، پھر صدقہ آئے گا اور کہے گا یا اللہ! میں صدقہ ہوں جواب ہوگا تو اچھی چیز ہے، پھر روزہ آئے گا عرض کرے گا میں روزہ ہوں جواب ہوگا تو اچھی چیز ہے۔ اسی طرح تمام اعمال ایک ایک کر کے آئیں گے اور یہی جواب لئے جائیں گے ان سب کے بعد اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا یا اللہ تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں جواب ہوگا تو اچھی چیز ہے آج میں تیری ہی بناء پر سزا دوں گا اور تیری ہی بناء پر انعام دوں گا۔ (2)

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہوتی ہے، دنیا میں کئے گئے اعمال صالحہ اسی وقت کام آئیں گے جب انہیں اسلام کے اندر داخل ہو کر کیا جائے گا۔ اگر کوئی کام اچھا ہو اور اسلام میں داخل ہو کر نہ کیا جائے تو اسکی کوئی حقیقت نہیں دین میں داخل ہو کر پھر اس پر ثابت قدم رہنا ہی نجات کا ضامن ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ اکثر فرمایا کرتے

يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك (3)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر ایمان لاتے ہیں کیا اب بھی آپ ہماری نسبت ڈرتے ہیں، فرمایا ہاں دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

اس پر ثابت قدمی کو ایک موقع پر حضور ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا

(1) آل عمران 19:3

(2) آل عمران 61:3

(3) الترمذی، السنن، ماجاء ان القلوب بين اصبعي الرحمن، الرقم 2004، ص 29/8

الاحمد، المسند، مسند انس بن مالك، الرقم 11664، ص 210/24

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ

كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (1)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں دین پر قائم رہنے والا ایسا ہوگا جیسا وہ شخص جس نے مٹھی میں آگ کا دھکتا ہوا انگارہ پکڑا ہو۔

دین کے اس عنوان پر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ملتا ہے جسے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اور صاحب مشکوٰۃ نے باب الاعتصام میں اس طرح بیان کیا ہے اور دین کی مثال بارش سے دی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم عطا کر کے مجھے بھیجا ہے وہ ایک موسلا دھار، زوردار بارش کی طرح ہے کہ وہ بارش ساری زمین پر برس رہی ہے لیکن زمین کا ایک ٹکڑا تو بہتر ہے وہ پانی اپنے اندر جذب کر لیتا ہے پھر اس سے غلہ، پودے، گھاس وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، جبکہ زمین کا دوسرا حصہ نشیبی علاقہ ہے جہاں بارش کا پانی رک گیا اس حصہ سے بھی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، پانی ادھر ادھر لے جاتے ہیں، جانوروں کو پلاتے ہیں، کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں اور زمین کا ایک ٹکڑا سخت چٹیل میدان ہے نہ تو اس میں پانی جمع ہوتا ہے کہ لوگ فائدہ اٹھائیں نہ وہ جذب کرتا ہے کہ گھاس وغیرہ اُگے۔ اسی طرح کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ دین اسلام کو خوب سمجھ لیتے ہیں، خود علم سیکھتے ہیں، دوسروں کو سکھاتے ہیں اور کچھ ایسے لا پرواہ ہیں جو دین کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس سے انہیں کوئی غرض ہی نہیں ہوتی، حضور ﷺ نے بارش کی مثال فرما کر سمجھا دیا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے دین کو اپنے اندر جذب کر لیا اور ان سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، کچھ حصہ زمین کا ایسا تھا جس نے پانی کو جمع کر لیا تا لابلاب بن گیا یہ حصہ سبزہ نہا گا سا البتہ لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا کچھ ایسی بنجر زمین ثابت ہوئی جس نے نہ کچھ اُگایا نہ پانی جمع کیا معلوم ہوا زمین کی آخری قسم بے کار ہے۔

ایسا انسان جس سے دین کا کوئی فائدہ نہ ہو بنجر زمین ہے جو بے کار ہے برباد ہے اور جڑی ہوئی ہے (خدا پناہ دے)۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین امانت ہے

اسلام امانت کی حفاظت اور اسے دیانت داری سے واپس کرنے کا حکم دیتا ہے، اس مسئلہ امانت کو ہم اہمیت نہیں دیتے اور دین کے خلاف فضا کو بھڑکاتے ہیں مسئلہ امانت کی اہمیت ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قلما خطبنا رسول الله ﷺ الا قال لا ايمان لمن

لا امانته له او كما قال ﷺ (1)

حضور ﷺ نے بہت کم کوئی ایسی تقریر فرمائی جس میں آپ نے یہ نہ فرمایا ہو وہ شخص ایمان سے محروم ہے جو امانت دار نہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو رہا ہے کہ ایمان دار بننے کیلئے ایمن ہونا نہایت ضروری ہے امانت کی ضد خیانت ہے جو امانت دار نہیں وہ خائن ہے خیانت صرف یہی نہیں کہ صرف رقم میں یا کسی دوسرے مال میں ہو بلکہ کسی کو غلط مشورہ دینا بھی خیانت ہے، اپنے اختیار و اقتدار کا غلط استعمال بھی اسی زمرہ میں آتا ہے، کسی کا راز ظاہر کر دینا بھی خیانت کے زمرہ میں آتا ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

اذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فہی امانته او

كما قال ﷺ (2)

جب کوئی آدمی بات کہے اور ادھر ادھر دیکھتا جائے (کہ اسے کوئی دوسرا سن نہ لے) تو وہ بات امانت ہو جاتی ہے، اس ارشاد میں ہمیں لکھایا گیا ہے کہ بلا شرعی ضرورت کسی کی بات کسی سے نہ کہوں، ایسا کرنے سے انسانی وقار تباہ ہوگا، اختلافات کی خلیج وسیع ہو سکتی ہے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ رقم کی

(1) الاحمد، المسند، مسند انس بن مالك، الرقم 11935، ص 481/24

البانی، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، الرقم 35، ص 8/1

(2) الترمذی، السنن، ما جاء من المجالس، الرقم 1882، ص 219/7

حفاظت کرنے والے تو کافی مل جائیں گے مگر راز کی حفاظت کرنے والے کم ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ بڑے امین تھے اور سب سے بڑے ایماندار بھی، دشمن بھی آپ کی امانت داری کے زبردست قائل تھے۔ آپ کے القابات مقدسہ میں لقب الصادق الامین بہت مشہور ہیں۔

حضور ﷺ کی دیانت و امانت کا سلسلہ میں آپ کا حجر اسود کا مشہور واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے جب اس مقدس پتھر کو کعبہ شریف کی دیوار میں نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو آخر یہ طے پایا تھا کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے آئے اس کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ سب سے پہلے آئے اور آپ کو دیکھتے ہی لوگ بول اٹھے وہ امین آگیا، امانتدار آگیا ہمیں اس کا ہر فیصلہ منظور ہے۔

اسی طرح ہجرت کی رات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ گئے کہ لوگوں کو انکی امانتیں سپرد کر دیں۔

قرآن مقدس کا ارشاد اس ضمن میں اس طرح ملتا ہے۔

ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها (1)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں ایک کو تو میں نے لکھ لیا دوسری کا انتظار کر رہا ہوں آپ نے فرمایا امانت آدمیوں کے دل کی جڑ میں اتری ہوئی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو قرآن مقدس سے معلوم کیا پھر سنت سے سمجھا پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کا حال ذکر فرمایا، ایک زمانہ ہوگا کہ آدمی حسب معمول سوئے گا جب اٹھے گا تو امانت اس کے دل سے نکل چکی ہوگی اور اس کا اثر بالکل دھبے کی طرح رہ جائے گا۔

امانت کا واضح سامعنی یہ ہے کہ آدمی پوری ایمانداری سے کام کرے اور دل کی یہ صورت حال فطرتی طور پر اس میں رکھی گئی ہے کہ وہ ذمہ داری کا احساس کرے پھر قرآن مقدس نے یہی اسے سکھایا کہ جو کام اپنے ذمہ لو پوری دیانتداری سے کرو پھر حضور ﷺ نے یہ بات ہمیں عملی طور پر سکھائی اس پر خود عمل کر کے دوسروں کے لئے نمونہ قائم فرمایا امانت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں میں ایک دوسرے پر

اعتماد بڑھتا ہے کہ کوئی دوسرے سے دھوکا نہیں کرے گا وعدہ پورا کریگا اس کو اسکی شئی پوری دینا ندری سے لوٹا دے گا، جھوٹ نہ بولے گا اور زندگی گزارنے کا یہ طریقہ ایک بہترین عمل ہے اصلاح معاشرہ کے لئے یہ عمل حسین زیور ہے، آج اس ضمن میں معاشرہ پریشان ہے، دیانت کا وہ پہلو جو ہمیں نیکی کی راہ پر چلا سکتا ہے وہ غائب ہے اسی عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے

وَصَبَّحَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ وَلَا يَكَادُ أَحَدُ يُوَدِّي

(المائدة (1)

آدمی آپس میں لین دین کریں گے مگر امانت ادا کرنے کا کسی کو کوئی احساس نہ ہوگا اور پھر اس طرح کہا جائے گا

ان في بني فلانٍ رجلاً أميناً (1)

لوگ کہیں گے فلاں خاندان میں فلاں قبیلہ کا ایک دیانت دار شخص تھا یعنی ایسے شخص خال خال ہوں گے جو امانت کو صحیح معنی میں ادا کرتے ہوں گے اور کسی آدمی کے متعلق اس طرح کہا جائے گا

مأعقله ومأظفراه ومأاجلاه ومأفي قلبه مثقال

حبة من إيمان (1)

وہ کیسا بڑا عقلمند ہے کتنا خوش طبع ہے اور کتنا بڑا دلیر ہے مگر اس میں ایمان کا ذرہ بھی نہیں اللہ تعالیٰ ایسی صورت حال سے محفوظ فرمائے۔ امانت ادا کرنے کے مفہوم کو اس طرح سمجھ لیا جائے تو مزید بہتر ہوگا امین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق صحیح بجا لاتا ہے ماں باپ، بہن بھائی، اولاد، اعزاء، اقرباء کے حقوق کی صحیح ادائیگی امانت کا ادا کرنا ہے۔

اگر کوئی شخص مال پیسے رقم تو ادا کر دیتا ہے مگر یہ حقوق پامال کرتا ہے تو اسے امین نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ حقوق کی ادائیگی میں خیانت کر دیتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن میں موجود ہے ”ایسا بڑا وقت آئے گا کہ لوگوں کے دلوں سے امانت کی ذمہ داری اٹھ جائے گی اور امانت صرف ایک دھبہ کی مانند رہ جائے گی پھر وہ نشان اور زیادہ پنہاں ہو جائے گا پھر وہ آبلہ کی شکل اختیار کر جائے گا جس کے اندر کوئی شئی نہیں ہوتی“ ایسے ہی لوگوں کا حال ہوگا ظاہری شکل و صورت میں

کتنے ہی بھلے کیوں نہ ہوں مگر بددیانتی دھوکہ خیانت کیوجہ سے ایمان کامل سے محروم ہوں گے۔

اسلام اور دنیا سے ربط

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر دنیا سے لگاؤ اور وابستگی تباہی کے بغیر کچھ نہیں اگر یہ دنیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے تابع ہے تو خیر ہی خیر ہے، حضور ﷺ نے دنیا کی حقیقت کو اپنے ایک ارشاد گرامی میں اس طرح ذکر فرمایا ہے

الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر (1)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے، دنیا کی حقیقت کو آخرت کے مقابلہ میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے اس روایت کو حضرت مستور ابن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

والله ما الدنيا في الآخرة الا مثل ما يجعل احدكم

اصبعه في اليمّ فلينظر لم يرجع (2)

اللہ کی قسم دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اب اسے دیکھنا چاہئے کہ اسکی انگلی میں کتنا پانی لگ کر گرتا ہے۔ اب سمندر کے مقابلہ میں اسکی تری کوئی معنی نہیں رکھتی ایسے ہی دنیا اور آخرت کی مثال ہے اب سوچنا یہ ہے ہم اس انگلی کی تری کو کس قدر اہمیت دے رہے ہیں اور آخرت جو سمندر کی مثال ہے اسے کیوں نظر انداز کر رہے ہیں، دنیا کی اس حقیقت کا پتہ موت کے بعد پتہ چلے گا اس وقت معلوم ہوگا دنیا کی حقیقت پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ کی تھی جو سمندر میں انگلی ڈالنے سے انگلی پر لگ جاتا ہے۔ مال، اولاد، زمین، باغات، مکانات کی محبت فضول ہے اسی محبت کا نام دنیا ہے۔

دنیا کا یہی عنوان ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح بھی ملتا ہے حضور ﷺ نے

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5156، ص 118/3

المسلم، الجامع الصحیح، الرقم 5256، ص 205/14

(2) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5156، ص 118/3

فرمایا

من احب دنیاہ اضرب بآخرتہ (1)

جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت برباد کر دی۔ چند روزہ زندگی میں سامان زینت جمع کرنے میں مصروفیت دنیا ہے، موت کے بعد آخرت کی زندگی میں راحت کا سامان اکٹھا کرنے میں مصروف آخرت کی یاد ہے، اسلام نے اعتدال کی راہ اس طرح بتائی کہ انسان دنیا کے کام اس نیت سے کرے اور صرف اس طرح کرے جس سے دنیا اور آخرت دونوں سنورتی ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دن لوگوں سے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو! خبردار! دنیا ایک عارضی چیز ہے جو اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے اس سے نیک و بد دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں خبردار! آخرت ایک مقرر شدہ ہے اور واقع ہو کر رہے گی وہاں ایک طاقت والا بادشاہ نیک و بد کا فیصلہ فرمائے گا، یاد رکھو آرام سارے کا سارا اپنے تمام پہلوؤں اور کناروں کو جمع کئے ہوئے جنت میں ہے اور دکھ سارے کا سارا اپنے تمام پہلوؤں اور کناروں کو جمع کئے ہوئے جہنم میں ہے، اس لئے جو کام بھی کرو اللہ سے ڈر کر کرو، اچھی طرح سمجھ لو ایک دن تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے آئیں گے جس نے ذرہ بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا“

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ملتا ہے جس سے دنیا کی کراہت اور نفرت کا پتہ چلتا ہے۔ سیدنا جابر فرماتے ہیں حضور ﷺ بھیڑ کے اس مردہ بچے سے گزرے جس کے کان نہ تھے، حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو بھیڑ کے اس مردہ بچے کو ایک درہم میں خریدے لوگوں نے عرض کی حضور ﷺ ہمیں تو یہ مفت میں بھی منظور نہیں۔ (کہ مردہ ہے، کان کٹا ہے) تو آپ نے فرمایا

فواللہ للدنیا اھون علی اللہ من هذا الیکم (2)

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5179، ص 123/3

(2) البانی، مشکوٰۃ، الفصل الاول، الرقم 5157، ص 123/3

المسلم، الجامع الصحیح، الرقم 5257، ص 206/14

اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ بچہ تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ اس ارشاد گرامی سے دنیا کی حقیقت کا پتہ چل رہا ہے، مگر حیرت ہے کہ ایسی ذلیل، کمزور اور بد شکل شئی دنیا کے پیچھے کس طرح دوڑا جا رہا ہے اور اسے حسین و جمیل سمجھ کر حاصل کیا جا رہا ہے۔ یہ حسن و جمال جو دنیا میں دکھائی دیتا ہے یہ حسن دنیا کا نہیں بلکہ لوگوں کی اپنی خواہشات کا ہے جو حسین بن کر دکھائی دے رہی ہیں۔ مال و دولت دنیا کی زندگی کو آسانی سے بسر کرنے کا ایک ذریعہ ہے بس اس سے صرف اتنا ہی کام لینا چاہیے خواہشات وہی اچھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے تابع کر دیا جائے وہ بندے دنیا میں کامیاب و کامران ہیں۔ جو دنیا کو ایسا بنائیں کہ اسکی خاطر سب کچھ قربان کر دیں وہ ہمیشہ خسارے میں ہیں۔

اسی عنوان کو سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے

قال ان مما اخاف عليكم من بعدى ما يفتح

عليكم من زهرة الدنيا و زينتها (1)

حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بعد مجھے جن چیزوں سے خوف ہے کہ تمہیں نقصان پہنچائیں گی ان میں سے دنیا کا خوش نما سامان ہے۔ آج بھی لوگ اس خط میں پھنسے جا رہے ہیں کہ جس طرح ہو سکے دولت اکٹھی کی جائے جمع کرنے کا طریقہ غلط ہو یا صحیح۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ اسی سلسلہ میں ایک اور روایت کی ہے جو مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق میں درج ہے۔

الدنيا دمر من لا دمر له و مال من لا مال له ولها

يجمع من لا عقل له (2)

فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جو گھر سے محروم ہے اور یہ اس کا مال ہے جس کے پاس مال نہیں اور دنیا جمع وہ شخص کرتا ہے جس میں ذرہ بھر بھی عقل نہ ہو۔

اس حدیث شریف سے دنیا کی حقیقت واضح ہو رہی جس سے کسی کو انکار نہیں آخر ایک دن ہر

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5162، ص 119/3

(2) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5211، ص 129/3

ایک کو یہاں سے جانا پڑے گا۔ خود حضور ﷺ نے اس سے الگ تھلگ رہ کر ہمیں سبق سکھایا کہ یہاں کی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر دل نہ لگاؤ، دل ایسی چیزوں سے لگاؤ جو تمہاری اپنی بن سکیں اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں اور وہ نیکیاں ہیں، وہ اعمال صالحہ ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

عقلمند آدمی

عقلمند آدمی وہ ہے کہ سورج کے غروب ہونے سے پہلے اپنے گھر، اپنی منزل پر پہنچ جائے کہ رات ہونے کی صورت میں رات کی تاریکی میں لٹ سکتا ہے، پٹ سکتا ہے، کسی گڑھے میں گر سکتا ہے، آسمان کے سورج غروب ہونے کا تو کچھ پتہ ہوتا ہے کہ کتنی دیر بعد غروب ہوگا لیکن میری زندگی کے آفتاب غروب ہو جانے کا تو قطعی پتہ ہی نہیں، مجھے چاہئے کہ اس کے غروب ہونے سے پہلے توبہ استغفار کر کے دنیا کے تعلقات سے منہ موڑ لوں۔

کوئی عقلمند ایسے بھی نہیں کرتا کہ منزل کو جاتا ہے تو راستہ میں کھیل تماشہ میں اس قدر مصروف ہو جائے کہ رات وہیں ہو جائے، میرا سفر سفر آخرت ہے مجھے چاہئے کہ راستہ میں واقع دنیا کے لہو و لعب اور کھیل کود میں دل لگا کر وقت ضائع نہ کروں اور غروب آفتاب سے پہلے اپنی منزل کو پا لوں۔

عقلمندی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ گاڑی کا مسافر گاڑی آنے سے پہلے اپنا سامان تو پیک کر لے کہ گاڑی تو وقت پر آجائے گی اور اگر سامان بکھرے کا بکھرا رہ گیا تو آگے جا کر بغیر سامان کے پریشان ہوگا۔ موت کی گاڑی نے بروقت پہنچ جانا ہے ضروری ہے کہ اعمال صالح جمع کر رکھوں کہ قیامت کے میدان میں میری وہ نیکیاں میرے کام آسکیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں، ایماندار کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ تمہارا گھر موجود ہے پھر اس سرائے میں دل لگانے سے کیا فائدہ اور یہاں کا زوال پزیر مال جمع کرنے کا کیا فائدہ اگر ہر مرحلہ پر خدا کی یاد رہے تو مال کی موجودگی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

چیسٹ دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و روزی و فرزند وزن

خدا سے غافل ہو جانے کا نام دنیا ہے مال، اسباب، اولاد، بیوی، بچے دنیا نہیں، اگر یہی چیزیں خدا سے جدا کر دیتی ہیں تو یہ بھی دنیا ہے، دنیا کی بود و باش اور عیش و عشرت کی زندگی سے بچنے کے متعلق سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ملتی ہے جسے صاحب مشکوٰۃ شریف نے باب فضل الفقراء میں ذکر کیا ہے۔

لَمَّا بَعَثَ بِهِ إِلَى الْيَمِينِ قَالَ يَاكَ وَالتَّعَمَّ فَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ

لَيْسُوا بِالتَّعَمِّينِ (1)

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا دنیا کی عیش و عشرت میں نہ لگ جانا کہ اللہ کے بندے عیش و عشرت اڑانے والے نہیں ہوتے۔

جو لوگ دنیا میں رہ کر شرعی اصول و ضوابط کے مطابق دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ مقبولان بارگاہ ہیں۔ دنیا کے لہو و لعب سے کنارہ کشی کرنے والوں کے بارہ میں حضور ﷺ کا ایک ارشاد مبارک سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح ملتا ہے۔

مَا زَهَدَ عَبْدٌ فِي الدُّنْيَا إِلَّا ابْعَثَ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فِي قَلْبِهِ

وَإِنْ طَقَّ بِهَا لِسَانُهُ وَبَصَرُهُ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَاءُهَا وَدَوَاءُ

هَا وَآخِرُجْهٍ مِنْهَا سَالِمًا إِلَى دَارِ السَّلَامِ (2)

فرمایا جو شخص دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں دانائی کی جڑ جمادیتا ہے اسکی زبان سے عقلمندی کی باتیں نکلنے لگتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کے نقائص ظاہر کر دیتا ہے، اسے بیماری سے خبردار کر دیتا ہے اور اس کا علاج بتا دیتا ہے اور دنیا سے اسے صحیح سالم نکال کر آرام اور چین کے گھر میں پہنچا دیتا ہے

اس حدیث مبارک سے ظاہر ہے کہ دنیا کے مال و متاع سے پرہیز کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دانائی عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ دنیا کی اصل شکل کو پہچان لیتا ہے اور اپنے آپ کو دنیا کے لہو و لعب سے بچا لیتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ دنیا کی خوبصورتی محض ایک بناوٹ ہے اور دل لبھانے والا پردہ ہے

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5262، ص 140/3

(2) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5199، ص 127/3

جس کے اندر ایمان کو برباد کر دینے والی شئی چھپی ہوئی ہے دنیا کی محبت ایک بیماری ہے جس سے بہت سے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ وہ بیمار ہو کر پھر بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بالکل تندرست ہیں اور صحت مند ہیں اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ وہ بیمار دنیا سے دل ہٹائے اور بارگاہ قدس سے لو لگائے، اس دنیا کو فانی جانے اور باقی کو پانے کی کوشش کرے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے دنیا قیامت کے دن اپنی اصل شکل میں ظاہر ہوگی اسے سب دیکھیں گے کہ وہ ایک بد صورت بڑھیا ہے پھر نفرت کریں گے۔ دنیا دار آدمی کے مال کو ایک حدیث شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

هل من احد يمشى على الماء الا ابتلت قد ماہ قالوا

يا رسول الله قال كذلك صاحب الدنيا لا يسلم

من الذنوب او كما قال ﷺ (1)

فرمایا کیا کوئی شخص پانی پر اس طرح چل سکتا ہے کہ اس کا قدم پانی میں تر نہ ہو، صحابہ نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا دنیا دار کی یہی مثال ہے کہ وہ گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔

ہم اپنی زندگیوں کو عیش و عشرت میں گزارنے کیلئے رہائش گاہوں پر بے تحاشہ پیسہ خرچ کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دنیا سے بچنے کیلئے ایسی فضول خرچیوں کو بھی نفرت سے دیکھا ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

النفقة كلها في سبيل الله الا البناء فلا خير فيه (2)

سب خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لکھا جائے گا۔ مگر مکان پر فضول پیسہ لگانا اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اسلام نے انسانوں کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کے قواعد و ضوابط بھی بتائے ہیں اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور

مرتباً آتاً في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة (3)

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5205، ص 128/3

(2) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5183، ص 124/3

الترمذی، السنن، الرقم 2406، ص 22/9

(3) البقرة 2; 201

کی راہ دکھائی ہے۔ دنیا اختیار کرنے کا وہ انداز جو اسلامی اصولوں سے ہٹ کر ہوا کسی مذمت بھی کی ہے قرآن مقدس میں کئی مقامات پر دنیا سے اعراض کرنے اور آخرت کی طرف توجہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پانی طلب فرمایا تو لوگوں نے شہد ملا کر پانی پیش کیا پینے کے بعد آپ بہت روئے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اچانک فرمایا جا مجھ سے دور ہو جا، ہم نے دیکھا مگر کوئی آدمی وہاں نہ تھا۔ عرض کی گئی حضور آپ نے کسے اپنے سے دور فرمایا ہے تو فرمایا دنیا مجسم ہو کر میرے سامنے آئی تو میں نے نفرت سے اسے دور کر دیا، وہ پھرائی اور اس نے کہا اگر آپ مجھ سے بچے رہیں گے تو آپ کے بعد آنے والے تو نہیں بچ سکیں گے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے آپ نے ارشاد فرمایا

حب الدنيا مراس كل خطبة (1)

دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم جلد سوم میں اسی عنوان پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ تجھے دنیا دکھاؤں؟ میں نے عرض کی حضور بہتر ہے دکھا دیں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ منورہ کے ایک جنگل کی طرف لے گئے ایک جگہ کھوپڑیاں اور ہڈیاں پڑی تھیں فرمایا ابو ہریرہ کبھی یہ کھوپڑیاں ناز و خمرہ سے تھیں، آج ایسی ہو گئی ہیں ان پر چڑا بھی نہیں ہے یہ چیتھڑے کبھی ناز و خمرہ کا لباس تھے، آج قابل نفرت ہیں یہ کبھی شہر بہ شہر گھومتے تھے۔ (2) فرمایا یہ انجام اس ناپائدار دنیا کا ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں پھر ہم جی بھر کر روئے اور دنیا فانی پر آنسو بہائے۔ قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا

اولئك الذين اشتروا الحياة الدنيا بالآخرة فلا

يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون (3)

”وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے بدلہ خریدا، پس نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، الرقم 5213، ص 130/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان الذم الدنیا، ص 391/2

(3) البقرہ 2: 86

جائے گا اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے“

حضرت داؤد بن بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے صحائف میں دنیا کے بارہ مرقوم ہے قدرت نے فرمایا ”اے دنیا تو بڑی ذلیل ہے، مخلوق میں میں نے تجھ سے زیادہ ذلیل کوئی شئی نہیں بنائی تیری ہر ایک حالت ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی وہ لوگ مبارک ہیں جن کے دلوں میں میری رضا ہوگی، میری محبت ہوگی۔ حیات دنیا میں محتاط رہنے کا حکم اس طرح بھی ملتا ہے

فلا تغر نکم الحیوۃ الدنیا (1)

حضور سید عالم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح بھی ملتا ہے

احذرو الدنیا فانہا اسحر من ہاروت وماروت

دنیا سے ڈرو، وہ ہاروت وماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ بیٹا ہو، بصیر

ہو، اسکی نظر درست ہو، وہ دنیا سے بچے اور جس کی رغبت دنیا کی طرف ہوگی وہ اندھا ہوگا۔ (2)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک آراستہ پیراستہ بوڑھی خاتون کی شکل میں سامنے آئی آپ نے دریافت کیا تو نے کتنے شوہر کیے؟ اس نے کہا شمار یا د نہیں، لاتعداد شوہر کئے، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ شوہر تجھے چھوڑ کر مر گئے یا تجھے طلاق دیدی؟ اس نے عرض کی انہوں نے مجھے نہیں چھوڑا میں نے انہیں ذبح کر ڈالا، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تیرے مزید شوہروں کی خرابی کہ انہوں نے پہلوں کا حال دیکھا ہے اور پھر تجھے چاہتے ہیں اور دیکھ کر موت کے کنوئیں میں گر رہے ہیں پہلوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ تو ایک ایک کو مار رہی ہے اور وہ لوگ دیکھ بھی رہے ہیں مگر پھر بھی ڈرتے نہیں۔ (3)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الدنیا، ص 393/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الدنیا، ص 393/2

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الدنیا، ص 393/2

مفید نصیحتیں

حضرت وہب بن منہفر ماتے ہیں میں نے تورات کے حاشیے پر یہ چند جملے پڑھے۔

- ☆ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نفع بخش نہیں۔
- ☆ کوئی مالِ حلم سے بڑھ کر زیادہ مفید نہیں۔
- ☆ کوئی ساتھی عمل سے بہتر ساتھ دینے والا نہیں۔
- ☆ کوئی شرف تقویٰ سے زیادہ عزیز نہیں۔
- ☆ کوئی کام ترک خواہشات سے زیادہ کامل نہیں۔
- ☆ کوئی عمل فکر سے افضل نہیں۔
- ☆ کوئی نیکی صبر سے اعلیٰ نہیں۔
- ☆ کوئی برائی تکبر سے زیادہ رسوا کرنے والی نہیں۔
- ☆ کوئی دوا نرمی سے زیادہ نرم تر نہیں۔
- ☆ کوئی بیماری حماقت سے زیادہ تکلیف دہ نہیں۔
- ☆ کوئی دلیل صدق سے زیادہ واضح نہیں۔
- ☆ کوئی زندگی صحت سے زیادہ عمدہ نہیں۔
- ☆ کوئی معیشت عفت سے زیادہ اچھی نہیں۔
- ☆ کوئی زہد قناعت سے زیادہ بہتر نہیں۔
- ☆ کوئی محافظ سکوت و خاموشی سے زیادہ محافظ نہیں۔
- ☆ کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک نہیں۔ (1)

محمد بن سعید فرماتے ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق و سچائی سے وابستہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں ایک ایسا آئینہ دے دیتا ہے جس سے وہ دنیا و آخرت کے عجائب دیکھ لیتا ہے (2)۔

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذمہ الدنیا، 374/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

حضرت ابو بکر و راق فرماتے ہیں، اپنے اور خدا کے درمیان صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان ہر لمحہ ملحوظ رکھ یہ معاملات تیرے روحانی حسن کو مزید اجاگر کر دیں گے۔ (1)

حضرت سہل تستری علیہ الرحمہ نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا۔ صدق، سخاوت اور شجاعت کامیابی کے بہترین راستے ہیں۔ (2)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ سے کمال کا حال پوچھا تو فرمایا حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا کمال ہے۔ (3)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصدق، ص 474/3

تیسرا باب عقائد اسلام

اسلام اور مسئلہ جبر و اکراہ

جس طرح دشمنان اسلام نے اسلام کے ایک اہم فریضہ جہاد کو انتہائی غلط رنگ دے کر اسلام سے دشمنی کا مظاہرہ کیا ایسے ہی انہوں نے ایک اور بھیا نک غلط بے معنی اعتراض کو فروغ دے کر دین اسلام سے دشمنی کا مظاہرہ کیا لوگوں کو بتایا کہ اسلام جبر کا دین ہے لوگوں کو زبردستی کلمہ پڑھوانے کا قائل ہے جس قدر اسلامی ریاست پھیلی وہ ساری کی ساری جبر و اکراہ کا نتیجہ ہے خدا پناہ حالانکہ قرآن مقدس نے اس مسئلہ کو اس قدر تفصیل اور وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بھی عقل سلیم کے مالک کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ ارشاد ہوتا ہے

”لا اکراہ فی الدین قد تبیین الرشدمن الغی“ (1)

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔ کاش علم و عقل سے عاری لوگ اسی ایک آیہ مقدسہ پر غور کرتے تو الزام تراشی سے رک جاتے۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں قبیلہ بنی سالم کے ایک شخص حصین انصاری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ان کے دو بیٹے عیسائی تھے یہ چاہتے تھے کہ وہ بھی دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں ایک دن دربار رسالت میں حصین انصاری حاضر ہوئے اور عرض کی حضور میرے دو بیٹے اسلام سے دور ہیں میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں مگر کامیاب نہیں ہو سکا مجھے اجازت ہو تو میں انہیں ڈرا دھمکا کر اسلام میں لے آؤں تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا دین اسلام میں کوئی زبردستی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت و گمراہی کے دونوں راستے واضح کر دیے ہیں۔ (2)

اگر اسلام میں کوئی زبردستی کی گنجائش ہوتی تو حصین انصاری کو اپنے بیٹے اسلام میں لانے کے لئے سختی کی اجازت مل جاتی۔ یہ اعتراض کرتے ہوئے مخالفین اسلام یہ بات بھی بھول گئے کہ مجبوراً اسلام قبول کرنے والے کو اسلام مسلمان سمجھتا ہی نہیں کہ اسلام زبان سے اقرار کرنے اور دل سے

(1) البقرة 2: 256

(2) المؤلف محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الأملی الطبری، المتوفی 310 ہجری

تفسیر الطبری، الجامع البیان ص 409/5

المؤلف، أبو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، المتوفی (774، 700) ہجری

الکتاب، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) ص 682/1

ماننے کا نام ہے۔ جب کہ اس مجبور آدمی نے اسلام کو دل سے مانا ہی نہیں۔ تیسری دلیل! مخالفین اسلام یہ بات بھی بھول گئے کہ اسلام دین کی تبلیغ کا تو حکم دیتا ہے

’بلغوا عنی ولو آیه او کما قال ﷺ (1)

“میری طرف سے پہنچاؤ وہ ایک بات ہی کیوں نہ ہو تبلیغ کا تو حکم ہے اب اسے کوئی مانتا ہے یا نہیں۔ یہ مبلغ کے فرائض میں نہیں جب یہ مبلغ کی ذمہ داری بھی نہیں تو اسے کسی پر جبر یا زیادتی سے فائدہ کیا؟۔

چوتھی دلیل!

کاش مخالفین اسلام قرآن مقدس کے اس ارشاد کو بھی پڑھ لیتے

”قل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن شاء

فليکفر“ (2)

(اے محبوب ﷺ) آپ کہہ دیں یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے ایمان لے آئے جو نہ چاہے نہ مانے اتنے واضح اور کھلے ارشاد کے بعد بھی اسلام پر جبر واکراہ کا اعتراض محض ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب نہیں تو کیا ہے؟

پانچویں دلیل!

اسلام عقل و نقل کے دلائل سے اور حضور ﷺ کے معجزات مقدسہ کی تائید سے اس قدر واضح اور روشن ہو چکا ہے کہ کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی اس کے حق و صداقت کا ہی نتیجہ ہے کہ لوگ جوق در جوق فوج در فوج آج بھی اس میں داخل ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے دشمنان اسلام کے پاس سوائے حسد اور تعصب کے کوئی شئی نہیں۔

(1) البخاری، الجامع الصحيح، ما ذکر عن بنی اسرائیل، الرقم 3202، ص 277/11

الترمذی، السنن، ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، الرقم 2593، ص 277/9

الاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمر، الرقم 6198، ص 236/13

الطبرانی، المعجم الكبير، قطعة من المفقود، ص 141/20

(2) الکہف 29؛

چھٹی دلیل!

اس مسئلہ میں یہ بات بھی یاد رہے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے اگر نیت خالص نہیں تو عمل کی مقبولیت ختم ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی

”انما الاعمال بالنیات“ (1)

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے (سے تائید ہوتی ہے اور جسے مجبور کر کے مسلمان کیا گیا اس میں اخلاص پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا نتیجہ یہ ہوگا کہ کلمہ پڑھ کر بھی مومن نہیں۔ اور جہنم میں جائے گا۔ اور اسلام تو جنت کی بشارت دیتا ہے اور جہنم سے نجات کی اس صورت میں اسلام کو فائدہ کیا ہوا۔

ساتویں دلیل! مخالفین اسلام یہ اعتراض کرتے ہوئے قرآن مقدس کے انداز تبلیغ کو بھول جاتے ہیں قرآن مقدس فرمایا ہے

”ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة

الحسنة“ (2)

(اے پیارے محبوب ﷺ) آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف ناصحانہ اور حکیمانہ انداز سے دعوت دیتے رہیں۔ اس آیت مقدسہ سے جبر و اکراہ سے تبلیغ کا مسئلہ سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

آٹھویں دلیل! اگر اسلام کسی کافر کو مجبور کر کے مسلمان بنانے کا قائل ہوتا تو پھر اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہوتا کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو بندوق تلوار کے زور پر کافر بناتا تو ایسے مجبور مسلمان کو کافر کہا جاتا مگر ایسی صورت قطعی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے

”الامن اکبرہ و قلبہ مطمئن بالایمان“ (3)

(1) البخاری، الجامع الصحیح، بدء الوحی، الرقم 1 ص 3/1

ابوداؤد، السنن، فی ماعنی بہ الاطلاق، الرقم 1882، ص 118/6

ابن ماجہ، السنن، النیة، الرقم 4217، ص 274/12

(2) النحل 16: 125

(3) النحل 16: 106

ہاں وہ شخص جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن تھا (تو وہ مومن ہی ہے) اس آیہ کریمہ سے پتہ چلتا ہے اگر کسی مسلمان کو کفر قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے زبان سے کفر کہہ دیا تو اس پر کافر کا حکم لاگو نہیں ہوتا ایسے ہی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو مجبور کر کے کلمہ پڑھائے گا تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

نویں دلیل! ایک مشہور انگریز مورخ مسٹر میوڈ نے اپنی مشہور تالیف (لائف آف محمد) کے صفحہ 158 پر اسلام پر کئے جانے والے اس اعتراض جبر و اکراہ کا جواب اس طرح دیا ہے۔ ”پیغمبر اسلام نے بَشِیوں، راہبوں، پادریوں، کوئیہ تحریدی کہ ان کے گرجاؤں میں ہر چھوٹی بڑی شئی حسب سابق ہی برقرار رہے گی اور کسی بَشِپ، راہب پادری کو اپنے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا“ انہیں الفاظ سے ملے جلے الفاظ مسٹر ایڈورڈ نے بھی کہے ہیں ”اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی، کسی کو ایذا نہیں پہنچائی نہ ہی اسلام نے لوگوں کو مذہب تبدیل کرنے پر جبر کیا“۔ (1)

دسویں دلیل:- قرآن مقدس نے سورۃ یونس میں واضح ارشاد فرمایا۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ الْمُرْسَلِينَ

جمیعاً، (2)

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین پر جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔

أَفَلَمْ تَكُنْ لِلنَّاسِ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ - (2)

پھر کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں (سورۃ یونس)۔

گیارہویں دلیل: رب قدوس جل مجدہ نے حضور ﷺ کو اس طرح ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ - (3)

اے رسول ﷺ آپ پہنچائیے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اس ارشاد میں صرف اور صرف پہنچانے کا حکم ہے کسی پر جبر سے لاگو کرنے کا حکم نہیں۔

(1) اسلام اور مرہواداری، ص 158

(2) یونس 99؛ 10

(3) المائدہ 67؛ 5

بارہویں دلیل: قرآن مقدس نے اسی عنوان کو اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے۔

فَذَكَرْنَاكَ مَذْكُورًا لِّسْتَعْلِيَهُمْ بِمَصِيطَرٍ۔ (1)

(اے نبی کریم ﷺ) آپ ان کو سمجھاتے رہیں آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔ آپ انہیں زبردستی منوانے کے پابند نہیں

تیرہویں دلیل: تبلیغ کا یہی عنوان سورۃ المائدہ شریف میں اس طرح ملتا ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔ (2)

رسول کے ذمہ صرف حکم پہنچا دینا ہے۔ یہی ارشاد سورۃ النور میں بھی ملتا ہے۔ خدا برا کرے تعصب کا اور برباد ہو ہٹ دھرمی کہ اس قدر واضح اور کھلے دلائل کے ہوتے بھی دشمنان دین نے اسلام پر جبر و اکراہ کا الزام لگایا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ بَعْدَ خَلْقِہٖ

اسلام کا عقیدہ توحید

اسلام نے تمام بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے جو انسانوں کو پہلا نظام دیا ہے وہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے بغیر اعمال صالح کی تکمیل کا کوئی معنی باقی نہیں رہ جاتا۔ دوسرے لفظوں میں اس نظام عقائد کو ایمانیات سے بھی تعبیر کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں ایمان ہی وہ عظیم بنیاد ہے جس پر عمل صالح کی تعمیر کام دے سکتی ہے۔ اگر بنیاد کمزور ہوئی تو تعمیر کے مضبوط و مکمل ہونے کا تصور سراسر غلط ہوگا جس قدر مکان کو مضبوط بنانے کا تصور ہوگا اسی قدر بنیاد کا مضبوط ہونا ضروری ہوگا اگر کوئی چاہتا ہے کہ مکان کئی منزلہ بنائے تو اس پر لازم ہے کہ بنیاد مضبوط کنکریٹ کا خاص خیال رکھے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ مضبوط ایمانی بنیادوں پر کفر و شرک کا زلزلہ فسادات کا سیلاب اثر انداز نہیں ہو سکتا کمزور بنیادوں کو سیلاب کا معمولی ریلہ، معمولی زلزلہ بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ مضبوط ایمان ہوگا تو شیطان کی سازشوں کے تھپیڑے، نفس کا ورغلا نا، ایسے طوفان ہائے بدتمیزی سے بخیر و عافیت گزر جائے گا۔ جاں کنی کی

(1) الغاشیہ 88، 21، 22

(2) المائدہ 5، 99

شدت قبر کے سوالات، حشر کے معاملات میں مضبوط ایمان کی بنیاد اسے بے حد مفید ثابت ہوگی۔
اس سلسلہ میں پہلی کڑی اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات پر ایمان ہے، چونکہ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں شرک اور بت پرستی کا مرض شدت اختیار کر چکا تھا۔ اسلام نے اس بیماری کو دور کرنے کیلئے ایمانیات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات پر ایمان لانا اور اسے وحدہ لا شریک ماننا اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک اور یہ یقین جاننا کہ اس کا رخا نہ کائنات میں کوئی ذرہ بھی اُس کی مشیت کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا۔ اسلام کی آمد سے قبل بعض قوموں میں اعلانیہ شرک کا آغاز ہو چکا تھا۔ عیسائی مجوسی، ہندو، اس سلسلہ میں قریب قریب پائے جاتے تھے اسلام نے احکام کے سلسلہ کو یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ ارشاد فرمایا۔ مگر خدائے قدوس جل مجدہ کی ذات پر ایمان اور اسے وحدہ لا شریک جاننے ماننے کو سب سے پہلے رکھا۔ آپ جانتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے احکام اعلان نبوت کے ۱۳ سال بعد مدینہ منورہ کی سرزمین پہ درجہ بدرجہ نازل ہوئے مگر شرک کی بیماری ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے نسخہ استعمال ہوا۔ مجوسیوں کے شرک کی بنیاد اس پر تھی کہ، اچھائی اور برائی دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ لہذا ان کاموں کے لئے خدا بھی الگ الگ مانے جائیں گے۔ قرآن مقدس نے اس شرکیہ عقیدہ کو اس طرح مسترد فرمایا

”لَا تَتَّخِذُوا الْهَيْسَ اٰثْنِيْنَ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِىَّ

فَاَرْهَبُوْنَ (1)

دواللہ نہ بناؤ، الہ ایک ہی ہے مجھ ہی سے ڈرو“ خدائے قدوس کی ذات پر غلط باتیں کہنے کی اس طرح مذمت فرمائی گئی۔

وَلَا تَقُولُوا عَلٰی اللّٰهِ الْاَحَقُّ (2)

اللہ کی نسبت وہی کہو جو حق ہے۔ قرآن مقدس نے اسی عقیدہ کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا۔

(1) النحل 16; 51

(2) النساء 4; 171

(1) انما الحكم الله واحد (1)

تمہارا اللہ ایک ہی اللہ ہے۔ جس طرح تو حید ماننے میں یہ عقیدہ ہے کہ کسی کو کسی طرح بھی اس کی ذات میں شریک نہ مانا جائے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس کی صفات میں بھی کسی کو شریک نہ مانا جائے ہاں خدائے قدوس کی کوئی صفت کسی دوسری جگہ نظر آئے تو اس کا حل اس طرح مانا جائے کہ وہ صفت خدائے قدوس میں بذات خود موجود ہے اسے کسی نے وہ صفت دی نہیں وہ کسی سے لینے میں پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں کوئی اس سے بڑھ کر نہیں۔ اس کی یہ صفت جو دوسری جگہ نظر آ رہی ہے یہ اُسی کی عطا ہے اُسی نے دی ہے۔ جیسے سورہ توبہ کے آخر میں حضور ﷺ کی ذات میں خدائے قدوس کی دو صفات کا وجود نظر آتا ہے۔

حریص علیکم بالمومنین مرفوف رحیم (2)

حضور ﷺ ایمان والوں پر مرفوف رحیم ہیں“ اب حضور ﷺ مرفوف رحیم ماننا شرک نہیں ہوگا کہ یہ صفات حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ اور اسی کی دین اور حضور ﷺ ان صفات کے سلسلہ میں بذات خود ذیل نہیں۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

تخلقوا باخلاق الله (3)

اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ۔ وہ رحیم ہے تم بھی لوگوں پر رحم کرو۔ وہ غفور ہے تم بھی معاف کرنے کا جذبہ پیدا کرو، وہ رازق ہے تم بھی غرباء، فقراء کو دینے کی اپنے اندر عادت پیدا کرو۔ وہ ستار ہے تم بھی اپنے اندر جذبہ پیدا کرو کہ کسی عزیز دوست رشتہ دار کے جرم کو پھیلانے کی بجائے اس پر پردہ ڈالو وغیرہ وغیرہ۔

جب یہ عقیدہ ہوگا کہ یہ نعمت اُسے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے وہی مالک حقیقی ہے، تو شرک کی جڑ کٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی تمام صفات اس کی ذاتی ہیں اسے کسی نے عطا نہیں کیں۔ انبیاء میں اولیاء میں اُن صفات کا ظہور نظر آتا ہے، تو وہ سب صفات انہیں خدا کی طرف سے عطا کردہ مانی

(1) الکہف 18; 110

(2) التوبہ 9; 128

(3) البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ، الرقم 2822، ص 346/6

جائیں تو شرک کا معنی سمجھنے میں بہت آسانی رہے گی۔ ورنہ اس مسئلہ پر بہک جانے کا شدید خطرہ ہے جیسے بہت سے لوگ اس صاف اور سیدھے مسئلہ کو سمجھنے میں بہک گئے۔ جب یہ مانا جائے گا کہ بندے کے اندر تمام صفات عارضی ہیں تمام اللہ کی دی ہوئی ہیں، تمام محدود ہیں، تمام فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں، مستقل ہیں، غیر محدود ہیں، غیر فانی ہیں۔ تو اب شرک کا مفہوم ختم ہو گیا۔ جو صفات اللہ تعالیٰ کسی کو بخش دے تو شرک نہیں۔ مشرکین نے اپنے خداؤں کو مخلوق مان کر خالق کا درجہ دیا جو پرلے درجہ کی جہالت ہے، الوہیت عطا کی نہیں ہو سکتی، بندہ صفات الہیہ کا مظہر مومن ہو جاتا ہے مگر اللہ نہیں۔

اس مسئلہ توحید کو سمجھانے کے لئے قرآن مقدس نے ایک حسین، صاف، ستھری اور سادہ دلیل اس طرح بھی بیان فرمائی۔

لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا (1)

اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے بغیر کوئی دوسرا بھی الہ ہوتا تو یہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے کہ یہ کارخانہ حیات ایک کے بجائے دو کے قبضہ میں ہوتا اور نظام درہم برہم ہو جاتا۔

دوسری جگہ قرآن مقدس نے اسی مسئلہ کو اس طرح سمجھا دیا ہے

قل لو كان معه الهة كما يقولون اذ لا بتغوا الى ذي

العرشي سبيلا (2)

اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الہ ہوتے تو وہ عرش و کرسی کے مالک سے حکومت چھین لینے کا راستہ تلاش کرتے۔ قرآن نے توحید باری تعالیٰ کے عنوان پر اس طرح بھی فرمایا

له الملك لا اله الا هو (3)

اسی کی حکومت ہے اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔

(1) الانبياء 22; 21

(2) الاسراء 42; 17

(3) الزمر 6; 39

اسلام کا پہلا رکن توحید و رسالت کی شہادت ہے، اس شہادت کے دو پہلو ہیں۔ نفی و اثبات، پہلا حصہ نفی، مایوسی پر مشتمل ہے دوسرا حصہ مثبت پہلو ہے۔ لا الہ میں نفی ہے۔ الا اللہ میں اثبات ہے، مندرجہ بالا آیہ پر نگاہ کریں اگر زمین و آسمان میں اللہ کے بغیر کوئی دوسرا الہ ہوتا تو زمین میں فساد ہو جاتا، اب دیکھئے کائنات اپنے ضوابط کے مطابق چل رہی ہے۔ رات کو دن سے، دن کو رات سے کوئی سروکار نہیں، اپنی اپنی ڈیوٹیاں نبھا رہے ہیں۔ شجر و حجر، شمس و قمر اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں، الہ دو ہوتے تو یہ امن کبھی نہ ہوتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام کا عقیدہ رسالت

نبی کا وجود انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑا فضل ہے، انسان پیدا ہوا تو اس کے لئے اس کی آمد سے پہلے لاکھوں نعمتیں موجود ہیں، محنت نہیں کی مگر انعام موجود ہے۔ چاند، ستارے، سورج، پانی، مٹی آگ ہوا بے شمار نعمتیں اس پر نثار ہو رہی ہیں۔ جو نبی یہ بڑا ہوا، احساس ہوا کہ اپنے رب قدوس جل مجدہ سے رابطہ کرے اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرے مگر ہو سکتا نہیں کہ یہ مخلوق ہے وہ خالق، یہ حادث ہے وہ قدیم یہ فانی ہے وہ باقی۔ ضرورت تھی کہ کوئی وسیلہ ہو جو اسے خدا تک پہنچا دے اور اس کی رضا عدم رضا سے اسے آگاہ کرے وہ وجود مسعود نبی کا وجود مقدس ہے جو بندے کو خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ وجود مسعود خدا سے لے کر بندوں کو دیتا ہے۔ اس کے احکام سے آگاہ کرتا ہے اس کی راہ پر چلاتا ہے، تمام دنیا پر انبیاء و رسل آتے رہے اور لوگوں کو عقیدہ توحید و رسالت کا سبق سکھاتے رہے قرآن مقدس کی متعدد آیات سے انبیاء و رسل کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

و کما امرسلنا من نبی فی الاولین وما امرسلنا من

مرسول الا بلسان قومہ لیبین لہم (1)

اور ہم نے پہلی قوموں میں کتنے پیغمبر بھیجے اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کو بتا سکے اس ارشاد ربانی سے واضح پتہ چل رہا ہے رسول کی آمد بعثت تعلیم الہی کی تشریح و توضیح کیلئے ہے۔

اور رسول اس کا مامور ہے کہ لوگوں کو تعلیمات الہیہ سے آگاہ کرے اور مخلوق پابند ہے کہ خدا کے اس قاصد و پیغامبر کی بات مانے اس کی اطاعت کرے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مسئلہ کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا (1)

اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا تیسری جگہ پر اسی عنوان کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے

وان من امة الا خلا فیہا نذیرا (2)

اور کوئی قوم نہیں جس میں ڈر سنانے والا نہ آیا ہو۔ وہ اُس قوم کا رسول ہے، نبی ہے جو اس قوم کو اپنے رب کی ناراضگی سے ڈر سنا رہا ہے اور اس کی خوشی سے جنت کی خوشخبری سناتا ہے اسی عنوان رسالت کو قرآن مقدس نے چوتھے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے،

ولقد امرسلنا من قبلک مرسلنا الی قومہم (3)

اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول ان کی اپنی قوم میں بھیجے، ان ارشادات گرامی سے واضح ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کیلئے بھیجے گئے ہیں ان آیات مقدسہ سے واضح ہے یہ مبارک و مقدس شخصیتیں اللہ تعالیٰ کی نمائندہ ہیں، خدائے قدوس کے احکام انہیں کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچتے ہیں۔ اسی بناء پر ان پر ایمان و یقین کو اسلام نے لازم قرار دیا۔ انبیاء رسل کے وجود کا انکار دراصل ذاتِ خداوندی کا انکار ہوگا اور قرآن مقدس کی ان آیات مبارکہ کا کھلا انکار ہوگا۔ انسانوں پر لازم قرار دیا گیا ہے، کہ انہیں بحیثیت نبی و رسول یکساں مانا جائے جس کی طرف اشارہ یوں بقرہ شریف کے آخر میں اس طرح لازم ملتا ہے۔

لا نفرق بین احد من مرسلہ (4)

ہم رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے انبیاء و رسل پر ایمان لانے کے عقیدہ کی اہمیت اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتی ہے۔

(1) النحل 16; 36

(2) فاطر 35; 24

(3) الروم 30; 47

(4) البقرہ 2; 285

ان الذین یکفرون بالله ورسله ویردون ان یفرقوا

بین الله ورسله (1)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کر دیں۔ ظاہر ہوتا ہے مومن کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا ضروری ہے ایسے ہی اس کے رسولوں کو ماننا بھی ضروری ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی نبوت و رسالت کا منکر بھی کافر ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے رسول ہونے کو خاص طور پر اس طرح ارشاد فرمایا۔

تبأسرك الذی نزل الفرقان علی عبده لیكون علی

العلمین نذیرا (2)

اللہ بہت برکت والا ہے جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ جہاں والوں کو ڈر سنائیں۔ ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بڑے احترام و اعزاز کے ساتھ دنیا کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ظاہر ہے جنہیں خدائے قدوس نے بھیجا ہے ان کا ماننا ان پر ایمان لانا کتنا بڑا ضروری ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تکمیل ایمان کی شرط

یہ بات تو واضح ہو گئی کہ نبی پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے مگر جب رسول ﷺ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے خود بیان فرمایا۔

الیوم من احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ

وولدہ والناس اجمعین (3)

(1) النساء 150;4

(2) الفرقان 1;25

(3) البخاری، الجامع الصحیح، حب الرسول ﷺ، الرقم 14، ص 24/1

الاحمد، المسند، مسند انس بن مالک، الرقم 12349، ص 395/25

ابو محمد عبد اللہ بن الرحمن بن الفضل بن ہرام، الدامری المتوفی 255ھ

الکتب السنن الدامری، الیوم من احدکم حتی یحب، الرقم 2797، ص 416/8

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: تم میں کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک مجھ اپنے والد اپنے بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ محبوب نہ جانے۔ قرآن مقدس نے اسی عنوان محبت کو سورۃ توبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

”فرما دیجئے اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے اموال جو تم کھاتے ہو اور تمہارا کاروبار جس کے نقصان سے ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو اس وقت کا جب اللہ اپنا عذاب نازل کرے۔ بے شک اللہ ایسے سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (1)

لانی کو نبی ماننے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُسے پوری انسانیت سے افضل و اعلیٰ مانا جائے اس کے علم و عمل میں کسی غیر نبی کو برابر قرار نہ دیا جائے اس کی حیات طیبہ کے ہر لمحہ کو خدا کے فیصلوں کے متضادم نہ مانا ہے اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ دین اسلام میں ان کا ہر قدم وحی الہی پر موقوف ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔

وما یطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی (2)

وہ جب بولتے ہیں تو وحی الہی سے بولتے ہیں یہ عقیدہ رکھا جائے نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی نافرمانی اور کسی بھی قسم کے گناہ سے محفوظ ہے کہ ملت اسلامیہ کا نظریہ ہے ہر نبی گناہوں سے معصوم ہے۔ اسلام اور عیسائیت میں ایک فرق یہ ہے کہ عیسائیوں نے انبیاء، بنی اسرائیل کو گنہگار ٹھہرایا ہے اور ملت اسلامیہ نے حضور ﷺ کو معصوم مانا ہے۔ اس عنوان پر میرا رسالہ ”عصمت انبیاء“ کا مطالعہ مفید رہے گا نبی کے معصوم ہونے کا عقیدہ اسلام کی خصوصیت ہے۔ صاحب نبراس کی تحریر کے مطابق ”عصمت وہ ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے (نبی) میں پیدا کرتا ہے۔ جو اس میں گناہ پیدا نہ ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔“ نبی کو معصوم ماننا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ گنہگار عذاب الہی میں مبتلا ہوگا اگر نبی کو بھی گنہگار مانا جائے تو وہ نبی عذاب الہی میں مبتلا ہوگا (معاذ اللہ) لہذا ماننا ہوگا کہ نبی معصوم ہے۔ ایک اور وجہ سے نبی کا معصوم ہونا واضح سمجھ میں آتا ہے کہ گناہ ظلم ہے اور گنہگار ظالم

(1) التوبہ 9: 24

(2) النجم 53: 3, 4

ہے اور ظالم پر خدا کی لعنت ہے اگر نبی کو بھی گنہگار مانا جائے تو اس پر بھی خدا کی لعنت ہو معاذ اللہ ہزار ہا معاذ اللہ خدا پناہ۔ لہذا نبی کو معصوم ماننا بڑا ہی ضروری عقیدہ ہے ایک اور وجہ سے بھی نبی کو معصوم ماننا واضح ہوتا ہے۔ نبی کی اتباع فرض ہے اگر نبی سے گناہ ہو تو اس گناہ کی اتباع بھی فرض ہوگی۔ جو محال ہے لہذا نبی کو معصوم ماننا از بس ضروری ہے۔ اس لئے بھی نبی کا معصوم ماننا ضروری ہے کہ گناہگار کی شہادت مردود ہے اگر نبی سے گناہ سرزد ہو تو اسکی شہادت بھی مردود ہوگی جو محال ہے۔ یہ مسئلہ عصمت نبوت ایک اور دلیل سے بھی واضح ہوتا ہے۔ گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے اور ظالم اللہ تعالیٰ کے عہد کو نہیں پاسکتا اور نبی نے بارگاہ ربوبیت سے ایک بہت بڑا عہد نبوت حاصل کر لیا ہے۔ تو ثابت ہو گیا نبی گناہوں سے معصوم اگر گنہگار ہوتا تو یہ مقدس عہد ملتا ہی نہ۔ اسی عنوان کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے چونکہ نبی کا بہت بڑا مقام ہے اگر اس سے بھی گناہ سرزد ہو تو اسکی سزا بھی سخت ہوگی جو رسوائی ہے۔ اور ذلت ہے۔ اور نبی کے حق میں عذاب کی یہ رسوائی سوچی ہی نہیں جاسکتی لہذا ماننا ہوگا نبی سے گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔ اس مقدس عنوان پر مزید معلومات کیلئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس فقیر کا رسالہ ”عصمت انبیاء“ مزید مفید رہے گا۔ (1)

یہ بھی یاد رہے تمام انبیاء علیہم السلام پر کتابیں نازل نہیں ہوئیں ان میں چند نفوس قدسیہ ہیں جن پر صحیفے یا کتابیں نازل ہوئیں امام بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل 104 کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ نبی اور رسول کا فرق یہ ہے ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں۔ رسول صاحب کتاب ہوتا ہے لہذا انبیاء کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر رسولوں کی کم۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام ان پر توراۃ اتری یہ رسول بھی ہیں نبی بھی۔ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام تورات پر عمل کراتے رہے یہ نبی ہیں رسول نہیں۔ ایمان دونوں پر ضروری ہے کسی ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہوگا۔ صحائف تو بہت سے رسولوں کو عطاء ہوئے مگر ایسے جنہیں باقاعدہ کتابیں عطا ہوئیں وہ چار ہیں۔ ان چاروں رسولوں میں عظیم المرتبت رسول ہمارے آقا مولیٰ ﷺ ہیں اور چاروں کتابوں میں عظیم الشان کتاب قرآن مقدس ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانا یہ بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ اس کا مقصد محض یہ نہیں کہ فرشتوں کے وجود کا اقرار کر لیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ نظام وجود میں انکی صحیح حیثیت کو سمجھ لیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھنا خالص توحید پر قائم ہو۔ انکی حیثیت و مہرات امر کی ہے ان کا کام محض طاعت و عبادت ہے۔ ایک لمحہ کیلئے بھی وہ اپنے وظیفے سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر لمحہ تسبیح و تقدیس میں رہتے ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر اپنا کلام بھیجتا ہے۔ پہلے مذاہب میں اس غیر مادی ذی روح ہستیوں کی حیثیت نہایت مشتبہ تھی۔ ان کو کبھی مخلوق کا درجہ دے دیا جاتا کبھی خدائی کا اسلام نے ان تمام عقائد کو مٹا دیا ان کی ہستی خدا تعالیٰ کے حضور سراپا مطیع و فرمانبردار قرار دیدی گئی۔ یہ غیر مادی مخلوق ارواح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے قوانین کے مطابق نظام کائنات میں کام کرتے ہیں خدا کی طرف سے انبیاء علیہم السلام تک پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں گویا سلطنت الہیہ کے سفیر کی حیثیت سے مامور ہیں۔ سراپا اطاعت ہیں اللہ کے حکم سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ یہ فرشتے دنیا پر رحمت اور عتاب کا ذریعہ بھی بنتے رہتے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اس قسم کی ہستیوں کا وجود مانا گیا ہے کسی نے ان کا نام عقول عشرہ (دس عقلیں) کسی نے ستاروں اور سیاروں کی شکل میں مانا۔ یہ مقدس ہستیاں پارسیوں میں قابل پرستش مانی جاتی تھیں اور ان میں اچھے اور برے الگ الگ تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہودیوں میں فرشتوں کی حیثیت ایسی تھی کہ ان کی تقدیس و تطہیر خدا کی صفات سے مشتبہ ہو جاتی تھی عیسائیوں میں روح القدس خدا کا ایک جز ہو کر تثلیث کا رکن ہو گیا (معاذ اللہ)۔ صابیوں میں فرشتوں کی قربانی دی جاتی تھی ان کے ہیکل بنائے جاتے تھے۔ اسلام نے ان تمام عقائد باطلہ کی تردید کی انکی پرستش ناجائز قرار دی۔ انہیں صفت الوہیت سے الگ تھلگ مانا خدا کے حضور انکی حیثیت کو ایک عابد تابع فرمان کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

فرشتوں کی ذمہ داریاں

قرآن مقدس نے فرشتوں کے وجود و خدمات کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے

الحمد لله الذى فاطر السموات والارض جاعل

الملكتة رسلا (1)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور قرآن مقدس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مختلف مواقع پر مختلف کام لیے ہیں اور اب بھی لے رہا ہے اور یہ فرشتے مددِ برات کی حیثیت سے کائنات میں خدمات انجام دیتے رہیں گے قرآن مقدس کے ایک مقام پر ان کا انسانوں پر محافظ نگران ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ سورہ انفطار میں وضاحت ہے

وان عليكم لحافظين كراما كاتبين يعلمون ما

تفعلون (2)

بیشک تم پر نگران ہیں عزت والے ہیں تمہارے ہر کام کو وہ جانتے ہیں اسی نگرانی کے مسئلہ کو دوسری جگہ پر اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے

ويرسل عليكم حفظة (3)

وہ تم پر محافظ بھیجتا ہے ایک اور مقام پر فرشتوں کے کام کو اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے

لا يحزهم الفزع الاكبر تتلقاهم الملائكة (4)

ایمان داروں کو قیامت کی گھبراہٹ پریشان نہ کرے گی فرشتے ان کا استقبال کریں گے ایک اور مقام پر قرآن مقدس نے فرشتوں کے بارہ میں فرمایا کہ وہ ہمارے بندوں کو خوشخبری سناتے ہیں

ولقد جاءت مرسلنا ابراهيم بالنبى (5)

ہمارے (برگزیدہ بندے) ابراہیم علیہ السلام پر خوشخبری لے کر اترے اسی طرح فرشتوں کا خوشخبری لانے کا ذکر دوسری جگہ پر یوں ہے طیبہ طاہرہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو فرشتے نے

(1) فاطر 35: 1

(2) انفطار 82: 10, 11, 12

(3) الانعام 6: 61

(4) الانبياء 21: 103

(5) مود 11: 69

آکر کہا

انما انا مرسل ربك لاهب لك غلاماً زكياً (1)

میں تیرے رب کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تجھے ایک پاک لڑکا بخشوں فرشتوں کے اللہ تعالیٰ سے قرب و تعلق کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے

اذ يوحى ربك الى الملائكة اني معكم فتبتوا الذين

آمنو (2)

یاد کرو جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی فرما رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو؛ فرشتوں کے عمل کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے فرشتوں کی بارگاہ قدس میں حاضری اور خدمات کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا

تنزل الملائكة والروح فيها بأذن ربهم من كل

امر اسلام (3)

اس میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کو لے کر نیچے اترتے ہیں جیسے وہ ہر کام کو لے کر نیچے اترتے ہیں ایسے ہی اوپر جاتے بھی ہیں قرآن مقدس فرماتا ہے

تعرج الملائكة والروح اليه (4)

فرشتے اور روح اُس تک چڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ فرشتوں سے روح قبض کرنے کا بھی کام لیتا ہے جیسے قرآن مقدس کا ارشاد ہے

قل يتوفكم ملك الموت الذي وكل بكم (5)

کہہ دے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ تم پر موت طاری کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبریل علیہ السلام کی خدمت کا ذکر اس طرح فرمایا

(1) مريم 19; 19

(2) الانفال 8; 12

(3) القدر 97; 4

(4) المعارج 70; 4

(5) السجدة 32; 11

فأنه نزلہ علی قلبك بأذن اللہ (1)

جبریل (علیہ السلام) نے قرآن پاک کو خدا کے حکم سے تیرے دل پر اتارا۔ گستاخ قوموں پر عذاب نازل کرنے کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کام لیا ہے سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم جب حد پار کر گئی اور آپ کی ہدایت ان پر اثر انداز نہ ہوئی تو فرشتوں کو بھیج کر انہیں برباد کر دیا سورہ ہود شریف میں ذکر ہے

قالو یا لوط انا مرسل مرہک (2)

انہوں نے کہا اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں بس اس کے بعد فرشتوں نے قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا فرشتوں کا اُس کے حکم سے اُس کے بندوں پر اثرنا قرآن مقدس کے ایک اور مقام سے اس طرح واضح ہے

وینزل الملائکۃ بالروح فیامرہ علی من یشاء من

عبادہ (3)

(اللہ تعالیٰ) روح کے ساتھ فرشتوں کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اُتارتا ہے، فرشتوں کے فرائض و خدمات کا یہ بھی ایک حصہ ہے سورہ زمر شریف کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فرشتے جہنمیوں کو اس طرح تنبیہ کریں گے

وقال لهم خزنتہا الم یا تکم مرسل منکم (4)

دوزخ پر محافظ فرشتہ انہیں کہے گا، کیا تمہارے پاس تمہیں سے رسول نہیں آئے تھے اسی طرح جنتیوں کو جنت کی خدمات پر مامور فرشتے کہیں گے۔

سلم علیکم فادخلوہا خلدین (5)

جنت کے محافظ جنتیوں سے کہیں گے تمہیں سلام ہو (سلامتی ہو) ہمیشہ کے لئے جنت میں خوش خوش

(1) البقرہ 2: 97

(2) ہود 11: 81

(3) النحل 16: 2

(4) الزمر 39: 71

(5) الزمر 39: 73

داخل ہو جاؤ کفر پر رہنے والوں کو فرشتے لعنت بھی بھیجتے ہیں جیسے سورہ بقرہ شریف میں وارد ہے

ان الذین کفرو وماتوا وهم کفار اولیک علیہم

لعنة الله والملكة والناس اجمعین (1)

جو کفر کی حالت میں مر گئے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے سورہ رعد شریف میں فرشتوں کی ایک اور ڈیوٹی کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے

والسلئكة يدخلون علیہم من کل باب سلام

علیکم بہا صبرتم فعم عقبی الدار (2)

ہر دروازہ جس سے وہ گزرتے ہیں تم پر سلامتی ہو یہ تمہارا اجر ہے یہ کیسا اچھا آخرت کا گھر ہے، فرشتوں کی ایک اور ڈیوٹی کا بھی ذکر ہے کہ وہ فرشتے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب قدوس کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں۔ قرآن مقدس فرماتا ہے: ”اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی حمد و ثناء میں مصروف ہو گئے۔“

اسی عنوان سے ملتا مضمون سورہ حاقہ شریف کے اندر اس طرح ذکر ہے

ویحمل عرش ایک فوقہم یومئذ ثنیتہ (3)

تیرے رب کے تخت کو اُس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے، فرشتوں کی ایک ڈیوٹی کا ذکر قرآن مقدس اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے

وجاء الملك صفًا صفًا (4)

تیرا رب جلوہ فرما ہوگا (جیسے اسکی شان کے لائق ہے) اور فرشتے قطار در قطار آئیں گے۔

ایک مقام پر قرآن مقدس نے ان فرشتوں کا بھی ذکر فرمایا جو اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے

خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(1) البقرہ 2: 161

(2) الرعد 13: 24, 23

(3) الحاقہ 69: 17

(4) الفجر 89: 22

الذین يحملون العرش ومن حوله (1)

جو فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے پاس ہیں قرآن مقدس نے فرشتوں کی عظمت کو اس طرح بھی ارشاد فرمایا

بل هم عباد مكرمون (2)

وہ تعظیم کئے گئے بندے ہیں اسی مقام پر یہ بات بھی یاد رہے کہ بعض لوگ حضور ﷺ کے بارہ میں لفظ عبد وارد ہونے پر بھی بہت سی نہ کہنے والی باتیں کہہ جاتے ہیں لفظ عبد کا اطلاق فرشتوں پر بھی ہوا ہے جیسے اس آیہ کریمہ میں واضح ہے۔ فرشتوں کے ایک اور عمل کو اسی سورہ انبیاء شریف میں اس طرح بھی بیان فرمایا گیا

وهم من خشية ربهم مشفقون (3)

اور وہ (اللہ) کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح فرشتوں کے ایک اور عمل کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے

والله يسجد ما في السموات وما في الارض من دابة

والملائكة وهم لا يستكبرون (4)

آسمانوں اور زمینوں میں ہر شے چلنے والی اور فرشتے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں قرآن مقدس نے بعض فرشتوں کا بارگاہ قدس میں صف بستہ کھڑے رہنے کا بھی ذکر فرمایا ہے

يوم يقوم الروح والملائكة صفاً (5)

جس دن روح اور فرشتے اللہ کے حضور صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

فرشتوں کے بارہ میں قرآن مقدس کی بیان کردہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اسلام فرشتوں کے بارہ میں واضح تصور دیتا ہے کہ وہ الہ نہیں، خدا نہیں، خدا کے شریک نہیں، بلکہ اللہ کی

(1) غافر 7:40

(2) الانبياء 21:26

(3) الانبياء 21:28

(4) النحل 16:49

(5) النبأ 78:38

مقدس مخلوق ہیں جو اس کے فرمان کے تابع ہیں اس عقیدہ سے اسلام سے پہلے مذاہب باطلہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ فرشتوں کی طبیعت و فطرت کو قرآن مقدس نے ایک جگہ پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے۔

(لایعصون ما امرهم (1)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی سر نہیں پھیرتے خدا تعالیٰ کی نافرمانی ان کی طبیعت میں ہے ہی نہیں، نبی اور فرشتہ کی عصمت کو دیکھ کر دونوں کی عظمت کو برابر نہ سمجھ لیا جائے۔ فرشتہ وہ معصوم ہے جو نبی کا خادم ہے، حاضری دیتا ہے۔ نبی وہ معصوم ہے جو فرشتے کا مخدوم ہے۔ فرشتہ وہ معصوم ہے جو مسائل کی حیثیت سے دربار نبوی میں حاضر ہو کر دینی مسائل پوچھتا ہے۔ نبی وہ معصوم ہے جو مخدوم اور مفتی کی حیثیت سے فرشتے کے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ فرشتہ وہ معصوم ہے جو معراج کی شب نبی کی خدمات انجام دیتا ہے۔ نبی وہ معصوم ہے جو مخدوم کی حیثیت سے بڑے ناز سے سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ فرشتہ وہ معصوم ہے جسکی پرواز سدرہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ نبی وہ معصوم ہے جو مکان و لامکان کی حدوں سے گزر جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی کتابوں پر ایمان لانا بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے، مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنے نبی پر اتاری گئی کتاب پر ایمان لائے رسول کو رسول مان لینے کے بعد اس کے صحیفہ آسمانی کو مان کر اسکی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے کتاب الہی پر ایمان لانے سے مقصد ان تمام صداقتوں اور حکموں کو بجالانا ہے جو اس میں مذکور ہیں یہ گویا پوری شریعت مطہرہ کو قبول کر لینے کا مختصر ترین طریقہ ہے، قرآن مقدس پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں جو کچھ قرآن مقدس میں عقائد، عبادات، احکام مذکور ہیں ان کو بے کم و کاست تسلیم کرتے ہیں انسانی فطرت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ وہ صرف کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی بلکہ اسے ایک انسانی معلم اور راہنمائی کی ضرورت ہے جو اپنے تعلیم سے اس علم کو دلوں میں بٹھاسکے اور اپنی عمل سے لوگوں میں وہ روح پھونک دے جو تعلیم کا حقیقی مقصد ہے رسالت اور کتاب کا آپس میں بہت گہرا رابطہ ہے، تعلق ہے۔ قرآن مقدس حضور

کو جا بجا ہادی راہنما بیان کرتا ہے، دوسری طرف کتاب کو نور، ضیاء، برہان اور فرقان سے تعبیر کرتا ہے انسان کو فطری عقل میں اتنی راہنمائی حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے حق کی راہ پر چل سکے اس اندھیری منزل میں اسے ہادی کی ضرورت ہے جو راستہ سے واقف ہو حالات سے باخبر ہو اور اس کے ایک ہاتھ میں چراغ بھی ہوتا کہ اس کے پیچھے چلنے والا انسان خود بھی اس چراغ کی روشنی میں اس کے نشانات کو دیکھ کر سیدھا چل سکے ٹیڑھے راستوں سے بچ سکے حقیقت کی اجنبی منزل میں جہاں ہماری عقل کی روشنی تنہا کام نہیں دیتی ہمیں رسول اور کتاب دونوں کی سخت ضرورت ہے ان میں سے کسی کی اتباع کو چھوڑ کر ہم سیدھی راہ نہیں پاسکتے تو جیسے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے ایسے ہی کتاب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کتاب پر ایمان لانے کا مضمون قرآن مقدس کے مختلف مقامات پہ بہت واضح ملتا ہے

والذین یؤمنون بما انزل الیک (1)

وہ لوگ جو اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو تجھ پر اتاری گئی اس آئیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ کس قدر ضروری ہے کہ اس پر اتاری گئی کتاب کو بھی مانا جائے، سورۃ محمد شریف میں اسی عنوان کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے

وآمنوا بما نزل علی محمد (2)

اور ایمان لائے اس پر جو حضور پر اتارا گیا، کتاب پر ایمان لانے کے عنوان کو ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا گیا

آمن الرسول بما انزل الیہ (3)

رسول ایمان لایا اس پر جو خدا کی طرف سے اس پر اترا، اس ارشاد میں کتاب پر ایمان لانے کی عظمت کو بیان فرمایا کہ اس کتاب پر خود نبی کے لئے ماننا بھی ضروری ہے۔ سورہ بقرہ شریف میں ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا گیا

قولوا آمنّا باللہ وما انزل الینا (4)

(1) البقرہ 2; 4

(2) محمد 2; 47

(3) البقرہ 2; 285

(4) البقرہ 2; 136

کہو کہ ہم خدا پر اد جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ایمان لائے، کتاب پر ایمان لانے کا ہی عنوان ایک اور مقام بھی پر ارشاد فرمایا گیا ہے

قل آمننا باللہ وما نزل الینا (1)

کہہ دیجئے ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا۔

کتابوں پر ایمان لانے کی اہمیت کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح بھی بیان فرمایا کہ کتاب کے انکار کو اللہ اور فرشتوں کے انکار جیسا قرار دیا ہے فرمایا

ومن یکفر باللہ وملائکتہ و کتبہ قد ضل ضللاً

لا بعیدا۔ (2)

جس نے خدا کا فرشتوں کا اور کتابوں کا انکار کیا وہ بہت بری طرح گمراہ ہو گیا۔ قرآن مقدس نے کتابوں کے منکرین کو ایک مقام پر عذاب کی سخت وعید سنائی ہے۔

الذین کذبوا بالکتب وبما امرسلنا بہ مرسلنا فسوف

یعلمون۔ (3)

جن لوگوں نے کتاب کو اور جو پیغام ہم نے رسولوں کو دے کر بھیجا جھٹلایا وہ عنقریب جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی وہ گھسیٹے جائیں گے۔ ان ارشادات ربانی سے کس قدر کھل کر پتہ چل رہا ہے کہ کتاب پر ایمان لانے کو دین میں کس قدر اہمیت ہے۔ قرآن مقدس نے سورۃ بقرہ شریف میں اس عنوان کو اس قدر واضح اور کھلے انداز میں فرمایا ”لوگو کہہ دو ہم خدا پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتاری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور انکی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو عطا ہوئیں ان پر اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے عطا ہوئیں ان سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں پر ایمان لانے میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم خدا وعدہ لاشریک کے تابع فرمان ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) آل عمران 3: 84

(2) النساء 4: 136

(3) غافر 40: 70

اسلام اور آخرت پر ایمان

اسلام کے بنیادی عقائد میں یوم آخرت پر بھی ایمان لانا بڑا ضروری ہے ایک عادل منصف بادشاہ کی شان حکومت کا تقاضا ہے کہ پہلے وہ رعایا کو اپنے احکام و قوانین اپنے نمائندوں کے ذریعہ پہنچائے اور واضح کر دے کہ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی پھر عدالتیں قائم کرے کہ ظالم و مظلوم کا فیصلہ ہو سکے مدعی اور مدعی علیہ کے بیانات سننے کیلئے کوئی تاریخ بھی مقرر ہو اسی طرح رب کائنات نے اپنے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے وقتاً فوقتاً کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور انبیاء علیہم السلام نے ان کے احکام لوگوں تک پہنچائے اور آگاہ کر دیا کہ رب ذو الجلال نے نیک اور بد کے درمیان عدل کیلئے جزا اور سزا کیلئے ایک دن مقرر فرمایا ہے۔ اسی خاص دن کا ذکر رب قدوس جل مجدہ نے سورۃ مرسلات میں اس طرح فرمایا ہے

وهذا يوم الفصل جمعنكم والاولين - (1)

دوسری جگہ پر اسی عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

ونخرج له يوم القيامة كتاباً يلقه منشوماً (2)

قیامت کے دن اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے کر دیا جائے گا جسے وہ کھلا پائے گا پھر اسے حکم ہوگا

اقراء كتابك كفى بنفسك اليوم حسيباً - (3)

اسے کہا جائے گا تو خود اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔ اسی یوم آخرت کے عنوان

کو سورۃ بقرہ شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

وبالآخرة هم يوقنون - (4)

یہی عنوان یوم آخرت سورۃ توبہ میں اس طرح ذکر فرمایا

من امن بالله واليوم الآخر - (5)

(1) المرسلات 77; 38

(2) الاسراء 17; 13

(3) الاسراء 17; 14

(4) البقرہ 2; 4

(5) التوبہ 9; 18

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔ سورۃ عنکبوت شریف میں یہی عنوان اس طرح ذکر ہے

وان الداسر الاخرة لهی الحيوان (1)

اور بے شک آخری گھر اصل گھر ہے یہی عنوان سورۃ انعام میں اس طرح ذکر ہے

وللداسر الاخرة خير (2)

اور بے شک آخری گھر بہتر ہے قرآن مقدس نے اسی عنوان کو دعا کرنے کی صورت میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

مرتباً اتناً فی الدنيا حسنة وفي الاخرة حسناً (3)

اے اللہ ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما۔ یوم آخرت کے عنوان کو اس طرح بھی فرمایا گیا ہے

حبطت اعمالهم فی الدنيا والاخرة (4)

ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہی مقدس عنوان دوسری جگہ پر اس طرح ذکر ہے

نحن اولیاء کم فی الدنيا والاخرة (5)

یہ ارشاد ایمانداروں کیلئے بہت بڑا حوصلہ افزا ہے کہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں ایک مقام پر لوگوں کو نصیحت کے طور پر فرمایا گیا ہے

امرضیتهم بالحيوة الدنيا من الاخرة (6)

کیا تم آخرت کی نسبت دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو اسمیں توجہ دلائی گئی ہے کہ بہترین زندگی آخرت کی زندگی ہی ہے قرآن مقدس نے یوم آخرت کے عنوان سے متعدد مقامات پر اسکی اہمیت کو بیان فرمایا ہے ایک مقام پر اس دن کی ہیبت و عظمت کو اس طرح فرمایا سب لوگ قیامت کے دن حاضر ہوں گے یکا یک رب قدوس نہایت عظمت و جلال کے ساتھ بندوں کے فیصلے کیلئے نزول جلال فرمائے گا اور ہر

(1) العنکبوت 29; 64

(2) الانعام 6; 32

(3) البقرة 2; 201

(4) التوبة 9; 69 و آل عمران 3; 22

(5) فصلت 41; 31

(6) التوبة 9; 38

طرف فرشتوں کا پہرہ ہوگا

وجاء ربك والملك صفاً صفاً (1)

فرشتے دست بستہ صف بہ صف کھڑے ہوں گے مگر کسی کی مجال نہ ہوگی کہ کوئی اس موقع پر دم مارے
بارگاہ قدس سے اعلان ہوگا

لن الملك اليوم۔ (2)

آج کا دن کس کا دن ہے جب کسی سمت سے کوئی جواب نہیں ہوگا تو خود ہی فرمائے گا

لله الواحد القہار۔ (2)

اللہ کا دن ہے جو واحد ہے قہار ہے۔ اس دن پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جو
آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں لاتا اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور تقدیر پر ایمان

اس عقیدہ کا مطلب یہ ہے جو کچھ اب تک ہوا ہو رہا ہے آئندہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے
علم اور ازلی فیصلہ کے مطابق ہوا ہے ہو رہا ہے اور ہوگا رب قدوس جل مجدہ کے حضور کائنات بنائے
جانے سے پہلے جزیات طے تھیں موت حیات فقر غنا کامیابی ناکامی سارے معاملات اس کے نقشہ ازلی
کے مطابق ظہور پذیر ہو رہے ہیں اہل تحقیق و علم نے فیصلہ کیا ہے انسان نہ تو اپنے افعال کا خالق ہے کہ
جو چاہے کر ڈالے اور نہ ہی پتھروں درختوں کی طرح مجبور محض ہے اللہ تعالیٰ نے قدرت و اختیار سے بند
ہ کو نوازا ہے بندہ اپنے رب کی اطاعت میں کاموں کو ظہور میں لاتا ہے اور اسے کاسب (کسب کرنے
والا) کہا جاتا ہے۔ اسی کسب کی بناء پر اسکے کئے کاموں کی جزا ہوتی ہے یا سزا ان عقائد کو اپنانے سے
مومن کے دل میں ایک غیر معمولی جرات پیدا ہو جاتی ہے ان عقائد سے مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ
میرا رب میرے قریب ہے میری دعاؤں کو سنتا ہے قبولیت سے نوازتا ہے۔

ان عقائد کے ذریعہ سے مومن کو صبر و توکل کا مقام بھی نصیب ہوتا ہے جب صورت حال

مومن کے دل میں پیدا ہو جائے تو پھر دنیا بھر کے مصائب و مشکلات اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور نہ ہی اسے اپنے مقام سے ہلا سکتے ہیں پھر اسے یقین ہو جاتا ہے کہ

لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا (1)

ہمیں وہی مصیبت گھیر سکتی ہے جس کو اللہ نے مقدر کر دیا ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ صبر و تحمل کے پیکر ثابت ہوئے آلام و مصائب کو نہایت صبر سے برداشت کیا شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس حوصلہ بردباری اور راضی برضاء رہنے کا ثبوت دیا وہ تاریخ کا امنٹ نقش ہے۔ سینکڑوں وفا شعار غلام ہزاروں معاون و انصار سرفروشی کیلئے تیار ہیں مگر اس مرد مومن نے خوزیزی کی اجازت نہیں دی اپنے اخلاق کریمانہ کا آخری مظاہرہ دکھا کر ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گئے۔ قرآن مقدس نے اس مسئلہ تقدیر کو ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے

انا كل شئ خلقناه بقدر (2)

ہر شئی کا ہم نے تقدیر سے فیصلہ فرما دیا ہے اور متعین کر دیا ہے اس کے مطابق یہ کائنات چل رہی ہے۔ اس میں خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ کا بھی بدلنا نہیں چاند تارے سورج موت و حیات فنا و بقا عروج و زوال ہر ایک شئی کے اصول و ضوابط طے کر دیئے گئے ہیں وہ شئی انہی اصولوں پر چل رہی ہے۔ اسی عنوان کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

والشئس تجرى لمستقر لها ذالك تقدیر العزيز

العلیم (3)

اور سورج اپنے ٹھہراؤ پر چل رہا ہے۔

یہ ہے غالب علم والے کی تقدیر سورہ واقعہ شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے نحن قدرنا بینکم الموت ہم نے تمہارے درمیان موت کا فیصلہ کر دیا ہے سورہ حم سجدہ میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے۔

قد جعل الله لكل شئ قدرا (4)

(1) التوبہ 9; 51

(2) القمر 54; 49

(3) یس 36; 38

(4) الطلاق 65; 3

اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کیلئے ایک فیصلہ فرمایا ہے یہ مسئلہ تقدیر قرآن مقدس کے اس ارشاد سے بھی کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

ما اصاب من مصيبة الا باذن الله (1)

اور نہیں پہنچتی تمہیں کوئی مصیبت مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ مسئلہ تقدیر کا یہی عنوان دوسری جگہ مزید وضاحت سے ملتا ہے

ما اصاب من مصيبة في الامرض ولا في انفسكم الا

في كتب من قبل ان نبراها (2)

زمین میں کوئی مصیبت نہیں آتی اور نہ ہی تمہاری جانوں میں لیکن یہ کتاب الہی میں اپنی تخلیق سے پہلے درج ہوتی ہے۔ مسئلہ تقدیر کا یہی عنوان ایک اور مقام پر اس طرح درج ہے۔

وما كان لفس ان تموت الا باذن الله كتاباً مؤجلاً (3)

کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر سکے یہ لکھا ہوا مقرر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) التغابن 11; 64

(2) الحديد 22; 57

(3) آل عمران 145; 3

(4)

چوتھا باب عبادات

اسلام اور عبادات

اسلام میں عبادات کو کس قدر اہمیت ہے وہ قرآن مقدس کے اس ارشاد سے نمایاں ہے

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (1)

جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ میری عبادت کریں واضح رہے کہ انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا اور کچھ نہیں۔ جیسے کوئی شخص اپنے کام میں ناکام ہو جائے تو لوگ اسے کہیں گے کہ وہ اپنے مشن، مقصد میں ناکام ہو گیا اگر انسان بھی اپنی زندگی کا مقصد (خدا کی عبادت) کو پورا نہ کر سکے تو زندگی بے کار اور ناکام ہوگی اگر آپ لفظ عبادت پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ عبد سے ہے جس کے معنی غلام کے ہیں غلام کو چاہئے کہ وہ اپنے آقا کے ساتھ وفاداری سے رہے اطاعت کے ساتھ رہے اسکی خدمت میں ہمہ تن متوجہ رہے ورنہ اس کی غلامی کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ غلام نہیں وہ تو سرکش کہلائے گا اور وہ اس لائق نہیں کہ مالک اسے اپنی غلامی میں رکھے اگر غلام اپنے آقا کو دل کی گہرائیوں سے آقا ماننا ہے ہمیشہ اسکی اطاعت کا پٹہ گلے رکھتا ہے اس کے ادب و احترام کو ہر لمحہ ہر لحظہ ملحوظ خاطر رکھتا ہے تو وہ غلام یقیناً اس قابل ہے کہ مالک اسے اعزاز دے محبت دے۔ سرفراز کرے۔ ایسے ہی اگر انسان اپنے رب قدوس سے ہر لمحہ نیاز مند رہے تابع فرمان رہے تو وہ اپنی زندگی کا مقصد بھی پورا کر رہا ہے اور اسکی طرف سے دنیا و آخرت میں ہزاروں انعامات کا مستحق بھی ہے اب یہ ذہن میں رہے کہ انسان ہر لمحہ عبادت کیسے کر سکتا ہے کہ وہ عبادت کر کے اپنی زندگی کا مقصد پورا کر سکے تو وہ یوں ہوگا اگر میں دکان پر ہوں تو گاہک کے ساتھ دینی، مذہبی شرعی اصولوں کے مطابق رویہ اختیار کروں اور سمجھوں اگر میں نے ناپ تول میں کوتاہی کی تو میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے گا اس تصور کے ساتھ آپ جتنی دیر بھی دکان پر کام کریں گے یہ سارا وقت عبادت میں گزرے گا۔ کہ آپ کو ہر لمحہ ہر لحظہ اپنے رب کے ناراض ہونے کا اندیشہ لاحق ہے اپنی ملازمت کے آٹھ گھنٹے دیا ننداری اخلاص ہمت محنت اور وفاداری سے گزاریں تو آپ کا یہ وقت بھی عبادت متصور ہوگا۔ کہ آپ اپنے رب سے ڈر رہے ہیں کہ اگر آپ نے اس وقت میں کوئی بددیانتی کی کسی پرزیداتی کی کسی

کا حق مارا کسی سے سخت کلامی کی تو آپ کا رب آپ سے ناراض ہوگا اور اس دور میں آپ نے فرائض کو صحیح ادا کیا تو یہ وقت بھی آپ کا عبادت میں ہی شمار ہوگا یہ بھی ذہن میں رہے کہ مجھے اپنے رب کا وفادار بن کر ہی رہنا ہے۔ یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ کروڑوں نعمتیں تو میں رب کی کھاؤں اور اطاعت شیطان کی مجھے اسی کا حکم ماننا ہوگا جو میرا پروردگار ہے میرا رب ہے میرا مالک ہے اگر دنیا کے کسی بندے کا حکم ماننا ہے تو وہ بھی اسی ضابطہ سے کہ اس بندے کا حکم خدائے قدوس کے حکموں سے ٹکرا تو نہیں رہا اگر کسی بندے کا حکم خدا کے حکم سے متصادم ہے تو اطاعت نہیں

لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق (1)

خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں یہاں پر یہ بھی یاد رہے کہ حضور ﷺ کی اطاعت اس ضابطہ میں نہیں آتی کہ حضور کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے

من اطاعني فقد اطاع الله (2)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ حضور ﷺ کا کوئی ارشاد کوئی فرمان والا شان خدا کی نافرمانی میں ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کا بولنا وحی الہی کے تابع ہے نافرمانی کیسی۔

وما يطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى (3)

وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں وہ تو وحی الہی ہی کے تابع ہیں۔

ومن عصاني فقد عصي الله (4)

جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

(1) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 737/7

الطبرانی، المعجم الكبير، الرقم 14795، ص 60/13

شہاب القضاہی، المسند، الرقم 814، ص 338/3

(2) البخاری، الجامع الصحيح، یقاتل من وراءى الامام، الرقم 2737، ص 114/10

المسلم، الجامع الصحيح، وجوب الطاعة الامراء في غيرہ، الرقم 3417، ص 364/9

النسائی، السنن، الترغيب في الطاعة الامام، الرقم 4122، ص 95/13

(3) النجم 3:53

(4) البخاری، الجامع الصحيح، یقاتل من وراءى الامام ان یتقوا به، الرقم 2737، ص 114/10

المسلم، الجامع الصحيح، وجوب الطاعة، الامراء، الرقم 3418، ص 365/9

النسائی، السنن، الاستعادة من فتنة السهين، الرقم 5415، ص 425/16

فَاتَّبِعُونِي يَحْبِبْكُمُ اللَّهُ (1)

میری اتباع کرو تمہیں اللہ دوست بنا لے گا۔ اطاعت کرتے وقت ہر مقام پر سوچنا ہوگا کہ یہ اطاعت جائز بھی ہے یا نہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر ایسی سوچ کو حرام قرار دیدیا گیا کہ حضور کا یہ حکم مانوں یا نہ، صحیح ہے یا غلط۔ اگر حضور ﷺ کا حکم روایت، اسناد، دلائل کے لحاظ سے ثابت ہو چکا ہے تو اس کی اطاعت بلا چون و چرا، بلا غور و فکر لازم ہوگی۔ جس کی واضح دلیل قرآن مقدس کا یہ ارشاد موجود ہے

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَاتَّبِعُوا (2)

رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اُس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد گرامی میں دونوں مقامات پر لفظ ما کا مفہوم بتاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بلا چون و چرا لازم ہے۔ قرآن مقدس نے اسی عنوان کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (3)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو جواب دو وہ تمہیں جب بھی بلائے۔ آیہ مبارکہ میں ذکر درکار ہے اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا۔ مگر دعاء کا معنیٰ واحد کا ذکر ہے۔ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کا بلانا رسول اللہ ﷺ کا بلانا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

اسلام اور نماز

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے نماز کی ادائیگی بھی اس کا ایک اہم حق ہے۔ اسلام میں جو عبادات فرض کی گئی ہیں ان میں سے توحید و رسالت کے بعد اہم فریضہ نماز ہے اور یہ وہ اہم قانون و ضابطہ ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی رہا اور انہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کا سکھایا اور ادا

(1) آل عمران 31; 3

(2) الحشر 59; 7

(3) الانفال 24; 8

کرنے کا حکم دیا۔ اسلام کے اس اہم اور بنیادی رکن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مقدس نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا حکم کم و بیش سات سو مرتبہ ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں میں جس ضابطہ کا حکم زیادہ سے زیادہ ملتا ہے، وہ نماز ہی ہے۔ اسلام کا یہی وہ مقدس رکن ہے، جو مومن اور کافر کا امتیاز کرتا ہے۔

نماز ادا کرنے میں دین کا تحفظ اس کی سر بلندی، اور سرفرازی ہے اور نماز کے چھوڑ دینے میں دین کی بربادی ہے۔ اس ضمن میں حضور سید عالم ﷺ کا وہ ارشاد گرامی واضح ہے جس میں جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینے کو کفر فرمایا گیا ہے۔

من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر او كما قال

ﷺ (1)

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایسی وعید فرمائی گئی ہے۔ گویا اس بندے نے کفر کیا یہاں پر کفر کا معنی کرنے کی صورت میں ترک کا معنی انکار ہوگا، جس نے نماز کا انکار کر دیا، کفر کیا۔ نماز کی اہمیت قرآن مقدس کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جہاں جہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں وہاں

اقیمو الصلوة (2)

کا حکم ہے نماز قائم کرو، اگر پڑھنے کا حکم ہوتا تو یہ تصور ہو سکتا تھا زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لو کافی ہے، مگر اقیمو کے حکم نے تنبیہ فرمادی کہ نماز وہ حکم ہے جس کی ادائیگی دن میں پانچ مرتبہ ہے اور زندگی بھر میں کبھی بھی کسی موقعہ پر اسے چھوڑا نہیں جاسکتا، صحت ہو یا بیماری، دکھ ہو یا سکھ، امن ہو یا جنگ سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، مراعات تو ملتی ہیں مگر معافی نہیں۔ کھڑا ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، بیٹھ کر طاقت نہیں تو لیٹ کر پڑھ لے اس پر بھی طاقت نہیں تو اشارے سے حکم کی بجا آوری کر لے، نماز پڑھنے سے آدمی کے اندر جو اصول پاکیزگی، شرافت، اخلاص ایسے بے شمار جو ہر کمالات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے اس کی پرواز فرشتوں سے بھی آگے چلی جاتی ہے اس کا ذکر خود قرآن مقدس نے اس طرح

(1) الطبرانی، المعجم الأوسط، من اسبغ جعفی، الرقم 3479، ص 462/7

(2) البقرة 43؛ 2

ارشاد فرمایا

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر (1)

بے شک نماز بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روکتی ہے۔ (اور انسان کو تقدیس و تطہیر کے بلند مقامات تک پہنچا دیتی ہے) رہا یہ اعتراض کہ بعض لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں برائی بھی کرتے ہیں اس سے تو پتہ چلتا ہے نماز برائی سے نہیں روک سکتی تو جواب میں کہا جاسکتا ہے۔ برائی بے حیائی سے روکنے کا نسخہ نماز اپنی جگہ پر مکمل مضبوط، صحیح اور مجرب نسخہ ہے۔ بشرطیکہ لوگ نسخہ کے استعمال میں جن چیزوں سے طبیب نے روکا ہے ان سے پرہیز بھی تو کریں۔ اگر مریض کی بد پرہیزی سے مرض جان نہیں رہا تو وہ نسخہ کی کمزوری نہیں اس کی اپنی بد پرہیزی ہے جس سے مرض جانے کے بجائے بڑھ رہا ہے۔ اسلامی احکام کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ کہ کہیں یہ بد پرہیزی اس کے خون میں کیسرنہ پیدا کر دے (خدا پناہ) اگر علاج کے دوران کبھی بد پرہیزی کا شکار ہو جائے تو فوراً توبہ، استغفار کی کثرت سے اس فاسد مواد کو نکال دے پھر ایسے ہی ہو جائے گا جیسے یہ مواد پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (2)

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔

دن میں پانچ وقت نماز کی ادائیگی سے انسان کو اپنے بندہ ہونے اور اپنے رب قدوس کے رب ہونے کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ جو بہت بڑی بندگی ہے اور پتہ چلتا رہتا ہے کہ میرا کوئی خالق ہے مالک ہے، پروردگار ہے جس کی بندگی کر رہا ہوں اپنے رب قدوس کے ساتھ مومن کا عقیدہ مضبوط سے مضبوط ہوتا رہتا ہے جب دن میں ایک نیکی کا کام کرنے کی پابندی ہو جائے گی تو اس عمل سے اسلام کے بہت سے دوسرے کام کرنے بھی مجھ پر آسان ہو جائیں گے کہ نیک کام کرنے کی عادت جو پڑ گئی ہے۔ نماز کا یہ منجگانہ عمل میرے جسم میں سُستی کا ہلی، ڈھیلے پن کو دور کر کے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر ہمت سے کام کرنے کی عادت ڈال دے گا جب بندہ منجگانہ نماز کا عادی ہو جائے گا تو اب نماز چھوٹ

(1) العنکبوت 45:29

(2) ابن ماجہ، السنن، ذکر توبہ، الرقم 4240، ص 301/12

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 10/27

جانے یا چھوڑ دینے سے اس کے دل میں خدا کا خوف بھی پیدا ہوگا اور اس کے حکموں کی نافرمانی سے ڈر پیدا ہوگا جو ایمان کی اصل ہے جس کا حکم بار بار ملتا ہے۔ ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ (1)

جوں جوں بندہ کے دل میں خدا کا ڈر بڑھتا جائے گا، گناہ کم ہوتے جائیں گے، خدا کا قرب بڑھتا رہے گا اور جوں جوں خدا کا خوف گھٹتا جائے گا گناہ بڑھتے جائیں گے خدا کا قرب گھٹتا رہے گا (والعیاذ باللہ) جب پنجگانہ نماز میں بارہا سجدہ کرے گا عجز و انکساری سے اپنے رب کی بڑائی بیان کرے گا۔ تو اس کے اندر سے تکبر و غرور کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو عجز پسند ہے تکبر پسند نہیں اور یہی نماز اسے عجز و انکساری کی راہوں اور دروازوں سے بارگاہ قدس تک لے جائے گی، اور پیش کر دے گی جیسے حدیث شریف میں مجھے حکم دیا گیا ہے۔

”صل کانتک تراہ“ (2)

یہ نماز پڑھ کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور یہ دیکھنا اسی وقت ہوگا جب قرب نصیب ہوگا۔ نائب رسول اللہ ﷺ فی الہند، حضرت خواجہ معین الدین اجیری علیہ الرحمہ نے تو بڑا کھلا فتویٰ دیا ہے۔ آنکس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست فتویٰ ہی دہم کہ نماز اوقضا کند۔ جو شخص نماز میں جمال محبوب سے محروم رہتا ہے وہ نماز دوبارہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی۔ دن میں پانچ مرتبہ وضو کا اہتمام فرائض سنت نوافل کی ادائیگی دین کے کاموں میں ہمت، محنت، استقامت کا جذبہ پیدا کر دے گی۔ اسلام کے اندر اس فریضہ نماز میں بہت بڑی جامعیت دکھائی دیتی ہے۔ مختلف امتوں میں مختلف نمازیں تھیں جو مل کر پانچ رہ گئی تھیں۔ ہمیں پانچ عطاء ہوئیں کہ ساری امتوں کی اجتماعی عبادت سمٹ کر ہمیں مل جائے۔ نماز فرشتوں کی عبادت کا بھی مجموعہ ہے۔ بعض فرشتے رکوع میں بعض سجدہ میں بعض قیام میں مومن کیلئے بھی نماز میں یہ سبھی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

نماز مخلوقات کی عبادت کی بھی جامع دکھائی دیتی ہے۔ درختوں کی عبادت قیام ہے چوپائے ہمیشہ رکوع کی حالت میں دکھائی دیتے ہیں حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے، چوہنیاں وغیرہ زمین

(1) البقرہ 2: 278

(2) البخاری، الجامع الصحیح، سوال جبرائیل نبی ﷺ، الرقم 48، ص 87/1

المسلم، الجامع الصحیح، بیان الایمان والاسلام والاحسان، الرقم 9، ص 87/1

ابی داود، السنن، فی القدس، الرقم 4075، ص 306/12

پر ریگنے والے جانور سجدہ کی حالت میں دکھائی دیتے ہیں۔ نماز میں یہ بھی کمال دکھائی دیتا ہے کہ توحید و رسالت کے حکم کے بعد پہلا حکم اسی کی ادائیگی کا ہے اس فریضہ میں یہ بھی خوبی دکھائی دیتی ہے، تمام فرائض کا حکم زمین پر ہی ملا کر نماز کا فریضہ معراج کی شب عرش پر بلا کر دیا گیا۔ جیسے دن میں کئی مرتبہ نہانے والے کے جسم پر میل نہیں رہتا ایسے ہی منجگانہ نماز پڑھنے والے پر گناہ کا میل نہیں رہتا۔ حضور سید عالم ﷺ نے ایک ارشاد گرامی میں نماز کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے۔ نماز پڑھنے والے کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے پتہ جھڑ کے موسم میں درختوں کے پتے گر جاتے ہیں۔ (1)

فریضہ نماز کی اہمیت ایک اور حدیث پاک میں اس طرح ذکر ہے۔ بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کیلئے جنتوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا جو بندہ نماز کو قائم رکھے تو اللہ کے ذمہ کرم ہے اُسے آگ سے بچالے۔ پھر مزید کرم یہ ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنے سے پچاس کا ثواب ملتا ہے کہ معراج کی رات پچاس سے پانچ کر دی گئیں۔ (2)

پھر پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے سے عبادت کا حسن مزید نکھر جاتا ہے۔، نظم و ضبط کا سلیقہ آتا ہے۔ امام صاحب کی آواز پر بیٹھنا اٹھنا، اطاعت امیر کا سبق سکھاتا ہے، ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہونے اور بیٹھنے سے جذبات، محبت بڑھتے ہیں ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھنے کا موقع ملتا ہے، محلّہ والوں کی خبر داری رہتی ہے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی بڑھتی ہے، اگر کوئی معذور نمازی آپ کے ساتھ کھڑا ہوگا یا بیٹھا ہوگا تو آپ کے دل میں اس کی بیمار پرسی کا جذبہ پیدا ہوگا اس پر رحم آئے گا۔ ممکن ہے اس پر صدقہ و خیرات کا جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ مزید برکات کا باعث بنے گا۔ نمازیوں کا اپنے رب قدوس سے مشترکہ دعا کرنا کرم بالائے کرم ہوگا اور دعا قبولیت کے قریب ہو جائے گی۔ نماز کی اہمیت اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہوتی ہے

يَوْمَنونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ، (3)

(1) البانی، مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، الرقم 576، ص 127/1

الاحمد، المسند، ابوذر غفاری، الرقم 20576، ص 42/44

(2) المسلم، الجامع الصحيح، الاسراء برسول اللہ ﷺ، الرقم 234، ص 355/1

البانی، مشکوٰۃ، الرقم 5863، ص 275/3

(3) البقرہ 2:3

غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں یہاں نماز کو ایمان کے ساتھ ملایا گیا ہے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور روزہ

حقوق الہیہ میں سے روزہ بھی ایک اہم حق ہے جو ہم نے ادا کرنا ہے۔ دوسری عبادت جو ملت اسلامیہ پر لازم قرار دی گئی، وہ روزہ ہے۔ قرآن مقدس نے سورہ بقرہ میں اس کی اہمیت کا اس طرح بیان فرمایا

فمن شهد منکم الشهر فليصمه (1)

تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے، دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے،
يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب

على الذين من قبلکم لعلکم تتقون (2)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

پہلی تمام شریعتوں میں روزہ رہا ہے، سحری افطاری کے اوقات مختلف رہے مگر روزہ لازم رہا ہے، آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں

لعلکم تتقون (2)

نے روزہ رکھنے کی غرض کو واضح فرمایا کہ تم پرہیزگار بن سکو۔

اس مقدس مہینے کی مبارک عبادت کو حضور ﷺ نے اس طرح بھی ارشاد فرمایا

”من صام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم

من ذنبه“ (3)

(1) البقرہ 2: 185

(2) البقرہ 2: 183

(3) البخاری، الجامع الصحيح، صوم رمضان احتساباً بمن الايمان، الرقم 37، ص 67/1

المسلم، الجامع الصحيح، التغيب في قيام رمضان هو، الرقم 1268، ص 146/4

ابن داود، السنن، في قيام شهر رمضان، الرقم 1165، ص 136/4

جو کوئی ایمان اور احتساب سے روزے رکھے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ نماز، حج، زکوٰۃ، ایسی عبادات ہیں جو مخفی نہیں رہ سکتیں مگر روزہ وہ عبادت ہے جو بندے اور خدا کے درمیان ایک رابطہ ہے اور یہ عبادت مخفی بھی ہے، روزہ رکھنے سے خدائے قدوس کے ساتھ ایمانی کیفیت مضبوط ہو جاتی ہے کہ وہ ہر لمحہ ہر لحظہ دیکھتا ہے، شدت کی پیاس ہو اور قریب کوئی بھی نہ ہو تو پھر بھی مومن پانی نہیں پیتا کہ اس کا عقیدہ اپنے رب کے متعلق اس قدر مضبوط ہو گیا ہے کہ اللہ ہر لمحہ دیکھ رہا ہے۔ ایمان کی یہ مضبوطی روزہ کی برکت سے مزید ابھر گئی ہے روزہ کی مہینہ بھر مسلسل ریاضت مومن کو کندہ بنا دیتی ہے۔ سال بھر کے لئے عبادات کی ادائیگی میں آسانی رہتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”رب قدوس جل مجدہ نے روزہ کے بارہ میں فرمایا

”الصوم لی وانا اجزی بہ“ (1)

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں یا میں ہی اس کی جزا ہوں۔

روزہ کے مقاصد کی طرف حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

”من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله

حاجة ان يدع طعامه وشرابه“ (2)

جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کے پانی اور کھانا چھوڑنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں۔ اسی عنوان کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا ”بہت سے ایسے روزے دار ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا“ ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے

”الصيام جنة يا الصوم جنة“ (3)

(1) البخاری، الجامع الصحيح، قول تعالیٰ یریدون ان، الرقم 6938، ص 11/23

المسلم، الجامع الصحيح، فضل الصیام، الرقم 1946، ص 19/6

النسائی، السنن، فضل الصیام، الرقم 2181، ص 394/7

(2) البخاری، الجامع الصحيح، من لم يدعوا قول الزور، الرقم 1770، ص 472/6

ابی داود، السنن، الغیبة للصیام، الرقم 2015، ص 316/6

ابن ماجہ، السنن، ما جاء فی الغیبة، الرقم 1679، ص 204/5

(3) البخاری، الجامع الصحيح فضل الصوم، الرقم 1761، ص 457/1

المسلم، الجامع الصحيح، فضل الصیام، الرقم 1943، ص 16/6

روزے ڈھال ہیں یا فرمایا روزہ ڈھال ہے۔ شیطان کے حملہ سے بچنے کے لئے روزہ بہترین ڈھال ہے مسلسل ایک ماہ نماز باجماعت کی عادت تراویح پڑھنے سحری جاگنے کی عادت صدقہ، خیرات کی توجہ بھوکے پیاسے پر جذبہ خیر سال بھر کام آتا ہے (وللہ الحمد) روزہ مدینہ منورہ میں ۲ ہجری کو فرض ہوا اولاً ایک روزہ عاشورہ کا فرض ہوا پھر یہ منسوخ ہو کر چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزے فرض کئے گئے پھر یہ بھی منسوخ ہو گئے اور ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے مگر لوگوں کو اختیار تھا جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے فدیہ دے پھر یہ اختیار بھی منسوخ ہو گیا اور ہر شخص پر روزہ لازم کر دیا گیا مگر یہ پابندی رہی رات کو سونے سے پہلے پہلے جو کھا لوٹھیک ہے، سو کر اٹھنے کے بعد کچھ نہیں کھا سکتے۔ پھر حضرت صرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ پیش آنے پر صبح تک کھانے پینے کا اختیار دے دیا گیا، حضرت صرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ کا شکر قسم کے آدمی تھے روزہ کھولا اور فوراً نیند آ گئی، کھانا تیار ہو جانے پر اہلیہ نے جگایا اور کھانا پیش کیا تو آپ نے انکار کر دیا کہ اب سو کر اٹھنے کے بعد کھانا ممنوع تھا اسی حالت میں دوسرا روزہ ہو گیا کام پر چلے گئے، دوپہر ہوئی تو کام کاج کی محنت سے غشی طاری ہو گئی کیونکہ رات سے کھایا ہی کچھ نہیں تھا۔ اہلیہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور اپنے مقدس شوہر کا سارا واقعہ پیش کر دیا حضور ﷺ نے چاہا کہ اس قانون میں تبدیلی ہو جائے تو قدرت کی طرف سے حکم نازل ہو گیا، صبح ظہور فجر تک کھانے پینے کی اجازت دیدی گئی، روزہ روح کی قوت کا باعث بنتا ہے، روزہ رکھنے سے نفس کی سرکشی ٹوٹتی ہے، روزہ میں پیاسے بھوکے آدمی کی ہمدردی رہتی ہے کہ اسے خود بھوک پیاس کا احساس ہو گیا ہے روزہ سے بھوک برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے روزہ ایک خاموش عبادت ہے تمام عبادات میں ریا کا شائبہ موجود ہے مگر روزہ کی عبادت خاصی حد تک محفوظ ہے۔ روزہ میں انسان ہمیشہ عابد رہتا ہے کام کر رہا ہو یا سو رہا ہو، خاموش ہو یا بول رہا ہو بیٹھا ہو یا چل رہا ہو، موسیٰ علیہ السلام جب طور پر جاتے تو روزہ رکھ کر جاتے اور توراۃ لینے کے لئے چالیس روزے رکھ کر گئے روزہ سے غفلت دور ہوتی ہے شہوت ٹوٹتی ہے (1)

(1) البخاری، الجامع الصحیح، باب الصوم لمن خاف علی نفسه الضرر، الرقم 1772 ص 476/6

المسلم، الجامع الصحیح، باب استحباب النکاح لمن تأقت نفسه الیہ، الرقم 2485 ص 173/7

النسائی، السنن، البحث علی النکاح، الرقم 3157 ص 300/10

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن قرآن اور رمضان روزہ دار کی شفاعت کریں گے۔ (1)
روزہ گناہوں کا کفارہ ہے جسے امام بخاری نے اس عنوان پر باب باندھا ہے

الصوم كفارة“ (2)

روزہ دار قیامت کے دن جنت جانے کے لئے باب ریان سے گزریں گے جو انہیں کے لئے خاص ہوگا

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور حج

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے حج ادا کرنا بھی ایک اہم حق ہے۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد سے اس فریضہ کی اہمیت واضح ہو رہی ہے

”وللہ علی الناس حج البيت من استطاع الیہ

سبیلاً“ (3)

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو کوئی اس گھر تک آنے کی طاقت رکھتا ہو وہ حج کے لئے آئے۔ اسی آیہ مبارکہ کا اگلا حصہ اس کی اہمیت کو اور زیادہ واضح کرتا ہے

”ومن كفر فان الله غنی العلمین“ (4)

اور جس نے کفر کیا تو اللہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے اگر کوئی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا تو اسے کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے آیہ مبارکہ سے اسی عنوان کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارکہ سے واضح ہوتی ہے

”من ملك زاداً ومراحلة تبلغه الى بيت الله لم

(1) لاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمر بن العاص، الرقم 6337، ص 375/13

البہقی، شعب الایمان، الصیام والقرآن یشفعان و القرآن للعبید، الرقم 1938، ص 5/5

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الرقم 1963، ص 444/1

(2) البخاری، الجامع الصحیح، الصوم كفارة، ص 458/6

(3) آل عمران 97:3

(4) آل عمران 97:3

يَحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانياً (1)

‘جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ شریف تک پہنچ سکتا ہو اور حج نہ کرے تو اس کا اس حالت پر مرجانا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔ اسی ارشاد نبوی ﷺ کی تائید میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بھی ملتی ہے آپ نے فرمایا جو لوگ طاقت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے ان پر جزیہ لگا دوں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ (2)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج ادا کرنے کے بعد وہاں کے منافع کو دیکھا تو فرما دیا حج سب سے افضل عبادت ہے۔ دنیا بھر کے سفروں میں اپنے ذاتی فائدے پیش نظر ہوتے ہیں مگر یہ مقدس سفر صرف اور صرف رضائے الہی کے لئے کیا جاتا ہے۔

جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں موجزن نہ ہو، سفر حج کا ارادہ ہی نہیں ہو سکتا یا الہی اور رضائے خداوندی ہی وہ امور ہیں جو بندے کو سفر کی مشکلات، گھر سے دوری، بچوں کی جدائی، کاروبار کا تعطل، غیر ملکی لوگوں سے ربط، زبان کی مشکلات، ایسے معاملات کو دل دماغ سے نکال کر صرف اور صرف ذوق جنوں کو حج کی رواں گئی پر آمادہ کر دیتے ہیں پھر اس مقدس سفر میں خدا خونی کا احساس بھی وافر ہو جاتا ہے کسی پر زیادتی سے پرہیز کرتا ہے قرآن مقدس کے اس ارشاد کے مطابق

”فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج“ (3)

کہ حج میں رفث، فسق، جھگڑا نہیں کے پیش نظر قدم قدم پر خدا سے ڈرتا ہے کہیں یہ ساری محنت برباد نہ ہو جائے اسلام کی ہر عبادت میں عقل کو دخل ہے مثلاً روزہ میں صحت کا اصول سمجھ آتا ہے۔ نماز ہمیں طہارت، پاکیزگی، عجز و نیاز مندی کی بات سمجھ آتی ہے۔ زکوٰۃ بھی غریب کی ہمدردی، یتیم، مسکین سے لگاؤ، اسلام کے اقتصادی نظام کا عنوان سمجھ آتا ہے مگر فریضہ حج کی ادائیگی میں کچھ عجیب سی کیفیت ہے معمول کا لباس اتار کر احرام باندھنا کعبہ شریف کے گرد گھومنا، صفا و مردہ کا چکر لگانا، لاکھ نیکی کو چھوڑ کر

(1) الترمذی، السنن، مآجاء فی تغلیظ فی ترک الحج، الرقم 740، ص 211/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، ص 255/1

الغزالی، قوت القلوب وفضائل الحج، وطریق السلف، ص 38/2

(3) البقرة 2: 197

منی، عرفات مزدلفہ کی حاضری کنکر مارنا دامن کعبہ میں نصب کئے گئے ایک پتھر شریف کو عقیدت سے چومنا۔

لاکھوں جانوروں کا ذبح کرنا ان تمام معاملات پر غور کرنے سے بس یہی سمجھ آتا ہے۔ کہ اس فریضہ حج کے ضابطہ کو اسی طرح ہی سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے، وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے۔ ان معاملات کے سمجھنے میں عقل قاصر ہے۔ صرف اور صرف عشق و ذوق جنون کا ہی غلبہ دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ ارکان کی ادائیگی میں جذبہ جنون واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ تاہم اس کے عالمگیر عظیم اجتماع میں بہت سے مفاد بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام کا غلغلہ عالم اسلام کا باہمی میل جول، منڈیوں اور ایوان تجارت کا مشاہدہ عظیم کافر نسوں کا مقصد پورا ہوتا ہی دکھائی دیتا ہے۔ کوئی بادشاہ اربوں روپیہ خرچ کر کے اتنا بڑا اجتماع نہیں کر سکتا۔ جتنا حج میں انفرادی خرچ پر ہو جاتا ہے اس مقدس سفر میں مقدس مقامات کی زیارت سے محبت بڑھتی ہے۔ عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ حج کی ادائیگی کے اندر بے شمار لوگوں کے ذوق کو دیکھ کر دل کی سخت نرمی میں بدل جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے اس اجتماع میں عالم اسلام کو حکمرانی کی ٹریننگ دی جاسکتی ہے روحانی فوائد تو ہیں ہی اسکی ادائیگی سے بہت سے مالی دنیاوی فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ حج اسلام کے عالمی رابطہ کو مضبوط رکھنے کا بھی بہتر ذریعہ ہے۔ حج کے بے شمار فضائل و کمالات میں ایک یہ بھی ہے حج میں حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کی گئی کوتاہیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا، حج و عمرہ ملا کر کرو یہ دونوں فقر اور گناہ کو مٹا دیتے ہیں۔ اس مقدس سفر میں حاجی کو اعزاز ملتا ہے کہ وہ خدا کا مہمان ہے اس مقدس عبادت میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کچھ عبادات مالی ہیں اور کچھ بدنی حج عبادت مالی بھی ہے کہ خاصہ خرچ ہو جاتا ہے، بدنی بھی ہے کہ جسم کو خاصی محنت کرنا پڑتی ہے۔ چھوٹی اسناد تو ہر جگہ مل سکتی ہیں پرائمری، ملڈ، میٹرک، ایف اے آپ کہیں بھی کر سکتے ہیں۔ مگر ایم اے، ڈاکٹریٹ کے لیے پہلے سے یونیورسٹی رابطہ کرنا ہی پڑتا ہے، تمام عبادات چھوٹی اسناد ہیں مگر حج بڑی ڈگری ہے حج محبت الہی کا بہترین زینہ ہے اور عشق الہی کا مظہر ہے، اللہ ہر ایک کو نصیب کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے حقوق میں سے ایک اہم حق زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ہے۔
اسلام کے ارکان میں سے زکوٰۃ بھی ایسا اہم فریضہ ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی لاگورہا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی موجود ہے۔

وكان يأمر أهله بالصلوة والزكاة وكان عند ربه

مرضياً (1)

وہ اپنے گھر والوں (اپنی امت) کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ تھے، نبی کو اپنی امت سے پیارا ایسے ہی ہوتا ہے۔ جیسے اپنے اہل خانہ سے۔ یہی عنوان سورۃ انبیاء میں اس طرح ملتا ہے

واوحيانا فعل الخيرات واقام الصلوة وايتاء

الزكاة وكانوا لنا عبيدين (2)

ہم نے انہیں نیک کام کرنے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔ یہی عنوان سورۃ مریم شریف میں اس طرح ملتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں

واوصاني بالصلوة والزكاة ما دمت حياً (3)

میرے اللہ نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ جب تک زندہ رہوں۔ اس عنوان کی تائید میں سورۃ الاعراف کی آیہ مبارکہ بھی واضح دلیل ہے۔

فساكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكاة والذين

هم بآياتنا يؤمنون (4)

میں (رحمت) کو انہیں لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو مجھ سے ڈریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ اور ہماری

(1) مریم 55:19

(2) الانبياء 73:21

(3) مریم 31:19

(4) الاعراف 156:7

آیات پر ایمان لائیں گے۔ اس ارشاد مبارک کی تفصیل یہ ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب قدوس سے اپنی قوم کے لیے دعا کی۔ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی بھلائی بھی عطا کر اور آخرت کی بھلائی بھی جواب میں یہ فرمایا گیا ”میں رحمت انہی لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو مجھ سے ڈریں گے، زکوٰۃ دیں گے، اور ہماری آیات پر ایمان لائیں گے“ سورۃ المائدہ شریف کے اندر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے۔ بنی اسرائیل کو فرمایا گیا

وقال اني معكم لئن اقمتم الصلوة واتيمم الزكوة

وامنتم برسلي (1)

میں تمہارے ساتھ ہوں اگر نماز پڑھتے رہو زکوٰۃ دیتے رہو، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ سورۃ بقرہ شریف میں اسلام کے اس اہم فریضہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

اقیموا الصلوة واتوا زكوة وامر کعو مع الراکعین

(2)

نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (نماز باجماعت ادا کرو)۔ سورۃ المائدہ شریف نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت کا عنوان اس طرح بھی ملتا ہے۔

انما وليکم الله ورسوله والذین امنوا الذین

یقیمون الصلوة ویوتون الزکوة وهم مراکعون (3)

مسلمانوں تمہارے حقیقی دوست اور مددگار اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایماندار لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جو نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور رکوع کرتے ہیں (نماز پڑھتے ہیں)

زکوٰۃ اسلام کا ایسا اہم رکن ہے حضور ﷺ کے وصال کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو خلیفہ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں کچھ تھوڑا سا تردد ہوا کہ یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ حج کے

(1) المائدہ 12:5

(2) البقرہ 43:2

(3) المائدہ 55:5

قائل ہیں کلمہ شریف پڑھتے ہیں ان سے اعلان جنگ کیسے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں سے جو حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں دیا کرتے تھے۔ اگر اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے تو میں ان پر تلوار اٹھاؤں گا۔ آپ کے اس مجاہدانہ اور جاننازانہ خطاب کے بعد سیدنا فاروق اعظمؓ اور دوسرے صحابہ کرام کے دلوں کو حق کیلئے کھول دیا۔ اور سب نے یہ بات مان لی کہ زکوٰۃ نہ دینے والے پر جہاد کرنا چاہیے۔ (1)

حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس جذبہ صدیقی کی تائید قرآن مقدس کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

وَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ

بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (2)

بربادی ہے ان مشرکین کیلئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ قیامت کے دن کے منکر ہیں۔ رب قدوس جل مجدہ نے اس حکمران طبقہ کا محبت سے ذکر فرمایا ہے۔ جو ملک پر غلبہ ہو جانے کے بعد نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور تمام چیزوں کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے (3)

زکوٰۃ دینے سے خرچ کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے ہمت بڑھتی ہے غریب پروری میں اضافہ ہوتا ہے سورۃ النور میں اس عنوان کی تائید ملتی ہے جب کچھ لوگوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے الزام لگانے والوں کی امداد بند کر دی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ تم میں سے صاحب ثروت مال دار لوگ اپنے ضرورت مند عزیزوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد سے گریز نہ کریں بلکہ انہیں معاف کر دیں آئیہ یہ ہے

وَالْيَاثِلَ اُولَ الْفَضْلِ مِنْكُمْ (4)

(1) محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الاملی ابو جعفر الطبری، المتوفی 310ھ

تفسیر الطبری جامع البیان عن تأویل القرآن، ص 431/21

(2) فضلت 5.6:41

(3) الحج 41:22

(4) النور 22:24

صدقہ و خیرات دینے والوں کی عظمت کو قرآن مقدس نے اس طرح ذکر فرمایا
وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا
وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (1)

صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں صدقہ و خیرات کرنے والے کے جذبات پاکیزہ ہو جاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو خرچ کرنے کے سلسلہ میں قدرت کی طرف سے راہنمائی اور حکم یہ ملتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (2)

ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنے کمائے ہوئے مال سے اچھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، صدقہ و خیرات کرنے والوں کے نظریہ و عقیدہ میں ٹھوس پن پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی ہی بھلائی اور بہتری کے لئے کر رہے ہیں کسی پر احسان نہیں اس عنوان کو قرآن مقدس نے سورۃ البقرہ شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے

وَمَا تَفْقَهُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَفْسُكُمْ (3)

تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اسی آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں صدقہ و خیرات کرنے والوں کے عقیدہ کو مزید مضبوط فرمایا گیا

وَمَا تَفْقَهُوا مِنْ خَيْرٍ يَفْقَهُوا مِنْ خَيْرٍ وَلَا تَفْقَهُوا مِنْ خَيْرٍ وَلَا تَفْقَهُوا مِنْ خَيْرٍ (4)

اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ پورے کا پورا تمہیں لوٹا دیا جائے گا (اجر دیا جائے گا) اور تم پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جائے گی

☆ صدقہ و خیرات کی عادت سے مال جمع نہیں ہوتا خرچ ہوتا رہتا ہے مال کو جمع کر کے رکھنے والے لوگ جو خیرات نہیں کرتے انہیں قرآن مقدس نے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جیسے سورہ توبہ شریف میں وضاحت ملتی ہے

(1) الانسان 8:76

(2) البقرہ 2:267

(3) البقرہ 2:272

(4) البقرہ 2:272

والذين يكتزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل

الله فبشرهم بعذاب اليم (1)

جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرنے انہیں سخت عذاب کی خبر سنا دو صدقہ و خیرات کرتے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ یہ ادائیگی رضا و رغبت اور خوشدلی سے ہو جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ تو کر دیتے ہیں مگر بچے دل سے قرآن مقدس نے ان کا ذکر اچھے انداز میں نہیں فرمایا بچے دل سے خرچ کی گئی رقوم شرف قبولیت کو نہیں پہنچتیں قرآن مقدس فرماتا ہے

وَمَنْعَهُمْ اِنْ تَقْبَلْ مِنْهُمْ نَفَقَتَهُمُ اِلَّا اَلْهَمُ كَفَرُوا

بِاللّٰهِ وَيُرْسِلُهُ وَيَا تَوْنُ الصَّلٰوةِ لَا وَهْمُ كَسَالِي

ولا ينفقون الا وهم كرهون (2)

اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال صرف اس لیے قبول نہیں کئے جاسکتے کہ وہ دراصل اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے نماز کو آتے ہیں تو بچے دل سے خرچ کرتے ہیں تو کڑھتے ہوئے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے بندے پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے قرآن مقدس فرماتا ہے

وَمِنْ رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ فَسَاكُنْهُمَا الَّذِينَ

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (3)

اور میری رحمت اسی پر حاوی ہے میں اُن لوگوں کے لئے اُسے لکھ دوں گا، جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں اضافہ بھی ہوتا ہے قرآن مقدس فرماتا ہے

يَسْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيَرْبِي الصَّدَقَاتِ (4)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اسی بڑھانے اور برکت کے عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے

(1) التوبة 9: 34

(2) التوبة 9: 54

(3) الاعراف 7: 156

(4) البقرة 2: 276

وما آتيتهم من زكوة يريدون وجه الله فأوليك هم المفلحون (1)

اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا کے لئے دیتے ہو قرآن مقدس نے زکوٰۃ دینے کو مال کی حفاظت بھی فرمایا ہے؛

وانفقو مما رزقهم سرا وعلانية يرجون تجارة لن

تبو (2)

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے ظاہر طور پر یا چھپ کر خرچ کرتے ہیں اور اس تجارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس میں خسارہ نہیں۔ زکوٰۃ و صدقات دینے والے کو طہارت تزکیہ اطمینان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ایسی نعمتوں سے نوازا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها

وصل عليهم ان صلواتك سكن لهم (3)

ان کے مالوں سے خیرات لے لیجئے تاکہ وہ ان کو پاک صاف کرے اور اُن کیلئے دعا کریں کہ آپ کی دعا ان کیلئے اطمینان کا باعث ہے زکوٰۃ دینے والوں سے قرآن مقدس نے جنگ نہ کرنے کا حکم دیا ہے

فان تأبوا واقموا الصلوة واتوا زكوة فخلوا سبيلهم (4)

اگر وہ توبہ کر لیں اور ناز قائم کر لیں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کے راستہ سے ہٹ جاؤ۔ زکوٰۃ و صدقات نہ دینے والا جو خرچ کرنے کے بجائے اس پر سانپ بن کر بیٹھ جائے تو ایسا بخیل دوزخ کے عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے ایسی صورت حال کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے

الذين جمع مالا وعدده يحسب ان ماله اخله (5)

جو مال جمع کرتا ہے اور اسکو گن گن کر رکھتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسکو دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور اس کا معاشی نظام

(1) الروم 39:30

(2) فاطر 29:35

(3) التوبة 103:9

(4) التوبة 5:9

(5) الهمزة 2-3:104

جلوہ جاناں کے اس چوتھے حصہ میں اس عنوان کو لانے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب 1999ء میں مانچسٹر میں عزیزم حاجی محمد اسلم خاں کے ہاں مقیم تھا وہاں پر ایک مسلمان نوجوان نے جی بھر کر بحث کی اور یورپین علاقوں میں نظام معیشت کی جی بھر کر داد دی جو مجھے شدت سے محسوس ہوئی مجھے یورپین ممالک میں تبلیغی دوروں کے سلسلہ میں کئی سالوں سے جانے کا اتفاق ہو رہا ہے اور ہر سال ہی کہیں نہ کہیں اس عنوان سے بات ہو جاتی ہے۔ وہاں کی بود و باش رہائش گزراوقات مالی معاملات کی فراوانی نوجوان طبقہ کو گمراہ کر رہی ہے کہ مسلمانوں کے ہاں معاش کی یہ صورت حال نہیں پائی جاتی دراصل یہ چند سطور اُن کمزور ذہنوں کے لیے لکھی جا رہی ہے جنہوں نے اسلام کے معاشی ڈھانچے کا مطالعہ نہیں کیا اسلام کے اقتصادی معاشی نظام پر سینکڑوں تالیفات موجود ہیں جلوہ جاناں میں اس عنوان کو مختصر لکھوں گا کہ سرسری جائزہ ہو سکے اور پتہ چل جائے کہ یورپین ممالک کا یہ اندازہ حکومت اپنا نہیں بلکہ اسلام سے مانگا ہوا ہے یا چوری کر کے اپنا لیل لگا رکھا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

معیشت کی خوشحالی کا اعلان

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی خوشحالی کا اعلان زبان نبوت سے اس طرح فرمایا

ہے

فواللہ لیوشکن المال ان یفیض فیہم حتی لا یوجد من یأخذہ (1)

اللہ کی قسم ایک وقت ایسا آئے گا کہ مال کی فراوانی اس قدر ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا اس ارشاد گرامی کی روشنی میں اس غیبی خبر کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں خلافت راشدہ کا مقدس دور سامنے لانا چاہیے کہ ہر فرد نے امن سکون کی زندگی گزاری لوگ صدقات لیے پھرتے تھے مگر کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا اس اعلان مبارک کی تائید میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور یمن کے گورنر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے

(1) ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (المتوفی: 714ھ)

البدایۃ والنہایۃ ص 77/5

ابن ہشام، السیرۃ، قدوم فروقہ مصیك المرادی، ص 413/1

درمیان ایک مکالمہ پر ناظرین غور کریں۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن سے مرکز کیلئے وہاں زکوٰۃ بھیجی تو امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق نے فرمایا، آپ کو وہاں دولت اکٹھی کرنے کیلئے نہیں عوام پر خرچ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے کہ فقراء غرباء کی ضروریات پوری ہوں، گورنر یمن سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کی حضور پورے یمن میں اب کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں سبھی برس روزگار ہیں اور خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ (1)
اسلام کے معاشی نظام کا جائزہ لینے کیلئے اسکے چند ایک اہم قواعد و ضوابط کا جائزہ لیا جائے تو کسی حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پہلا اہم ضابطہ تلاش رزق ہے

اسلامی معیشت کے چند اہم ضوابط میں پہلا ضابطہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ اسلام کسی فرد کا بیکار رہنا پسند نہیں کرتا اُسے محنت سے کام کرنے اور حلال رزق تلاش کرنے کا حکم دیتا ہے اور کسی کو کسی پر بوجھ بننے کی اجازت نہیں دیتا ظاہر ہے جب ہر شخص کمانے اور محنت کرنے کی فکر میں ہوگا تو اپنے گزر اوقات میں خود کفیل بھی ہو جائے گا کسی کا محتاج بھی نہیں ہوگا اس تلاش رزق کے ضابطہ کو قرآن مقدس نے سورہ الجمعہ شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے

وَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا

أَمْنًا فَضْلَ اللَّهِ (2)

جب (عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور رزق تلاش کرو۔

اسی عنوان کو سورہ منزل شریف میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

(1) ابو یوسف، کتاب الاموال، ص 378/2

(2) الجمعة 10:62

وآخرون يضرلون في الأمراض يبتغون من فضل الله (1)

(اور کتنے) لوگ ہیں جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے رزق کو تلاش کرتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے اس عنوان کو مزید تقویت ملتی ہے۔

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة (2)

حلال معیشت کا تلاش کرنا فریضہ عبادت کے بعد بڑا فرض ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی مزید تائید ہے۔

لا يقعد احدكم عن طلب الرزق (3)

کوئی بھی طلب رزق کی جدوجہد سے بزدل ہو کر نہ بیٹھ جائے اور اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالے رکھے۔ ہر انسان پر ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب کو ضرور اختیار کرے جس سے رزق حلال حاصل کر سکے۔ ہاں یہ بات ذہن میں رہے اسلام مطلقاً رزق کمانے کا حکم نہیں دیتا کہ جیسے چاہے کمائے، جو چاہے کھائے اس نے اس سلسلہ میں حلال رزق کمانے اور حلال کھانے کی پابندی عائد کر رکھی ہے۔ جو کسی بھی مسلمان پر لازم ہے، حتیٰ کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے مقدس و مبارک رسولوں کو بھی یہ حکم دیا ہے

ياايهاالرسلاكلوامنالطيبات(4)

(اے) (مقدس) رسولو پاک چیزوں سے کھاؤ۔ دوسری جگہ سورہ مائدہ شریف میں اس طرح ہے

كلوامما مرزقكم الله حلالاً طيباً(5)

جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے اس سے حلال طیب کھاؤ اسلام نے ہر شخص کو حلال کمانے کا درس

(1) المزمّل 73: 20

(2) البيهقي، السنن الكبرى، ص 128/6

البيهقي، شعب الإيمان، المستون من شعب الإيمان وهو باب، الرقم 8482، ص 251/1

(3) الغزالي، احياء علوم الدين، باب في فضل الكسب والبحث عليه، ص 410/1

(4) المومنون 51: 23

(5) المائدة 5: 88

دے کر معیشت کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت سنوارنے کا بھی راستہ بتایا ہے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دوسرا ضابطہ یکساںگی ہے

اسلامی معیشت میں دوسرا ضابطہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ رزق حاصل کرنے میں تمام افراد یکساں حقدار ہیں یہ کام کسی ایک جماعت، قوم یا گروہ کا ٹھیکہ نہیں کہ صرف وہی رزق کمائے اور اپنی زندگی کو اپنی مرضی پر چلائے۔ قرآن مقدس نے متعدد مقامات پر اس عنوان کو ذکر فرمایا ہے ایک مقام پر اس طرح ارشاد ہے۔

و فی السماء رزقکم وما توعدون (1)

تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آسمانوں میں ہے۔ دوسری جگہ یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا (2)

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

تیسری جگہ اس طرح ارشاد ہے

وجعلنا لکم فیہا معاشی (3)

تمہارے لئے زمین میں معیشت کے سامان بنائے ہیں۔ چوتھی جگہ یہی عنوان اس طرح ہے۔

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (4)

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ بنایا جو زمین میں ہے، پانچویں جگہ یہی عنوان اس طرح ذکر ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم (5)

(1) الذاریات 22: 51

(2) ہود 6: 11

(3) الحجر 20: 15

(4) البقرہ 29: 2

(5) الانعام 151: 6

غربت اور تنگدستی کی وجہ سے اولاد کو ہلاک نہ کرو، ہم ہی تمہیں اور انہیں روزی دیتے ہیں۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیسرا ضابطہ ترغیب ہے

اسلام میں معیشت کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں جو تیسرا ضابطہ دکھائی دیتا ہے وہ ترغیبات ہیں کہ اسلام نے امیر کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنے غریب بھائی کا خیال کرے اس کی ضروریات کو پہچانے اس کی دستگیری کرے۔ حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ ضرورت سے زائد مال کو حاجت مندوں میں خرچ کر دو۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہے وہ دوسرے کو دیدے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ (1)

حضرت سعید فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مختلف ضروریات کا حکم دیا یہاں تک کہ ہم سمجھے ہیں ضرورت سے زیادہ مال رکھنے کا حق نہیں (2)

اس سے پتہ چلا اسلام نے معیشت کو بہتر بنانے کیلئے ایک دوسرے سے ہمدردی، حسن سلوک کے اصول کو رائج فرمایا ہے اور یہ ترغیب معیشت میں بڑی اہمیت رکھتی ہے، ہمیں چاہئے گھر، محلہ، بستی، شہر، ملک میں یہ ترغیبی ضابطہ اپنائیں۔

ترغیب کا ایک پہلو اس طرح بھی ہے جسے احیاء العلوم میں امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنے سے کہیں زیادہ ثواب ہے کہ کسی غریب ضرورت مند کی حاجت پوری کر دی جائے۔ (3)

چوتھا ضابطہ فضول خرچی سے رکنا ہے

اسلامی معیشت کے بہتر ہونے میں چوتھا ضابطہ جو دکھائی دیتا ہے وہ فضول خرچی سے رکنا

(1) البانی، مشکوٰۃ، باب آداب السفر، الرقم 3898، ص 388/2

المسلم، الجامع الصحیح، المواسات بفضول المال، الرقم 3258، ص 143/4

ابن حبان، الصحیح، ذکر البیان بأن الثرائصۃ، الرقم 5510، ص 372/22

(2) ابن حبان، الصحیح، ذکر البیان بأن الثرائصۃ، الرقم 5510، ص 372/22

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، باب فضل الکسب والبحث علیہ، ص 410/1

ہے اور کفایت شعاری سے کام لینا ہے۔ آج ہر شخص مہنگائی کا رونا روتا ہے، اپنی ضروریات کی بھرمار سے نالاں دکھائی دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس مشکل کا حل صرف تنخواہ کا زیادہ ہونا ہی ہے۔ کاش انسان اس مشکل پر قابو پانے کیلئے اسلامی معیشت کے ضابطہ فضول خرچی سے رکنے کو بھی اپنائے قرآن مقدس نے فضول خرچوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ارشاد ہوتا ہے

ان الله لا يحب المفسرفين (1)

بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچوں سے پیار نہیں فرماتا، دوسری جگہ پر فضول خرچی کی مذمت اس طرح ملتی ہے۔

ان المبذرين كانوا من اخوان الشياطين - (2)

فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اسلام فضول خرچی کو حرام قرار دیتا ہے، کفایت شعاری، میانہ روی اور اعتدال کے اصول کو ترجیح دیتا ہے۔

الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة (3)

اخراجات میں میانہ روی سے معیشت آدھے سے زیادہ بہتر ہو جاتی ہے۔ قاضی حسن بن عبدالرحمن اپنی کتاب المحادث الفاصل میں فرماتے ہیں محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور خوبصورتی سے مسئلہ پوچھنا نصف علم ہے اپنے معاش میں میانہ روی اختیار کرنے سے آدھی مصیبت دور ہو جاتی ہے، آج اگر ہم اپنے گھر اور ملک کی فضول خرچیوں پر کنٹرول کر لیں تو نظام معیشت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پانچواں ضابطہ ترتیب ہے

اسلامی معیشت کو نکھار دینے میں پانچواں ضابطہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ خرچ کرنے میں ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ بے ترتیبی اسلامی معیشت کے حسن کو خراب کر دیتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی

(1) الانعام 14; 6

(2) الاسراء 27; 17

(3) الطبرانی، المعجم الكبير، الرقم 536، ص 261/11

البیهقی، شعب الایمان، الثانی والامربعون من شعب، الرقم 6297، ص 86/14

الطبرانی، المعجم الأوسط، المیم من اسمہ محمد، الرقم 6933، ص 11/15

اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا

وإبداء بسن تعول (1)

خرچ کی ابتداء اس سے کر جس کا تکفیل ہے۔ میرے بچے اہل و عیال جو میری کفالت میں ہیں وہ محروم رہیں اور دوسروں کی پرورش کا اہتمام ہو تو معیشت برباد ہوگی۔ حقوق کی بربادی ہوگی، اس اجمال کی تفصیل ایک اور ارشاد گرامی سے ملتی ہے۔ ایک شخص حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور میرے پاس ایک دینار ہے خرچ کیسے کروں تو فرمایا

انفقہ علی نفسک (2)

(ضرورت ہے) تو پہلے اپنی ذات پر خرچ کر اس نے عرض کی دوسرا دینار بھی ہے تو فرمایا بیوی پر خرچ کر عرض کی تیسرا بھی ہے فرمایا خادم پر خرچ کر عرض کی ایک اور بھی ہے فرمایا

انت اعلم

تو بہتر جانتا ہے۔ اقارب میں جہاں ضرورت ہے خرچ کر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چھٹا ضابطہ وصولیوں میں نرمی ہے

اسلامی معیشت میں چھٹا ضابطہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست نے سرکاری وصولیوں کیلئے انتہائی شفقت، محبت اور نرمی کا ضابطہ وضع کیا ہے، امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ آپ نے ساہور علاقہ کے امیر کو حکم دیا کہ سرکاری واجبات وصول کرنے میں کسی پر سختی نہ کی جائے۔ ان کا سامان فروخت نہ کیا جائے نہ ہی ان کے کام کرنے والے جانوروں کو فروخت کیا جائے، تحصیل دار نے عرض کی حضور ایسی نرمی سے تو وصولی نہیں ہو سکے گی، تو فرمایا ہمیں حکم ہی یہی ہے کہ ضرورت سے زائد اشیاء سے وصول کریں چنانچہ تحصیل دار نے اس پر عمل کیا

(1) البخاری، الجامع الصحيح، لاصدقة الا ان ظہرفی، الرقم 1337، ص 247/5

النسائی، السنن، ای الصدقة افضل، الرقم 2497، ص 315/8

المسلم، الجامع الصحيح، بیان ان الید العلویاء، الرقم 1716، ص 235/5

(2) ابوداود، السنن، فی صلة الرحم، الرقم 1441، ص 11/5

فرماتے ہیں

فعلت بالذی اُمرَی ولم انتقص من الخراج، (1)

تحصیلدار صاحب کہتے ہیں جیسے حکم ہوا، ویسے ہی کیا وصولی پر سختی نہیں کی، وصولی کا ہدف بھی پورا ہو گیا لوگوں میں امن و سکون بھی رہا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے سفر سے واپس آرہے تھے کچھ لوگوں سے گزر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا کہ بیت المال کو جزیہ کی رقم ادا نہیں کی گئی تھی، آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا وصولی نرمی سے کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ساتواں ضابطہ دولت کی گردش ہے

اسلامی معیشت کا ایک بہت بڑا اہم ضابطہ دولت کی گردش ہے اسلام دولت کا ایک جگہ پر منجمد رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ اس کی گردش کو لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ضرورت مند لوگوں تک جائے اور کسی کے پاس دولت کو سمٹ کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کروڑ پتی کو حکم ہے کہ وہ اپنی دولت کو غرباء، فقراء میں تقسیم کرے کہ وہ لوگ اپنی ضروریات پوری کر سکیں اور کسی کے محتاج نہ ہوں۔ مال جمع کر کے رکھنے کی قرآن مقدس نے مذمت فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے

”والذین یکنزون الذہب والفضة ولا ینفقو نہا فی

سبیل اللہ فبشر ہم بعذاب الیم“ (2)

جو لوگ مال کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور فقراء پر خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب، دوسری جگہ پر بھی عنوان اس طرح ملتا ہے۔

”الذین جمع مالا وعدده، ینحسب ان ماله اخلدہ

کلا لینبذن فی الحطمة“ (3)

جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور گن گن کر رکھتے ہیں ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا

(1) ابی یوسف، الخراج، ص 126/1

(2) التوبہ 34؛ 9

(3) الہمزہ 104؛ 2، 3، 4

حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث نقل ہے

”من احتكر فهو خاطي“ (1)

جو شخص انسانی خوراک کو گرانے کی نیت سے جمع کرے وہ مجرم ہے، اسلام نے اس انداز سے اپنی معیشت کو امراء غریبا میں مربوط رکھا ہے چونکہ اسلام اجتماعی نظام کو اہمیت دیتا ہے اور فطرتی اصولوں کو اپناتا ہے۔ اس نظام معیشت میں بھی اس اجتماعیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جسے فطرتی طور پر کائنات میں اجتماعیت محسوس ہوتی ہے کہ کوئی شخص تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ کوئی امیر بغیر غریب کے کوئی غریب بغیر امیر کے نہیں رہ سکتا۔ امیر کو اپنے کام کے لئے غریب مزدور کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزدور کو اپنی مزدوری حاصل کرنے کے لئے امیر کی محتاجی ہے۔ کوئی بڑا زمیندار بغیر محنتی کارکن کسان کے نہیں رہ سکتا اسے زمین ہموار کرنے، ہل چلانے، سہاگہ پھیرنے، بیج ڈالنے، فصل کاٹنے اٹھانے میں مزدور محنت کش کی ضرورت ہے۔ کوئی امیر خود محل بنا کر اس میں آرام نہیں کر سکتا۔ مزدور مستری، بڑھئی کا محتاج ہے لوگوں میں رزق کی کمی بیشی میں بھی یہی حکمت دکھائی دیتی ہے کہ دنیا کا نظام جاری رہے۔ اگر سارے امیر ہوتے تو مزدوری کون کرتا، کام کون سرانجام دیتا ایسے ہی اسلامی معیشت میں یہی فطرتی نظام جاری ہے صاحب مال کو حکم ہے کہ زکوٰۃ نکالے اور غرباء کو ادا کرے اسکی ضرورت کا احساس کرے۔ اس کے دکھ میں شریک ہو معیشت کا یہ حسین نظام کہ امراء غریبا کی پرورش کا خیال کریں۔ اسلام کے بغیر کہیں نہیں پایا جاتا۔ مگر آج یورپ کے کسی علاقہ میں غریب کا احساس پایا جاتا ہے اور اس کی تنگی دور کی جاتی ہے تو یہ اسلام سے مانگا ہوا ہے یا چوری کیا ہوا ہے جس پر لیبیل اپنی معیشت کا لگا دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) المسلم، الجامع الصحیح، تحریر الاحتکام فی الاوقات، الرقم 3012، ص 312/8

عبدالرزاق، المصنف، ص 203/8

ابی عوانہ، المستخرج، الخیر النہی عن الاحتکام، الرقم 1469، ص 161/11

البیہقی، السنن الکبری، ص 29/6

آٹھواں ضابطہ بیت المال سے امداد ہے

اسلامی معشیت کا آٹھواں نمایاں پہلو یہ ہے کہ بیت المال سے غربا فقراء کی امداد کی جائے۔ کتاب الاموال میں سیدنا عبداللہ ابن قیس سے روایت ہے۔ سیدنا فاروق اعظم نے خطبہ دیتے فرمایا ”لوگو، ہم نے تمہارے لئے خوراک کے سلسلہ میں ماہانہ وظائف مقرر کر دیے ہیں پھر انہوں نے پیمانہ ہاتھ میں لے کر فرمایا جو حقدار لوگوں کو اس مقررہ مقدار سے کم دے خدا اسے ایسا کرے ایسا کرے یہ کلمات بد دعا تھی اور تنبیہ بھی۔ (1)

ایک موقع پر حضرت عمر نے عراق کے گورنر عبدالمجید بن عبدالرحمان کو لکھا کہ لوگوں کو ان کے وظائف ادا کر دو، گورنر صاحب نے جواباً لکھا تمام وظائف ادا کر دیے گئے ہیں مگر رقم ابھی باقی ہے جو لوگ مقرض ہیں ان کے قرض ادا کر دو۔ گورنر عراق نے اس حکم پر بھی عمل کیا اور لکھا قرضوں کی ادائیگی کے بعد بھی بیت المال میں رقم موجود ہے فرمایا غریب نوجوانوں کی شادیاں کر دو چنانچہ اس حکم پر بھی عمل کیا گیا اور پھر لکھا حضور بیت المال میں اب بھی رقم موجود ہے فرمایا وہ غیر مسلم غریب جو سرکاری رقم ادا نہیں کر سکتے انہیں دے دو کہ وہ اپنے ذمہ سے سرکاری بوجھ اتار دیں۔ کہ وہ بھی ہمارے ملک کے باشندے ہیں۔ (2)

سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوایا میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے سامنے جواہرات کے ڈھیر دیکھے آپ نے فرمایا اس دولت کو اپنی قوم میں تقسیم کرو۔ پھر ہم نے مستحقین کی فہرست تیار کی اور ہر ایک ضرورت مند کو مال تقسیم کیا۔ (3)

ایک موقع پر سیدنا امیر معاویہ نے سارا مال تقسیم کر کے فرمایا لوگو میں نے تمام مال بانٹ دیا ہے کہ تمہارا ہی حق تھا اگر پھر ہوا تو پھر تقسیم ہوگا کہ یہ دولت ہماری تو ہے نہیں امانت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) ابویوسف، الاموال، ص 410/1

(2) ابویوسف، الاموال، ص 415/1

(3) ابویوسف، الاموال، ص 414/1

نواں ضابطہ بھیک مانگنے کی مخالفت ہے

اسلامی معیشت کے ضابطہ میں ایک اہم پہلو یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ اسلام نے بھیک مانگنے کی مذمت فرمائی ہے کہ یہ عمل اسلامی معیشت کو داغدار کرتا ہے۔ قرآن مقدس نے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ان کے چہروں سے گوشت غائب ہوگا اور بد شکل دکھائی دیں گے کسی سخت ضرورت کے بغیر سوال کرنے کو حرام فرمایا گیا ہے

‘مَنْ كَانَ لَهُ قَوْلٌ يَوْمَهُ لَا يَحِلُّ لَهُ السَّوَالُ“ (1)

جس کے پاس ایک دن کا خرچ بھی ہوا سے بھیک مانگنا حرام ہے اگر آج یورپ کے بعض علاقوں میں بھیک مانگنے پر سختی سے پابندی ہے تو یہ ضابطہ دور اسلام کا ہی ہے جو انہوں نے اپنا رکھا ہے۔ اور اپنوں نے بھلا دیا ہے۔ امیر رشتہ داروں کو غریبوں سے حسن سلوک انکی ضروریات پوری کرنے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے اپنی عزت نفس کو مجروح کرنے سے بچائیں اور دروازوں پر بھیک نہ مانگتے پھریں۔ بیت المال کے دروازے سے اسی لئے کھلے رکھے گئے کہ بھکاری پن کی لعنت ختم ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دسواں ضابطہ وظائف کا تقرر ہے

کتاب الاموال میں بشر بن غالب سے روایت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا، نومولود کا وظیفہ کب جاری ہوگا۔ انہوں نے فرمایا اُس وقت سے جب اس نے آواز نکالی ہے۔ (2)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حکم میں فرمایا تھا کہ بچے کا وظیفہ اس وقت شروع ہوگا جب اس کا دودھ چھڑا دیا جائے گا مگر فوراً یہ حکم منسوخ کیا اور حتمی حکم جاری کر دیا کہ لوگوں کو بچوں کو دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کرو ہم نے بچوں کی پیدائش سے ہی وظیفہ جاری کر دیا ہے۔ یہی حکم تمام

(1) فتاویٰ عالمگیری، ص 549/5

(2) ابویوسف، الاموال، ص 399/1

اسلامی ریاستوں میں لاگور ہاجنا نچہ بچے کی پیدائش سے وظیفہ جاری کر دیا جاتا رہا۔ (1)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے ہاں ایک عورت حاضر ہوا کرتی تھی ایک دن وہ نظر نہ آئی تو پوچھا وہ خاتون دکھائی نہیں دیتی جواباً عرض کی گئی آج رات ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے تو امیر المومنین نے فوری طور پر اس کے ہاں پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور فرمایا یہ درہم تیرے بیٹے کا وظیفہ ہے اور چادر سے اس کے کپڑے بنالینا اور مزید فرمایا جب بچہ ایک سال کا ہوگا تو ہم وظیفہ ایک سو درہم کر دیں گے۔ (2)

اسی مقام پر دوسری روایت اس طرح درج ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا تیرے بچے کتنے ہیں اس نے عرض کی امیر المومنین میرے ساتھ تو ایک اچھا کنبہ ہے تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تیرے ہر بچے کے لئے سو سو درہم مقرر کیا جاتا ہے۔ یورپ میں آج جو بچوں کا رواج چل رہا ہے تو یہ ایک اسلامی ضابطہ ہے جو انہوں نے اپنا رکھا ہے کاش اسلامی ممالک بھی اس پر عمل کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

گیارہواں ضابطہ انداز حکمرانی

اسلامی معیشت میں گیارہواں اہم کام جو دکھائی دیتا ہے وہ سربراہ ریاست کا انداز حکمرانی ہے اسلامی ریاست کا سربراہ دراصل قوم کا خادم ہوتا ہے ہمدرد ہوتا ہے اور قوم کے دکھوں میں شریک ہوتا ہے ایسے بے شمار واقعات خلافت راشدہ کے دور میں پائے جاتے ہیں۔

☆ کتاب الخراج میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعیت سے ہمدردی کا ایک اہم واقعہ اس طرح درج ہے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے امیر المومنین میں نے کھیت بویا تھا اہل شام میں سے ایک لشکر کا گاؤں سے گزر ہوا تو میرا سا را کھیت برباد ہو گیا آپ نے اس سے ہمدردی کے الفاظ فرمائے اور مبلغ دس ہزار روپے اس نقصان کا معاوضہ ادا فرمایا (3)

(1) ابویوسف، الاموال، ص 400/1

(2) ابویوسف، الاموال، ص 400/1

(3) ابویوسف، الخراج، ص 119/1

☆ ایک موقعہ پر دور سے ایک شخص حاضر ہوا ابتدا میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلا سوال یہ فرمایا

کیف اسعأمرهم۔ (1)

وہاں پر چیزوں کا بھاؤ کیسا ہے اس نے عرض کی وہاں پر چیزیں سستی مل رہی ہیں تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کے دور خلافت میں چیزیں سستی مل رہی ہیں یہ واقعہ عین انہیں دنوں کا ہے جن دنوں آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور آپ زخمی حالت میں تھے مگر اس دکھ کے وقت میں بھی قوم کا احساس ہے معلوم ہوا سربراہ ریاست کا قوم سے حسین احساس بھی اسلامی معیشت کا ایک حصہ ہے جس سے معیشت کو حسن ملتا ہے۔

☆ ایک موقعہ پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے نابینا شخص کو سوال کرتے دیکھا تو آپ وہاں رک گئے اور پیار سے اسے تھکی دے کر پوچھا تم کون ہو اس نے عرض کی میں یہودی ہوں اور میں نے سرکاری خزانہ میں جزیہ جمع کرنا ہے اس کیلئے بھیک مانگ رہا ہوں امیر المومنین اسے گھرائے اور حسب ضرورت رقم دی اور پھر بیت المال کے افسر کو بلا کر فرمایا اس قسم کے نادار محتاج لوگوں سے جزیہ نہ لیا کرو ایسے افراد کی ضروریات کا بندوبست کرنا تمہارے ذمہ ہے بیت المال سے اس کا گزارہ الاونس مقرر کرو کہ اسے پیٹ پالنے کیلئے بھیک نہ مانگنا پڑے فرمایا اللہ کی قسم یہ نا انصافی ہوگی جوانی میں ہم اس سے جزیہ لیں اور اس کے بڑھاپے میں اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیں (2)

☆ قوم کی خدمت و محبت اور رہائشی خدمات کے انجام دینے کا عجز و انکساری والا واقعہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا اس طرح ملتا ہے

ان علیاً کان یکنس بیت المال ثم یصلی فیہ مرجأ

ان یشہد لہ انه لم یحبس منه فیہ المال عن

المسلمین (3)

(1) تأریخ الرسل والملوک، ذکر خبر سلمة ابن قیس، ص 403/2

(2) ابویوسف، الخراج، ص 126/1

(3) الذہبی، تأریخ الاسلام، من توفی فیہا، ص 488/1

السیوطی، تأریخ الخلفاء، ص 73/1

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں سے سارا مال تقسیم کرنے کے بعد وہاں خود جھاڑو پھیرتے پھر وہاں نماز پڑھتے کہ یہ جگہ قیامت کے دن اس بات کی گواہی دے کہ میں نے اس میں مسلمانوں کی ضروریات روک کر کوئی مال نہیں رکھا یہ واقعہ غرباء فقراء سے انداز محبت کو نمایاں کر رہا ہے۔ کتاب الاموال میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایسا ہی واقعہ ملتا ہے آپ نے قوم سے خطاب فرمایا کہ میں نے بیت المال سے بچا ہوا سارا مال تقسیم کر دیا ہے اگر پھر بھی بچ گیا تو وہ تم میں تقسیم ہوگا نہ ہوا تو ناراض نہ ہونا کیونکہ یہ سارا مال ہمارا تو ہے بھی نہیں یہ تو ملکی دولت ہے جو ہمارے پاس امانت ہے جو تمہارے لئے بھیجتا ہے۔ (1)

☆ اسلامی معیشت کے سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے احساس ذمہ داری کا ایک عظیم واقعہ اسلامی تاریخ کا اُن مٹ نقش ہے جو تاریخ طبری میں درج ہے فرماتے ہیں

والله الذي بعث محمداً بالحق لو ان جملاً هلك

بشط الفرات خشيت ان يسأل الله عنه (2)

اللہ کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر اونٹ دریائے فرات کے کنارے بھوک سے مرجائے تو مجھے ڈر ہے قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اسلامی معیشت میں صرف انسانوں کا مسئلہ ہی نہیں جانوروں کے بھوکے مرنے کا بھی احساس ہے۔

☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسی عنوان انداز حکمرانی کا ایک اور اہم واقعہ بھی ہے جو تاریخ میں موجود ہے آپ اپنے ملکی قومی احساس ذمہ داری کے پیش نظر رات کو گشت لگاتے اور حالات کا جائزہ لیتے ایک رات ایک جگہ پر آگ جلتی دکھائی دی تو آپ وہاں تشریف لے گئے وہاں پر ایک عورت نے آگ پر ہانڈی چڑھا رکھی ہے اور اس کے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں آپ نے سلام فرمایا اور پوچھا بہن اس وقت ہانڈی میں کیا پک رہا ہے خاتون نے کہا صرف پانی ابل رہا ہے بچے بھوکے ہیں کھانے کو سامان نہیں صرف انہیں دلاسا دے رہی ہوں کہ ہانڈی پک رہی ہے تاکہ وہ کچھ انتظار کے بعد سو جائیں پھر اس خاتون نے کہا ہمارے اور عمر کے درمیان اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا آپ نے اس خاتون

(1) ابویوسف، الاموال، ص 414/1

(2) تأریخ الرسل والملوک، وفي هذا السنة كانت، ص 408/2

ابن الجوزی، الکامل فی التاریخ، ص 472/1

سے فرمایا بی بی عمر کو تیری اس حالت کی کیا خبر خاتون نے کہا خبر رکھنا اس کا کام ہے کہ وہ خلیفہ وقت ہے۔
حضرت اسلم رضی اللہ عنہ جو آپ کے ساتھ گشت پر تھے فرماتے ہیں حضرت عمر اسی وقت اٹھے
اور بیت المال گئے وہاں سے آنا لگے اور دوسری ضروریات کی اشیاء خود اٹھا کر لائے حضرت اسلم
فرماتے ہیں آپ نے آنا نکالا اور گوندھا پھر خاتون سے فرمایا تم بیڑے بناتی جاؤ میں روٹی پکاتا ہوں کہ
جلدی ہو جائے حضرت اسلم فرماتے ہیں آپ خود ہانڈی کے نیچے آگ روشن کرنے کیلئے پھونک مارتے
دھواں آپ کی دھاڑی مبارک سے نکل رہا تھا کھانا تیار ہو گیا آپ نے خود بچوں کو تقسیم کیا اور کھلایا آخر
میں عورت نے دعا دی اور کہا

جزاك الله خيرا انت اولى بهذا الامر من امير

(المومنین (1)

اللہ تجھے جزائے خیر دے خلافت کے سلسلہ میں تو عمر فاروق سے زیادہ لائق اور زیادہ بہتر ہے۔ سیدنا
عمر فاروق اعظم نے اس خاتون سے کہا آپ دعا کریں جب کبھی تم عمر فاروق کے ہاں آؤ گی تو مجھے
وہاں پاؤ گی۔

بارہواں ضابطہ مساوات ہے

☆ مساوات کا ایک معنی یہ ہے کہ ریاست کا ہر فرد آئین و عدالت کے کٹہرے میں یکساں دکھائی دے
ایسا نہ ہو کہ غریب پھنس جائے تو سزا پائے امیر کا مسئلہ ہو تو بیچ جائے اسلامی معیشت میں یہ ضابطہ انتہائی
اہم ہے خلافت راشدہ کے دور میں بیسیوں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ مقدمہ پیش ہونے پر بڑے بڑے
افراد کی جواب طلبی ہوئی ہے

☆ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر مقدمہ ہوا اور آپ مدعی علیہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں
گئے۔

☆ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے گورنر مصر عمرو بن عاص کی شکایت کی گئی تو آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو
حساب آڈٹ کرنے کیلئے بھیجا اور کسی قسم کی رعایت نہیں برتی گئی۔

☆ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفتر میں شکایت آئی کہ مصر کے ایک گورنر عیاض بن غنم نے خلیفہ وقت کے ایک حکم کی مخالفت کی ہے۔

آپ نے انہیں فوراً بلایا ان کے آنے سے پہلے ایک موٹا جبہ ایک عصا اور چند بکریاں منگوا لیں۔ جونہی گورنر صاحب آئے تو فرمایا یہ جبہ پہن لو عصا لے لو اور یہ بکریاں چراؤ۔ تمہارا باپ عیاض بھی یہی کام کرتا تھا۔ گورنری کی معزولی کی خبر سے تھلا کھینچ گیا۔

☆ اسی دور خلافت میں فاروق اعظم کے حضور حج کے موقعہ پر کسی نے ایک گورنر کی شکایت کی کہ انہوں نے بلا وجہ سزا دی ہے۔ فوراً گورنر صاحب کو بلایا گیا اور حکم دیا گیا کہ آپ بھی اسی طرح مار کھانے کو تیار ہو جائیں جیسے اس شخص کو آپ نے مارا تھا۔

خلیفۃ المسلمین کی اس سخت گرفت پر مدعی کو رحم آ گیا اس نے معاف کر دیا۔ تو سزا معاف ہو گئی۔

☆ سعید بن عمر رضی اللہ عنہ ایک علاقہ کے گورنر ہیں ان کے متعلق یہ شکایت ملیں۔

(۱) رات کو نماز مغرب کے بعد دروازہ بند کر لیتے ہیں۔

(۲) دفتر دیر سے پہنچتے ہیں سالکین پریشان ہوتے ہیں۔

(۳) ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں جس سے مسائل کے حل ہونے میں دیر ہوتی ہے

(۴) بعض اوقات دفتر میں بیہوش ہو جاتے ہیں تو سارا دفتری نظام معطل ہو جاتا ہے اپنا علاج کرائیں۔

خلیفۃ المسلمین نے اس وفد کی شکایت پر فوراً گورنر صاحب کو بلالیا اور جواب دینے کا حکم دیا تو آپ نے مدعی علیہ کی حیثیت سے ترتیب وار جوابات دیئے۔

(۱) دن بندوں کیلئے ہے اور رات خدا کیلئے رکھی ہے کہ عبادت کر سکیں۔

(۲) دفتر اس لئے دیر سے پہنچتا ہوں کہ بچوں کیلئے ناشتہ خود تیار کرتا ہوں ملازم نہیں ہے۔

(۳) ہفتہ میں ایک دن چھٹی اس لئے کرتا ہوں کہ اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں۔ کپڑوں کا جوڑا ایک ہی ہے۔

(۴) بیہوش ہونے کی وجہ میری کوئی بیماری نہیں بلکہ جب کبھی سیدنا خضیب رضی اللہ عنہ کی پھانسی کی موت یاد آتی ہے۔ تو یہ حالت ہو جاتی ہے۔ اب لوگ مطمئن ہوئے۔ خلیفۃ المسلمین نے ایک ٹیم کو حکم دیا کہ

سعید بن عمر گورنر کے علاقہ میں جا کر زکوٰۃ کے حقدار لوگوں کی فہرست بنا کر دفتر کو پیش کرو کہ انہیں بیت المال سے زکوٰۃ دی جاسکے۔ چنانچہ ٹیم نے جائزہ لینے کے بعد جو فہرست مرکزی دفتر کو پیش کی۔ تو اس میں زکوٰۃ لینے والوں میں سرفہرست نام اسی علاقہ کے گورنر حضرت سعید کا تھا۔

☆ مساوات کا دوسرا معنی یہ ہے۔ کہ نظام معیشت کو بہتر رکھنے بہتر بنانے میں اپنی اولاد کے اندر مساوات کو ملحوظ رکھا جائے۔ کسی بیٹے یا بیٹی کی محبت پر دوسرے کو محروم نہ کیا جائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے نعمان بن بشر فرماتے ہیں ان کے والد انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کی حضور میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کے طور پر دے دیا ہے۔ تو حضور ﷺ نے جواب فرمایا کیا تو نے اپنے سب بچوں کو اس طرح کا ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی جی نہیں ایسا تو نہیں کیا۔ تو فرمایا

اتقوا الله واعدلوا في اولادكم فرجع الي فرد تلك

(الصدقة (1)

خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو۔ تو میرے باپ نے وہ عطیہ مجھ سے واپس لے لیا اسی عنوان سے دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

فلا تشهد اذا فاني لا اشهد على جوس (2)

تو اب مجھے گواہ نہ بناؤ میں ظلم پر گواہ بنا نہیں چاہتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیر ہواں ضابطہ ذمہ داری ہے

اسلامی معیشت میں ایک اہم ضابطہ یہ بھی ہے کہ ہر فرد کی خوراک، لباس، آسائش، علاج، تعلیم کیلئے مناسب سہولتیں مفت حاصل ہوں۔ اگر خدا نخواستہ کبھی بیت المال خالی ہو تو دولت مندوں کو اس ذمہ داری میں اسلامی ریاست شریک بنائے۔ اس سلسلہ میں حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی

(1) المسلم، الجامع الصحيح، کراہۃ تفیض بعد الاولاد فی، الرقم 3055، ص 370/8

(2) المسلم، الجامع الصحيح، کراہۃ تفیض بعد الاولاد، الرقم 3056، ص 371/8

النسائی، السنن، ذکر اختلاف الفاظ التأملین، الرقم 3621، ص 460/11

الاحمد، المسند، حدیث الثعمان بن بشیر۔ الرقم 17640، ص 321/37

راہنمائی کرتا ہے۔

ان في المال لحقاً سوى الزكوة (1)

کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

وآتی المال علی حبه

کا ارشاد گرامی اسی عنوان کا مؤید ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں غربا فقراء کا حق ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چودھواں ضابطہ مقامی ضرورت ہے

اسلامی معیشت میں ایک اہم ضابطہ یہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ کہ دور والے ضرورت مندوں کی نسبت قریب کے حاجتمندوں پر پہلے توجہ دی جائے۔

اس ضابطہ کے ضمن میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد راہنمائی کرتا ہے۔ جو آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی ذمہ داریاں سپرد کرتے فرمایا تھا۔ کہ یمن والوں کو پہلے توحید و رسالت کی دعوت دینا وہ مان جائیں۔ تو انہیں بھجگا نہ نمازوں کی پابندی کا حکم دینا۔ پھر انہیں فریضہ زکوٰۃ سے آگاہ کرنا اور ان کے امیروں سے زکوٰۃ وصول کرنا۔

توخذ من اغنیاء ہم وترد علی فقرائهم (2)

یعنی زکوٰۃ وہاں کے دولت مندوں سے لے کر وہاں کے غریبوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اور زکوٰۃ وصول کرتے ان کے عمدہ مالوں کو نہ لیا جائے اور مظلوم کی بددعا سے بچنا۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا

ممنوع ہے (3)

(1) الترمذی، السنن، ماجاء ان في المال حق سوى، الرقم 595، ص 67/3

(2) البخاری، الجامع الصحيح، وجوب الذکوة، الرقم 1308، ص 201/5

ابوداود، السنن، في ذکوة الصائمت، الرقم 1351، ص 380/4

الترمذی، السنن، ماجاء في کراهية اخذ خيما، الرقم 567، ص 18/3

(3) المرفقات، ص 119/4

تاہم فقہاء احناف نے ایسا کرنے کو ناجائز تو نہیں کیا مگر مکروہ لکھا ہے۔

وبكره نقل الزكوة من بلد الى بلد (1)

ایک مرتبہ خراسان کے عامل نے وہاں کی زکوٰۃ شام کے بیت المال کو روانہ کر دی اس وقت کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے معلوم ہونے پر وہ زکوٰۃ خراسان کے بیت المال کو واپس بھجوا دی۔ اور ہدایت کی کہ اسے وہاں پر خرچ کیا جائے ہاں اگر شہر کے حقداروں سے یہ مال زیادہ ہے یا زکوٰۃ کا مستحق کوئی رشتہ دار شہر سے باہر ہے۔ یا اس شہر کے غریب کے خرچ کرنے سے دینے والا مطمئن نہیں۔ مثلاً یہ غریب اس رقم کو عیاشی یا فضول خرچی یا آوارگی یا خلاف شریعت استعمال کرتے ہیں۔ تو دوسری جگہ بھیجنے میں حرج نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پندرہواں ضابطہ ذاتی ملکیت ہے

اسلام میں معاشی نظام میں یہ صورت حال نہیں کہ اسلامی ریاست کا کوئی باشندہ کسی شئی کا ذاتی مالک نہیں ہو سکتا اس کا سب کچھ ریاست کے قبضہ میں ہوگا اس ضمن میں یہ پہلو بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اسلام ذاتی ملکیت کو انسانی حقوق میں سے ایک اہم حق تصور کرتا ہے۔ اور کسی شخص پارٹی حکومت کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرے۔ اسلام نے ایسے تصرف کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔ اسلام کے اس ضابطہ ملکیت کے خلاف روس میں سوشلزم نے سر اٹھایا وہ ہانڈی کے اُبال کی طرح تھا جو بہت جلد وہیں پر ہی اپنی موت مر گیا۔ کسی کی ذاتی ملکیت میں بلا اجازت تصرف حرام ہے آج اس فرسودہ اور ناکام نظام معیشت کی موت پر کوئی آنکھ اشکباری کرنے والی نہیں، کسی کی جائز کمائی پر ریاست کا تصرف باطل و ناجائز ہے قرآن مقدس نے فرمایا

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (2)

ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو ہمارے اپنے ملک پاکستان میں جب روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا تو پاکستان کی سرسبز زمین میں سوشلزم کا سرخ پرچم اڑنے لگا اور اس حکومت نے

(1) فتح القدیر، من یجوز دفع الصدقة، ص 221/4

(2) البقرة 2: 188

فیکٹریاں، کارخانے، سرکاری تحویل میں لے لئے۔ کسی علاقہ میں مالکوں کو کچھ نہ کچھ معاوضہ دیا گیا جو اس ادارہ کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ کسی کو وعدہ کیا گیا، مگر دیا نہیں گیا چار پانچ سال قوم ذلت کی راہوں پر دھکے کھاتی رہی۔ پھر ایک دور حکومت آیا جس نے ناجائز طور پر ہتھیائی ہوئی جائیدادوں کو واپس کیا اور کسی حد تک ملک میں امن قائم ہوا اور لوگوں کی ذاتی ملکیتیں بحال ہوئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

سولہواں ضابطہ وصیت پر پابندی

اسلام کے معاشی نظام میں جہاں اور بہت سے ضوابط ہیں مال کے اندر گردش پیدا کرنے اور زیادہ سے زیادہ مستحقین تک مال پہنچنے کے پیش نظر اسلام نے وصیت پر بھی پابندی لگا دی ہے مثلاً کوئی شخص وصیت کرتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال فلاں شخص کو دے دیا جائے تو اسکی اس وصیت میں اس طرح کی ترمیم لازمی ہوگی کہ اسکے کفن، دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس کی ساری جائیداد کا تیسرا حصہ اس شخص کو دیدیا جائے گا جس کے حق میں مرنے والے نے وصیت کی ہے اور مال کے باقی دو حصے مرنے والے کے وارثوں، حقداروں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور یہ اس لئے اس کا سارا مال کسی معقول وجہ اور کسی شرعی ضرورت کے بغیر کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہ چلا جائے بلکہ معاشرہ کے دوسرے حقداروں کو بھی کچھ نہ کچھ حاصل جائے۔ اسلام کا یہ ضابطہ وصیت بھی ایک طرح سے حقداروں کے حقوق کا تحفظ ہے اور دولت کو مختلف افراد کے ہاتھوں رکھنے کی کوشش ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور اس کا نظام جہاد

اگرچہ مخالفین اسلام کو اسلام کے مختلف قواعد و ضوابط اور احکام پر اعتراضات ہیں اور کرتے رہتے ہیں مگر اس کے حکم جہاد پر کچھ زیادہ ہی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ جہاد کا معنی کفار کے مقابلہ میں اپنی طاقت کو رضائے الہی کیلئے خرچ کرنا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ زبان سے حق و صداقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال سے جہاد کرنا۔

۳۔ حق و صداقت پر مبنی رائے کو صاف صاف کہنا۔

۴۔ اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے دشمنان اسلام کو جواب دینے میں قلم استعمال کرنا۔

۵۔ راہ حق پر ثابت قدمی کیلئے نفس و شیطان سے جہاد کرنا۔

۶۔ دشمنان اسلام کفار سے نمٹنے کیلئے تلوار کے ساتھ میدان میں اترنا۔

کفار کو جہاد کی صرف ایک شق پر شدید اختلاف ہے کہ اسلام تلوار سے لڑنے کا حکم دیتا ہے، یہ بات یاد رہے اسلام کفار کے وجود کا دشمن نہیں اور نہ ہی جہاد کے ذریعہ سے کفار کو ختم کر دینے کا حکم دیتا ہے بلکہ اسلام صرف کفر کے کبر و غرور کی مخالفت کرتا ہے دشمنان اسلام کے اس اعتراض پر حیرت ہے وہ خود اور دنیا کی تمام مہذب قومیں اس ضابطے کو تسلیم کرتی ہیں کہ اپنی جان و عزت کی حفاظت کیلئے جنگ کرنا اس کا فطری حق ہے مگر کفار بھی حق اسلام کیلئے تسلیم نہیں کرتے حیرت ہے دشمنان اسلام اپنے لئے تو ہر جائز و ناجائز طریقے سے اقتدار کے خواہاں ہیں مگر وہ نظام جو عدل و انصاف کیلئے جہاد کا حکم دیتا ہے اس کے خلاف ہیں۔

مسئلہ جہاد کو سمجھنے کیلئے اس مثال پر غور کیا جائے اگر جسم پر پھوڑا نکل آئے تو اس کے علاج کا پہلا مرحلہ مرہم ہے کہ اس کے لگانے سے خراب مادہ نکل جائے، اگر مرہم کا لگانا بے سود ثابت ہوا تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس پھوڑے کو نشتر سے چیر دیا جائے کہ خراب مادہ خارج ہو جائے اور مریض بچ جائے۔ اگر پھوڑا اس علاج سے بھی نہ بچ سکا اور پھوڑے کا زہر آگے جسم میں سرایت کر رہا ہے اور پورے جسم کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو آخری علاج یہی ہے کہ مریض کے عضو کو کاٹ دیا جائے، اور باقی جسم کو بچا لیا جائے۔

ایسے ہی سمجھ لیا جائے انسانیت کے وجود پر کفر ایک زہریلا پھوڑا ہے اس کا پہلا علاج تو یہ ہے کہ کفار کو وعظ و نصیحت کی جائے کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ اور اسلام کی مخالفت ترک کر دیں۔ اور یہ وعظ و نصیحت کفر کے پھوڑے پر مرہم کی حیثیت رکھتی ہے اگر یہ پھوڑا اس نصیحت کی مرہم سے ٹھیک نہ ہو سکا تو پھر اس پر سالانہ نذریہ کا نشتر استعمال کیا جائے کہ اس نشتر کی وجہ سے اسلام دشمنی سے رکا رہے۔ اگر کفر کا یہ پھوڑا جزیہ کے اس نشتر سے بھی نہ بچ سکا اور خطرہ لاحق ہو گیا کہ پھوڑے کا زہر سارے جسم کو

برباد کر دے گا تو ضروری ہے کہ یہ جسم کاٹ دیا جائے۔ تاکہ انسانیت کے باقی اعضاء اس زہر سے بچ سکیں۔ یہ کوئی بری بات ہے جس پر کفر نے طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اگر مال و دولت کے چوروں کیلئے سزائیں جائز ہیں اور حکومت کے باغیوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکانا درست ہے تو ایمان کے ڈاکوؤں کا قتل کیوں جائز نہیں؟

جب کوئی حکومت اپنے باغی کا وجود پسند نہیں کرتی اور اسے سزا دیتی ہے تو اسلام کیلئے یہی حق کیوں نہیں مانا جاتا؟ کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں اگر کفر حملہ کر دے تو جواب دے دو، پہل نہ کرو یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہہ دے جب تک سانپ نہ ڈسے مت مارو حالانکہ وہ ڈسے یا نہ ڈسے اس کے مارنے کا حکم ہے کہ وہ انسانی جان کا دشمن ہے اب نہیں تو کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے ایسے ہی کافر ایمان کا دشمن ہے حملہ کرے یا نہ کرے اسے سبق سکھا دو کہ وہ کسی وقت بھی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کر سکتا ہے دشمن کے اس بے معنی اعتراض پر کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے اور قتل و غارت کا حکم دیتا ہے۔ ایک انگریز مورخ مسٹر ارغلڈ کی ایک تحریر پڑھ لیں جس میں اس نے خود زور دار لفظوں سے اس بھونڈے اعتراض کو ختم کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں ”جب ہم اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو اپنی عیسائی رعیت کے ساتھ اس قدر انصاف عدل اور مذہبی رواداری کا مظاہرہ کرتے دیکھتے ہیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلنے والا پروپیگنڈہ قابل تصدیق نہیں“ (1)

یہی صاحب مزید لکھتے ہیں عام خیال ہے اسلام تلوار کے زور سے پھیلا مگر ہم اس سے موافقت نہیں کر سکتے کیونکہ زبردستی کی وجہ سے جو چیز کسی عالم کو دی جاتی ہے وہ جلدی عالم سے واپس بھی لے لی جاتی ہے اگر اسلام کی اشاعت جبر کے ساتھ کی گئی ہوتی تو آج اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں اسلام دن بدن ترقی کر رہا ہے اس لئے کہ بانی اسلام کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا ہے۔

یہ بھی حیرت ہے خدا اور انبیاء علیہم السلام کے باغیوں سرکشوں کو زمین ہڑپ کر لے تو کسی کو زمین پر غصہ نہیں آسمان پتھر برسا کر ہلاک کر دے تو کوئی غصہ نہیں زلزلہ میں تباہی ہو گئی تو خاموشی ہے

دریا برباد کر دے تو اعتراض نہیں جیسے آسمان زمین دریا خدا کے لشکری ہیں اللہ تعالیٰ جس سے چاہے اپنے دشمن کی بربادی کا کام لے لے مچھر سے نمرود کو ہلاک کر دے چڑیوں سے ہاتھیوں کو مروادے، پانی سے قوم نوح کا صفایا کر دے۔ اگر وہی خدا اپنے نیک بندوں سے اپنے دشمنوں کو مروادے تو اس پر اعتراض کیوں ہے؟ انسان تو دوسری کائنات کی نسبت اس کا بہترین لشکری ہے جیسے دوسری مخلوق سے دشمن کا تباہ کرانا اللہ تعالیٰ کا اپنا ہی کام ہے ایسے ایمانداروں سے کفار کی بربادی بھی اسی کا اپنا ہی کام ہے جیسے غزوہ بدر کے سلسلہ میں قرآن مقدس نے فرمایا

فلم تقتلوهم ولكن قتلهم الله - (1)

تم نے تو نہیں مارا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا نا معلوم یہود و نصاریٰ جو تورات و انجیل کے شیدائی کہلاتے ہیں وہ حضرت یوشع بن نون حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم السلام کے جہادوں کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

کاش وہ مکاشفات یوحنا کو غور سے پڑھتے جن سے واضح ہے کائنات کے شروع سے یہ ضروری رہا ہے کہ خدا کے دین کو بلند رکھنے اور باغیوں کی سرکوبی کیلئے جہاد کرتے رہو، وہی جہاد آج بھی جاری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

فریضہ جہاد

جہاد کا حکم 2 ہجری میں نازل ہوا قرآن مقدس فرماتا ہے

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلمو وان اللہ علیٰ نصر

ہم لقلدیر - (2)

ان لوگوں کو قتال کی اجازت دے دی گئی ہے کہ ان کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ دوسری جگہ پر جہاد کے حکم کو اس طرح ارشاد فرمایا گیا

(1) الانفال 17; 8

(2) الحج 39; 22

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُوا نَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ

اللَّهُ يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (1)

اللہ کی راہ میں لڑوان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اس آیہ مقدسہ میں فی سبیل اللہ کے ارشاد سے معلوم ہوا مالی یا ذاتی مفاد کیلئے لڑنا جہاد نہیں، جہاد صرف اور صرف دین اسلام کی سر بلندی کیلئے ہے حد سے نہ بڑھنے کا معنی یہ ہے کہ کفار کے بچوں، معذوروں، عورتوں، ذمیوں کو قتل نہ کرو۔

حد سے نہ بڑھنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کفار کو قتل کر نیکی بعد ان کے ناک کان کاٹنا نہیں بد شکل کرنا ہے اس سے روک دیا گیا ہے۔ تیسری جگہ پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

وَقَاتِلُوا حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (2)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی پرستش ہو۔ انسانی ہمدردی کے دعویدار کفار و مشرکین نے اسلامی جہاد کو قتل و غارت، دہشت گردی اور تباہی سے تعبیر کیا شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تمام جہادوں میں کفار ایک ہزار اور آٹھ مرے جبکہ ہمدردی کے جھوٹے دعویداروں کے ایک ایک بم سے ہزاروں لاکھوں مر گئے زمین برباد ہو گئی کاش وہ ہیر و شیمائی تباہی پر نظر کر لیتے تو اسلام پر یہ بے معنی اعتراض نہ کرتے جہاد کی فرضیت کے سلسلہ میں درج ذیل چند مراحل ہی ذہن میں رہنے چاہئیں۔

پہلا مرحلہ:

حضور ﷺ پر تبلیغ فرض تھی جنگ کی اجازت نہ تھی کفار کی سختیاں برداشت کرنے کا حکم تھا

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا۔ (3)

اسی کی تائید ہے۔

(1) البقرة 2: 190

(2) البقرة 2: 193

(3) البقرة 2: 109

دوسرا مرحلہ:

درگزر کا حکم ہے

فاقتلو المشركين - (1)

کے حکم سے منسوخ ہو گیا جس سے آٹھ مہینے جنگ جائز رہی اور چار محترم مہینوں میں حرام۔

تیسرا مرحلہ:

یہ حرمت بھی اس آیہ سے منسوخ ہو گئی

وقاتلو المشركين كافة - (2)

مشرکوں سے خوب لڑو۔

چوتھا مرحلہ:

جہاد کی فرضیت میں چوتھی جگہ یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

كتب عليكم القتال وهو كره لكم - (3)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے (بتقاضائے بشری)۔

پانچواں مرحلہ:

ارشاد ہوتا ہے

يا ايها النبي جاهد الكفار والمنافقين - (4)

اے نبی کریم ﷺ کفار و منافقین سے جہاد کیجئے۔

چھٹا مرحلہ:

حضور سید عالم ﷺ کے ایک ارشاد سے بھی اسکی فرضیت واضح ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

(1) التوبہ 9; 5

(2) التوبہ 9; 36

(3) البقرہ 2; 216

(4) التوبہ 9; 73

امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله (1)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس حد تک جہاد کروں کہ وہ توحید و رسالت کو مان لیں۔

یہ امر وجوب کیلئے ہے استحباب کیلئے نہیں۔ حضور ﷺ نے اس عنوان کو اس طرح بھی فرمایا

الجہاد ماض الی یوم القیمة۔ (2)

جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

-
- (1) البخاری، الجامع الصحیح، فان تابوا واقاموا الصلوة، الرقم 24 ص 42/1
المسلم، الجامع الصحیح، یقاتل الناس حتی یقولوا، الرقم 33 ص 118/1
ابوداود، السنن، علی ما یقاتل المشرکین، الرقم 2270 ص 232/7
- (2) الطبرانی، المعجم الاوسط، من اسمه عبدالرحمن، الرقم 4931 ص 488/10
تذکرۃ الحفاظ، ص 207/1

پانچواں باب تقویٰ

اسلام دین تقویٰ ہے

اسلام نے ہی نیکی، پرہیزگاری، اور پارسائی کا درس دیا کہ لوگ برائی، بے حیائی اور لغویات سے بچیں۔ اسلام ہی وہ مقدس دین ہے جس نے شراب کو جس اور شیطانی کام فرمایا اس کا نام ام الخبائث رکھا۔ پولوس کی تعلیم میں شراب کو ہاضمہ درست رکھنے کے لئے پینے کا حکم دیا گیا ہے، (1) تمطاؤس کا یہ نظریہ یورپ میں اس طرح پھیلا کہ خدا پناہ ہزاروں شراب خانے کھل گئے، لوگوں نے تفریح طبع کے لئے اس کا استعمال شروع کیا ہے۔ پولوس کے اس قول پر لوگوں نے عمل تو شروع کیا مگر حقیقت یہی ہے کہ اسی گروہ کے دانا، پینا لوگوں نے شراب نوشی کو برائیوں کی جڑ قرار دیا ہے۔ محکمہ حفظان صحت نے شراب کو معدہ، جگر، دل و دماغ کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت کیا ہے۔ علم اخلاق کے ماہرین نے بھی یہ صاف صاف بتایا ہے کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ اقتصادی طور پر شراب نوشی سے فقر و فاقہ آتا ہے اور مال کی بربادی ہوتی ہے، شراب نوشی سنگین قسم کے جرائم کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

یہود و نصاریٰ نے پولوس کی عبارت کو شراب نوشی کا جواز بنالیا، ہندوؤں نے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بتوں پر شراب کے چڑھاوے کا رواج ڈالا اور اپنی زندگی کو اس لعنت سے برباد کیا۔ بعض ہندو قوموں نے تو شراب میں عمدگی پیدا کرنے کے لئے اس کا نام ہی گنگا جل رکھ دیا۔ اسلام نے شراب نوشی کو قطعاً حرام قرار دیا (2)

تھوڑی ہو یا زیادہ، نشہ دے یا نہ دے، پینے کو ناجائز و حرام فرمایا۔ اسی طرح زندگی کو برباد کرنے والی دوسری شے زنا ہے جسے اسلام نے نہایت اہم انداز میں حرام قرار دیا

”لا تقربوا الزنا“ (3)

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ اگرچہ بعض مذاہب میں زنا کو حرام کہا گیا مگر جس شد و مد سے اسلام نے اسے حرام فرمایا دنیا کے کسی نظریہ حیات میں اس کا جواب نہیں ملتا۔

(1) تمطاؤس، ص 21/5

(2) البائدہ 5: 90

(3) الاسراء 32: 12

اسلام نے زنا کے اسباب و وسائل کو بھی حرام فرمایا جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں۔ مرد عورت کا بے تکلف میل جول، ہنسی مذاق اور دل لگی، ایک جگہ پر رہائش، ایسے معاملات پر بھی سختی کی ہے کہ یہ صورتیں زنا تک پہنچا دیتی ہیں۔ اسلام نے زنا کو دُراستہ فرمایا، زانی جو راستہ بنا کر دوسرے کے گھر تک زنا کے لئے پہنچتا ہے دوسرے لوگ بھی اسی راہ پر چل کر اس کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کی اہمیت کو اس طرح بھی بیان فرمایا

”ولا متخذی اخدان“ (1)

کسی مرد کی کوئی عورت دوست نہ ہو اور کوئی عورت کسی مرد کی دوست نہ ہو۔ کہ یہ دوستیاں زنا تک پہنچائیں گی قرآن مقدس نے زنا کی برائی سے بچنے کے لئے اس طرح بھی فرمایا ہے

”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم“ (2)

ایمانداروں سے کہہ دیجئے نگاہیں نیچی رکھا کریں

’ویحفظوا فروجهم“ (3)

اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی طرح عورتوں پر بھی حکم لاگو کیا گیا

”وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن“ (4)

ایماندار خواتین سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اس پر مزید حکم فرمایا۔

”وزمروا ظاہر الاثر وبأطنه“ (5)

گناہوں کا اندرونی اور بیرونی حصہ بھی بالکل چھوڑ دو۔ غرض جس قدر اسلام نے انسانوں کو تقویٰ پر ہیئزگاری اور پارسائی کا درس دیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کا جواب نہیں رکھتا۔

اسلامی تعلیمات میں نیکی، اخلاص، حسن سلوک ایسے اہم ضوابط بھرے ہوئے ہیں قرآن مقدس نے نیکی کا ذکر اس طرح بھی فرمایا ہے

(1) المائدہ 5; 5

(2) النور 24; 30

(3) النور 24; 30

(4) النور 24; 31

(5) الانعام 6; 120

”ولكن البر من التقى“ (1)

نیکی تقویٰ میں ہے۔ اسی عنوان پر سورہ مائدہ شریف میں اس طرح بیان فرمایا گیا

”وتعاونوا على البر والتقوى“ (2)

نیکی اور خدا ترسی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ انسان سے بھلائی تو نیکی ہے ہی اسلام نے تو جانوروں سے بھی بھلائی، نیکی کا حکم دیا ہے۔

اپنے خاندان سے حسن سلوک کرنے والے کو بہتر بتایا گیا ہے۔ اولاد کو اچھی تربیت دینے والے کو جنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ بلی کو عذاب دینے والے کیلئے دوزخ اور کتے کو پانی پلانے والے کیلئے مغفرت کا حکم فرمایا گیا۔ اسی ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی

فی کل کبد مرطبة اجر (3)

ہر جاندار جو تازہ جگر رکھتا ہے یعنی زندہ ہے اس سے بھلائی کرنا باعث اجر ہے۔ نوافل کی ادائیگی بہترین شئی ہے۔ مگر پرہیزگاری بہت ہی بڑا عمل ہے۔ (4)

کتاب الفرقان میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ کے ہاں ایک نوافل پڑھنے والے عابد کا ذکر ہوا اور ایک پرہیزگار کا تو آپ نے فرمایا۔ نوافل میں لگا رہنا پرہیزگاری کے برابر نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اسی عنوان پر دوسری روایت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس طرح ملتی ہے

آپ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھے یمن روانہ فرمایا تو ہدایات فرمائیں اور پھر فرمایا اے معاذ شاید اس سال کے بعد تو مجھے نہ مل سکے۔ شاید تو میری اس مسجد اور قبر سے گزرے گا۔ معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

(1) البقرہ 2: 189

(2) المائدہ 5: 2

(3) امام مالک، الموطأ، ما جاء في الطعام، الرقم 1455، ص 5/458

(4) البخاری، الجامع الصحيح، الایاس علی الطرق، الرقم 2286، ص 8/353

ابوداؤد، السنن، مایومر به من القیام، الرقم 2187، ص 7/92

(4) الاحمد، المسند، حدیث معاذ بن جبل، الرقم 21640، ص 45/33

ان اولی الناس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا (1)

میرے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں جہاں بھی ہوں۔ آپ کے قرب کی خوشخبری متقی لوگوں کیلئے ہے۔

دنیا بھر کے مذہبی نظاموں کو دیکھا جائے تو کوئی اپنے نسلی امتیاز سے قدا ونچا کرتا دکھائی دیتا ہے، کوئی زبان کے انداز سے بلند ہوتا نظر آتا ہے۔ کسی نے اپنے رنگ کو امتیاز قرار دے رکھا ہے جیسے ہندوستان میں برہمنوں کو یا اسرائیلیوں میں بنی لادی کو یا عرب میں قریش کو۔ اسلام ہی وہ مقدس دین ہے جس نے انسانیت کی ان عارضی دیواروں کو مسمار کر کے بندے کو بارگاہ قدس تک پہنچایا اور انسانی امتیاز صرف پرہیزگاری اور تقویٰ کو قرار دیا۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (2)

تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے۔ جو پرہیزگاری، خدا خونی میں سب سے بڑا ہے۔ اسی عنوان کو حضور ﷺ نے اپنے عظیم خطبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا۔

لا فضل لاحمر علی اسود او کما قال ﷺ (3)

کسی گورے کو کالے پر کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اگر برتری ہے تو صرف تقویٰ پر ہے۔ اسلام نے ہی اس امتیاز نسل، رنگ، رنگت کو ختم کیا۔ بلال حبش سے، سلمان فارس سے، صہیب روم سے آتے ہیں اور عربوں کے سروں کا تاج بن جاتے ہیں۔ اسلام ہی ہے جس نے تمام ملکوں اور سب قوموں کی شیرازہ بندی کیلئے بطور دین واحد کام کیا ہے، اور لوگوں کے لئے ہموار سطح پیدا کی ہے۔

پتہ چلتا ہے اسلام کی بنیادی تعلیم نہ اختلاف نسل ہے، نہ اختلاف زبان اور نہ ہی اختلاف رنگ ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد خدا شناسی پر ہے اور ہر شخص کو حق ہے کہ وہ قرب الہی کے حصول کیلئے رضاء الہی کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔ یہ خاصہ صرف اور صرف اسلام کا ہی ہے دنیا کے تمام ادیان مذاہب اس کے جواب سے قاصر ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الاحمد، المسند، معاذ بن جبل، الرقم 21640، ص 33/45

(2) الحجرات 49: 13

(3) الاحمد، المسند، حدیث مرسل من اصحاب النبی ﷺ، الرقم 22391، ص 478/47

عبداللہ بن مبارک، المسند، ربکم واحد، الرقم 240، ص 245/1

تقویٰ کی علامات

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غیر اللہ کو اختیار نہ کرے اور ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں جانے۔ حیدر کٹر اسیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ متقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ پر قائم نہ رہے اور اپنی عبادت پر غور نہ کرے، حضرت ابراہیم اہم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، تقویٰ یہ ہے کہ خلق تیری زبان میں اور ملائکہ تیرے کاموں اور پروردگار تیرے دل میں عیب نہ پائے۔ حضرت واقدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تو اپنے بدن کو خلقت کیلئے لباس وغیرہ سے آراستہ کرتا ہے، ایسے ہی اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے سجائے رکھ۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ متقی وہ ہے جو شبہ کی چیزوں سے بچے۔ جلیل القدر لوگوں میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اپنے کسی مقروض کے مکان پر قرض وصول کرنے کیلئے گئے۔ گرمی کی شدت تھی، صاحب خانہ کی دیوار کا سایہ تھا مگر سائے میں نہ کھڑے ہوئے، کسی نے دیکھا اور پوچھا اے امام صاحب! دھوپ تیز ہے سائے میں آجائیے۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہیں سائے میں کھڑا ہونا سودنہ بن جائے۔

ابن سیرین رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس گھڑے گھی تھا۔ خادم نے بتایا، ایک گھڑے سے مرا ہوا چوہا نکلا ہے آپ نے پوچھا وہ گھڑا کونسا ہے۔ خادم نے عرض کی وہ تو مجھے بھول گیا ہے، فرمایا تمام گھڑے گھی کے بھرے ہوئے ضائع کروادو کہ سب میں شبہ پیدا ہو گیا تھا۔

صوفیائے کرام کا موقف یہ ہے کہ متقی وہ ہے جو اپنے یوم میثاق کے وعدے کو پورا کرے۔ قرآن مقدس میں تقویٰ کئی معنوں میں مستعمل ہے گناہ چھوڑنا، اخلاص، فرمانبرداری، توبہ، ایمان، شبہات سے بچنا۔

تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ دائمی عذاب سے بچنا، عام گناہوں سے بچنا، اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ سے روکے، قرآن مقدس نے مقام تقویٰ کی اہمیت اس طرح بھی بیان فرمائی ہے

ان الله مع الذين اتقوا (1)

بیشک اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ ایک اور مقام پر اس عنوان کی عظمت اس طرح ہے۔

ومن يتقى الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث

(لا يحتسب (1)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اسے ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور اس طرح اسے رزق دے گا کہ اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ لوگوں میں اس کی عزت ہو وہ اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری اختیار کرے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور قلب سلیم

اسلام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ایمان کو مزید حسین بنانے کیلئے دل کے سلیم ہونے کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد سے قلب سلیم کی اہمیت واضح ہے

ولا تخزنی یوم یبعثون یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ (3)

(اے اللہ) مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن مال اولاد کام نہ آئیں گے ہاں جو قلب سلیم لے کر آئے۔ قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر دل کی اہمیت کو اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے۔

ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ (4)

اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں دل کی عظمت کو اس طرح بھی بیان فرمایا ہے۔

(1) الطلاق 2:65

(2) الحاكم، المستدرک، حدیث سالم بن عبید اللہ بن عتبہ، الرقم 7816، ص 72/18

بغیۃ الحارث۔ ص 320/1

(3) الشوری 86، 87، 88

(4) الانفال 24:8

القلب بین اصبعی الرحمن (1)

دل رب قدوس کی قدرت کی انگلیوں کے درمیان ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے دل کی عظمت کو ایک مقام پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے۔

الا ان في الجسد مضغه ان صلحت صلح الجسد كله

وان فسدت فسد الجسد كله الا هي القلب، (2)

آگاہ ہو جاؤ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ وہ دل ہے۔ دل کو رب قدوس جل مجدہ سے ایک خاص ربط ہے۔ قرآن مقدس نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عانذ کے بارہ میں فرمایا۔

لولا ان مربوطنا علی قلبہا۔ (3)

اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو وہ راز ظاہر کر دیتی۔ صوفیا کی نظر میں قلب کی اہمیت یوں بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں قلب مومن عرش الہی ہے جیسے عرش پر اللہ تعالیٰ کے خاص جلوے ہوتے ہیں قلب مومن پر بھی خصوصی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ صوفیاء نے دل کی عظمت کو اس طرح بھی بیان کیا ہے۔

ۛ در حقیقت داں کہ دل شد جام جم ۛ نمائید اندر آں ہر بیش و کم

یہ جان لے دل جام جمشید کی طرح ہے اس میں چھوٹی بڑی ہر شے دکھائی دیتی ہے

ۛ دل بو و مرآت ذات ذوالجلال ۛ در دل صافی نماید حق جمال

دل ذات ذوالجلال کا مظہر ہوتا ہے صاف دل میں جمال حق جلوہ فرما ہوتا ہے

ۛ حق نگنجد در زمین و آسمان ۛ در دل مومن بگنجد ایں و آں

خداے قدوس زمین و آسمان میں نہیں سماتا مومن کے دل میں سبھی کچھ آ جاتا ہے

ۛ مظہر شان الہی دل بود ۛ مظہر شان کما ہی دل بود

شان قدرت کا مظہر دل ہوتا ہے کما حقہ اسکی شان کا مظہر دل ہوتا ہے

(1) الترمذی، السنن،، مجاء اولو القلوب بین الاصحیح، ص 28/8

(2) المسلم، الجامع الصحیح، اخذ الحلال وترك الشبهات، الرقم 2996، ص 290/8

ابن ماجہ، السنن، الوقوف عند الشبهات، الرقم 3974، ص 482/11

(3) القصص 28؛ 10

قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر دل کی عظمت کا ذکر اس طرح بھی فرمایا ہے۔

واذا ذكر الله وجلت قلوبهم (1)

جب خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ تو دل تڑپ جاتے ہیں۔ یہی عنوان دوسری جگہ پر اس طرح ملتا ہے۔

الا بذكر الله تطمئن القلوب (2)

آگاہ ہو جاؤ اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

الذين آمنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله (3)

ایمان والوں کے دل یاد الہی سے مطمئن ہوتے ہیں۔ یہی عنوان قرآن مقدس میں ایک اور مقام پر اس طرح ملتا ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا (4)

جس شخص کے دل کو یاد الہی سے دور رکھا گیا اس کی اطاعت نہ کرو۔ معلوم ہوا جو بار الہی سے وابستہ ہے قابل اطاعت اور لائق محبت ہے جو دور ہے باعث نفرت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

قلب کی وجہ تسمیہ

☆ دل کو قلب کیوں کہا جاتا ہے اس کی کئی وجوہ ہیں قلب کا لفظی معنی آتا ہے بدلنا جیسے قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔

يقلب الليل والنهار (5)

اللہ تعالیٰ دن رات کو بدلتا رہتا ہے غالباً اسے بھی قلب اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ لمحہ بہ لمحہ اس میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ خیالات بدلتے رہتے ہیں۔

☆ صوفیاء کی اصطلاح میں قلب ایک جوہر نورانی ہے۔ جو مادہ سے مجرد روح اور نفس کی درمیانی شی

(1) الانفال 2; 8

(2) الرعد 28; 13

(3) الرعد 28; 13

(4) الکہف 28; 18

(5) النور 44; 24

ہے۔ وجود انسانی کا دار و مدار اسی قلب پر ہے۔

☆ اسے قلب کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ اپنے اصلی مقام کی طرف منقلب رہتا ہے۔ دنیا سے آخرت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

☆ قلب کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے۔ کہ یہ قلب اگر اپنی فطرت سلیمہ پر قائم رہتا ہے۔ تو اس کیلئے تمام امور اسکی مرضی کے مطابق منقلب ہو جاتے ہیں اور وجود انسانی میں جیسے چاہتا ہے۔ تصرف کرتا رہتا ہے۔

☆ قلب کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ قلب وجود کے حقائق کا ایک آئینہ ہے کہ عالم کے تغیرات قلب میں منعکس ہوتے رہتے ہیں۔

☆ بعض حضرات کے نزدیک عالم قلب کا آئینہ ہے کہ قلب اصل ہے اور عالم اسکی فرع ہے۔

☆ قلب کا عام مفہوم گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو انسان کی بائیں جانب مخروطی شکل میں موجود ہے اگر قلب سے مراد صرف یہی گوشت کا ٹکڑا ہی مراد لیا جائے تو یہ گوشت کا ٹکڑا تو ہر انسان میں ہے وہ مومن ہے یا کافر۔

قلب سلیم کے عنوان میں اس طرح کا دل مراد نہیں بلکہ یہاں قلب کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ جو ایک روحانی لطیفہ ہے اور اسے جسمانی قلب سے وابستگی ہے اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہے۔ اور قلب سلیم سے مراد بھی وہی روحانی لطیفہ ہی ہے۔ رہا یہ اشکال کہ حدیث شریف میں اسے مضغہ (لوٹھڑا) فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہی گوشت کا ٹکڑا ہے تو جواباً کہا جاسکتا ہے کہ مسائل کو محسوسات میں بیان کرنے کیلئے گوشت کے ٹکڑے کا ذکر فرما دیا گیا کہ محسوس کیا جاسکے اس گوشت کے ٹکڑے کی قدر و منزلت بھی ایک یقینی امر ہے۔ کہ یہ قلب اس لطیفہ روحانی کی سواری کی حیثیت رکھتا ہے۔ سواری کی قدر و منزلت کی نسبت سے سواری کو بھی احترام سے دیکھا جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دل کی مرکزیت

گذشتہ سطور میں حضور ﷺ کا ارشاد گزر رہا ہے

ان صلحت صلح الجسد كله ان فسدت فسد

الجسد كله او كما قال ﷺ (1)

اگر یہ درست ہے تو سارا جسم درست ہے اگر یہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہے اس سے ثابت ہوتا ہے وجود انسانی میں اسے مرکزیت حاصل ہے یہ حاکم ہے اور تمام اعضاء اس کے محکوم ہیں دل چاہتا ہے تو آنکھ کھلتی ہے ورنہ بند ہی رہتی ہے، یہ چاہے گا تو سیر کے لئے قدم اٹھیں گے ورنہ نہیں، یہ چاہے گا تو زبان مصروف گفتگو ہوگی ورنہ خاموشی مسلط رہے گی، دل چاہے گا تو ہاتھوں کی طاقت کا ظہور ہوگا ورنہ کچھ بھی نہیں یایوں کہہ لیا جائے کہ دل کمانڈر انچیف ہے اور اعضاء اس کے خدام ہیں سپاہی ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے ان اعضاء کو اس طرح دل کے مخر کر رکھا ہے کہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا کہ یہ اعضاء اس طرح دل کے تابع ہیں جیسے فرشتے حکم خداوندی کے خلاف طاقت ہی نہیں رکھتے اعضاء بھی دل کے خلاف جرات ہی نہیں کر سکتے اعضاء کی طرح دل کی خفیہ فوج بھی ہے جس سے وہ بوقت ضرورت کام لے لیتا ہے اس باطنی قوت کو غضب سے تعبیر کیا جاتا ہے جب دل نے اپنے دشمنوں سے نمٹنا ہوتا ہے تو اپنی خفیہ فوج غضب کو میدان میں لے آتا ہے اگر کسی ملک کا کمانڈر انچیف باغی ہو گیا تو فوج بھی گئی خدا پناہ دل بہک گیا تو تمام اعضاء گمراہ ہو گئے۔

ضرورت ہے کہ دل اطاعت خدا اور مصطفیٰ میں مصروف رہے تاکہ اعضاء بھی اسی کام میں لگے رہیں مجھے اپنے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے دیکھ لینا چاہئے، اگر میرے اعضاء گناہوں میں اسیر ہیں تو میرا دل سرکش و باغی ہے اگر اعضاء خوف خداوندی سے مرعوب ہیں تو اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ دل نیاز مند ہے احکام خداوندی کا تابع ہے اگر غضب اور شہوت دل کے تابع ہو گئے تو پھر اس شخص

(1) البخاری، الجامع الصحيح، فضل من الاستبراء، الرقم 50، ص 90/1

المسلم، الجامع الصحيح، اخذ الحلال وترك الشبهات، الرقم 2996، ص 290/8

ابن ماجہ، السنن، الوقوف عند الشبهات، الرقم 3974، ص 482/11

الدارمی، السنن، فی الحلال بین، الرقم 2586، ص 26/8

البيهقي، السنن، ص 264/5

کے لئے سلوک کی راہیں آسان ہوگی قرآن مقدس فرماتا ہے

من جاهدنا لنهدينهم سبلنا (1)

جس نے ہماری طرف آنے کی کوشش کی ہم اسے راستہ دکھا دیں گے۔

☆ یاد دل کے بارہ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ وہ جسم کی سلطنت کا بادشاہ ہے اور یہی اس کا دار الخلافہ ہے اعضاء اس کے کارکن ہیں قوت عقلیہ اس کا ایک باتدبیر وزیر ہے جس سے وہ کام لے رہا ہے قوت غضبیہ اس شہر کی نگرانی کا کام دیتی ہے شہوت بھی غلام تو ہے مگر سرکش ہے مکار ہے فریبی ہے بظاہر خیر خواہی کرتا ہے مگر اس میں فساد اور زہر بھردیتا ہے اگر بادشاہ امور مملکت میں اس سرکش کے کہنے پر عمل کریگا تو سلطنت میں بگاڑ پیدا ہوگا اور بادشاہ کے بہتر مشیر دل برداشتہ ہوں گے اگر اس غلام قوت شہویہ کو لگام دے کر رکھے گا تو امور سلطنت میں اعتدال پیدا ہوگا جو بہتر رہے گا اور کبھی غضب کو کم کر کے خواہشات سے تعاون چاہے گا تو جسم کی سلطنت میں نسبتاً امن و سکون کی فضا پیدا ہوگی۔

☆ یاد دل کے بارہ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ جسم ایک شہر ہے اور سینہ اس شہر کا قلعہ ہے اور اس قلعہ میں بادشاہ (دل) محفوظ ہے باہر سے دشمن (شیطان) اپنے مکر و فریب سے اس کے اعضاء کو باغی بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے جب کبھی وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے تو دل اسکے تیر کا شکار ہو جاتا ہے اگر دل کے لشکری وفادار رہیں تو دشمن ناکام رہتا ہے ایک اور روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے

اللهم اصلح الراعي والرعیہ (2)

اے اللہ حاکم اور رعیت کو درست فرما دے ایک معنی یہ بھی ہے دل بادشاہ اعضاء رعیت ہیں یا اللہ ان دونوں کی اصلاح فرما دے۔

☆ یاد دل کے بارہ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے برتن خالی ہو تو اس میں ہوا داخل ہوگی پانی سے بھر دیا گیا تو ہوا داخل ہونے کے سارے راستے بند ہو جائیں گے ایسے ہی دل کا حال ہے اگر اسے غیر اللہ کی یاد سے خالی کر لیا جائے تو انوار و معرفت الہیہ کا گذر ہوگا ورنہ نہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دل کے بار میں اس طرح بھی ایک ارشاد ملتا ہے زمیں پر قلوب برتن الہیہ کی حیثیت سے ہیں زیادہ

(1) العنکبوت 69; 29

(2) الاباحۃ الکبریٰ لابن بطۃ، الزموفی آخر الزمان، الرقم 767، ص 280/2

محبوب برتن وہ ہے جو صاف ہو، نرم ہو اور نرمی اور سختی بیان فرمانے میں اشارہ ہے۔

(1) اشداء علی الکفاس مرحماء بینہم

کی طرف حضور سید عالم ﷺ کے ایک ارشاد گرامی سے واضح ہے

کل مولود یولد علی فطرة الاسلام (2)

ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیں مجوسی بنادیں یا عیسائی بنادیں معلوم ہوا پیدائش کے وقت بچے کا دل صاف شفاف اور فطرت اسلامی پر ہے جو ان ہو کر جیسے جیسے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے سیاہ داغ لگتا ہے اگر ان سیاہ داغوں کے دھونے کا اہتمام نہ کیا جائے تو گمراہی کے خطرات شدت اختیار کر جاتے ہیں یہ سیاہی دنیا کے کسی پانی سے صاف نہیں کی جاسکتی ہاں شرم و حیا کے چند آنسو بہہ جائیں تو یہ داغ فوری دھل جاتے ہیں اس عنوان کو علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان فرمایا۔

موتی سمجھ کے شان کریں نے چن لیے

قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

توبہ و استغفار، عجز و انکساری ان داغوں کے دھلنے کا بہترین علاج ہے حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (3)

گناہوں سے توبہ کرنے والا اس طرح ہو جاتا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں دوسری جگہ یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

کیومئذ ولدته امه (4)

(1) المغازی، غزوة الحديبية، ص 250/1

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص 374/2

تہذیب سیرت ابن ہشام، ص 166/1

(2) البخاری، الجامع الصحيح، اذا سلم الصبي، الرقم 1270، ص 143/5

عبدالرزاق، المصنف، 3/534

(3) ابن ماجہ، السنن، ذکر التوبة، الرقم 4240، ص 301/12

(4) البخاری، الجامع الصحيح، فضل الحج، الرقم 1424، ص 400/5

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جیسے اسے اسکی ماں نے آج ہی جنا تو بہ کے دوا ہم ضابطے ہیں کئے پر شرمندگی آئندہ نہ کرنے کا عہد گناہ پر ندامت نہ ہو تو توبہ ناقص ہے قرآن مقدس کا یہ ارشاد گرامی

توبوا الى الله توبة نصوحاً الله (1)

کی طرف خالص توبہ کرو دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

توبوا الى الله جميعاً (2)

سب اللہ کی طرف توبہ کرو، تیسری جگہ پر توبہ کی اہمیت اس ارشاد سے واضح ہے

ان الله يحب التوابين الله (3)

توبہ کرنے والوں کو محبوب جانتا ہے ابن ابی دینار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

التائب حبيب الله (4)

توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کو کس قدر خوشی ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے مسافر انتہائی پریشانی میں ہو اور اس کا اونٹ گم ہو جائے جس پر اس کا سارا سامان ہے بہت تلاش کرنے پر اونٹ نہیں ملا وہ مسافر تھک ہار کر سو جائے اور جب جاگے تو وہ اونٹ اس کے پاس موجود ہو جس قدر اس مسافر کو خوشی ہوگی اللہ تعالیٰ کو بندہ کے توبہ کرنے سے اس سے کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم میں ایک روایت نقل کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے آپ کو مبارک دی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی فرمائی اے آدم توبہ کرنے والوں کو قبروں سے خوشی خوشی اٹھاؤں گا وہ جو بھی دعا کریں گے قبول ہوگی۔ (5)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) التحريم 8:66

(2) النور 31:29

(3) البقرة 222:2

(4) فيض القدير - ص 364/3

الغزالي، احیاء علوم الدین، ص 108/3

(5) الغزالي، احیاء علوم الدین، ص 108/3

قلب اور آئینہ

یا قلب کو آئینہ سمجھ لیا جائے دل کو آئینہ سے کئی وجہ سے مشابہت ہے آئینہ کے اندر صورت نظر نہ آنے کی کئی وجہ ہوتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ آئینہ بھی اچھا نہ ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ آئینہ تو اچھا ہے مگر اس میں میلا پن آگیا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جس شئی کا آئینہ میں عکس مطلوب ہے وہ سامنے نہ ہو چوتھی وجہ یہ ہے کہ چیز اور آئینہ کے درمیان آڑ ہو آئینہ قلب بھی ایسے ہی ہے اس میں بھی معاملات منکشف ہو جاتے ہیں مگر وہی چند وجہ حجاب بن جاتی ہیں دل پر حقائق منکشف ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ

☆ دل ناقص نہ ہو جیسے بچوں کا دل اپنے اندر حقائق لینے سے کمزور ہے دل کے

شینے پر گناہوں کا میل نہ ہو۔

☆ حقیقت مطلوبہ کی سمت سے پھرا ہوا نہ ہو۔

☆ بد عملی کے حجابات نہ ہوں جس حقیقت کو اپنے اندر لینا چاہتا ہے اس سے

ناواقف نہ ہو۔

جب دل کی یہ کیفیتیں مکمل ہوں گی تو حقائق کا منکشف ہو جانا بالکل آسان ہوگا آپ کو کبھی یہ بات سننے کا اتفاق پیدا ہوگا کہ ایسے واقعات کی نشان دہی کسی نے کر دی جو عرصہ بعد واقعہ ہوں گے یہ اس لئے ہو جاتا ہے کہ دل صاف ہے شفاف ہے میل سے پاک ہے حجاب بھی نہیں نور ربانی کی سمت ٹھیک ہے اس میں آنے والے حالات منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ بندہ خدا انہیں دیکھ دیکھ کر بتاتا چلا جاتا ہے۔

۷۔ دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اللہم اصلح الراعی والرعیہ (1)

اے اللہ حاکم اور رعیت کو درست فرما دے اگرچہ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ بادشاہ اور رعایا ٹھیک ہوں گے تو سلطنت ٹھیک رہے گی دل بادشاہ ہے اور رعایا اس کے اعضاء ہیں یہ دونوں ٹھیک رہیں گے تو جسم

امن میں ہے ورنہ فساد ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پہلی خصوصیت

دل کی پہلی خصوصیت علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب انسانی سے وابستہ ہے یہ علم دینی و دنیاوی اور حقائق عقلی پر مشتمل ہے علم کے ان تینوں شعبوں میں علم کی ہزاروں قسمیں پائی جاتی ہیں جو صرف اور صرف اس قلب انسانی کے ذریعہ سے ہی ظہور پذیر ہوتی ہیں ورنہ چھپی کی چھپی رہ جاتی ہیں ورنہ قوت شہویہ اور غصیبیہ کے اثرات تو ہر دل میں پائے جاتے ہیں وہ دل کسی جانور کا ہی کیوں نہ ہو شیر یا بھیڑیے کو دیکھ کر بکری کا بھاگنا یا خوف سے آواز نکالنا اس امر کی دلیل ہے کہ حیوانات کے اندر بھی ادراک باطنی کی کیفیت ہے کہ وہ اپنے نفع نقصان امن و خوف کا ادراک رکھتے ہیں کسی جانور کے سامنے گندی خوراک رکھ دی جائے وہ منہ نہیں لگاتا تازہ گھاس اچھا بھوسہ دیا جائے تو شوق سے کھا لیتا ہے معلوم ہوا نفع و نقصان کی کیفیت کا مالک تو جانور بھی ہے اگر انسانی دل کو بھی صرف اسی پر قیاس کیا جائے تو فرق کیا رہ جائے گا لہذا علم کا تعلق صرف اور صرف قلب انسانی سے ہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دوسری خصوصیت

دل کی دوسری خصوصیت ارادہ ہے ارادہ اس کیفیت کا نام ہے جب آدمی عقل سے کام سوچتا ہے اور اس کام میں بہتری جان کر کرنا چاہتا ہے وہ چاہت وہ شوق ارادہ کہلاتا ہے یہ صورت حال صرف انسانی قوت سے ہی وابستہ ہے اگر عقل ہوتی اور انجام کار بھی سوچا ہوتا اور شوق میلان پیدا نہ کیا جاتا تو عقل جیسی عظیم شے بھی بیکار ہو کر رہ جاتی قلب انسانی میں وہ علم ہے وہ ارادہ ہے، جس سے باقی تمام حیوانات محروم ہیں بلکہ اس عظیم نعمت سے نابالغ بچے بھی محروم رہتے ہیں کہ ان میں عقل تام اور مکمل ارادہ بھی بالغ ہونے کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں البتہ دلوں کے علم حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہو جاتا ہے جیسے غیر نبی کیلئے علم حاصل کرنے میں تعلم ہے، تکلف ہے۔

اور نبی کو اللہ تعالیٰ یہ علم بغیر تکلف کے عطا فرما دیتا ہے جیسے سیدنا کلیم علیہ السلام کو دودھ پلانے

کا مسئلہ پیش آیا فرعون نے شہر سے بہت سی دایاں منگائیں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی کوششیں کیں مگر آپ نے کسی کے پستان کو مس تک نہ کیا آپ کی بہن مریم جو اس واقعہ کو دیکھ رہی تھیں انہوں نے فرعون سے کہا

هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه (1)

کیا میں ایسے گھر والوں کو نہ بتاؤں جو بہتر کفالت کر سکتے ہیں فرعون نے اجازت دے دی تو مریم اپنی والدہ عائد کو لے آئیں جو نبی عائد نے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پیش کیا آپ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا قرآن مقدس نے اس معمر کو اس طرح بیان فرمادیا

وحرمنا عليه المراضع

ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تمام دودھ پلانے والیاں (سوائے عائد کے) حرام کر دیں اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کے بغیر کسی کا دودھ نہیں پیا معلوم ہوا نبی پیدا ہوتے ہی حلت و حرمت کے اصول جانتا ہے اور دنیا سے حصول تعلیم کا محتاج نہیں۔

☆ یا جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر جب قوم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو طعنہ دیا کہ تیرے ماں باپ تو اچھے تھے تو نے یہ کیا کیا بغیر نکاح کے بچہ لے آئی تو آپ نے پنگھوڑے میں پڑے بچے (عیسیٰ علیہ السلام) کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو واقعہ کیا ہے انہوں نے کہا ہم بچے سے بات کیا کریں گے تو آپ نے پنگھوڑے سے ہی جواب فرمایا

انی عبد اللہ اثنی الكتب وجعلنی نبیا (2)

میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب بھی دی ہے نبی بھی بنایا ہے کتاب دینے کے ذکر سے آپ نے اپنا رسول ہونا بھی ذکر فرمادیا ہے کہ صاحب کتاب رسول بھی ہوتا ہے، نبی بھی، کتاب کا علم تھانبت کا علم ہے۔

یہاں دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام کو علم دے دیا گیا ہے، مگر حصول علم کے لئے کسی قسم کا تکلف نہیں

(1) القصص 12; 28

(2) مریم 30; 19

یا جیسے حضور ﷺ کا سیدہ حلیمہ سعدیہ کے دوسرے پستان کو نہ چوسنا کہ دوسرے کا حصہ ہے ایسے واقعات بتاتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب مقدسہ حصول علم کے لئے کسی قسم کے تکلف کے محتاج نہیں بلکہ جلیل القدر اولیاء اللہ کے قلوب مقدسہ بھی حضور ﷺ سے وابستگی تعلق اور قرب کے باعث مکاففہ سے نواز لئے جاتے ہیں اور تکلف سے محفوظ کر لئے جاتے ہیں اور انہیں علم لدنی کی لازوال دولت بخش دی جاتی ہے ہم جیسے انسانوں کے قلوب تعلیم حاصل کرنے کے لئے تکلف اور اکتساب کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

انعامات الہیہ

بندوں پر انعامات الہیہ اور انکی روحانی ترقیات بے پناہ وبے شمار ہیں

وان تعدو نعمة الله لاتحصوها (1)

اگر تم انعامات کو شمار کرو تو کر سکتے ہی نہیں دلوں کے اندر یاد الہی محبت و معرفت کا نہ ہونا اس لئے نہیں کہ خدائے قدوس نہیں چاہتا بلکہ ہمارے دلوں کی لالشیخیں نجاستیں معرفت الہی کو اندر آنے سے روک رکھتی ہیں ورنہ رحمت الہی تو دل کے دروازہ پر دستک دیتی رہتی ہے جیسے حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے واضح ہے

ينزل الله تعالى كل ليلة في السماء الدنيا فيقول من

داع فاستجب له او كما قال ﷺ (2)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہر رات آسمان اول پر جلوہ گر ہو کر فرماتا ہے کوئی دعا مانگنے والا ہے اسے قبول کروں دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں

هل من مستغفرا غفر له (2)

(1) النحل 16، 18

(2) البخاری، الجامع الصحیح، الدعاء فی الصلوٰۃ من فی واللیل، الرقم 1077، ص 315/4

المسلم، الجامع الصحیح، الترغیب فی الدعاء والذکر فی، الرقم 1261، ص 138/4

ابی داؤد، السنن، ای لیل الفضل، الرقم 1120، ص 83/4

الترمذی، السنن، ما جاء فی مقد التسمیخ بالید، الرقم 3420، ص 403/11

ہے کوئی معافی مانگنے والا اسے معاف کر دوں رب قدوس جل مجدہ کی طرف سے نہ کی ہے نہ بخل ہے وہ تو فرماتا ہے

من تقرب الی شبرا تقربت الیہ زماعاً و کم قال ﷺ (1)

جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میری رحمت اس کی طرف ایک گز بڑھتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

تیسری خصوصیت

بظاہر تو دل صرف گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو مخروطی شکل میں ہر انسان کے پہلو میں ہے مگر رب کائنات نے جو اسے قوت دی ہے ہمت دی ہے وہ اسی کا ہی حصہ ہے قرآن مقدس کے اس ارشاد کی روشنی میں آپ اس کی ہمت کا اندازہ کر سکیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

”انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال

فأبين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان

انه كان ظلوماً جهولاً“ (2)

ہم نے آسمانوں، زمینوں پہاڑوں پر امانت کو رکھا انہوں نے اٹھانے سے معذرت کی تو حضرت انسان نے اٹھالیا۔ بے شک وہ ظالم تھا، جاہل تھا، آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کی معذرت کا ایک معنی یہ ہے کہ انہوں نے امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا جو حکم ملا جیسے ملا اس کی تعمیل میں لگ گئے اس پر انحراف نہ کیا

”واشفقن منها“

اور وہ اس سے ڈر گئے کہیں امانت میں خیانت سے اللہ کا غضب نازل نہ ہو امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں۔ عبادات اور اخلاقیات ہیں جن سے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے معذرت کی اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا معلوم ہوا انسان کے دل میں جو قوت رکھی گئی ہے یہ اسی کا خاصہ ہے۔ رہا

(1) المسلم، الجامع الصحيح، في الحظ على التوبة والفرح بها، الرقم 291/13:4927

للاحمد، المسند، ابی ہریرہ، الرقم 8983، ص 26/19

(2) الاحزاب 72:33

یہ مسئلہ کہ انسان نے اتنا بھاری بوجھاٹھا کیسے لیا تو جواباً کہا جاسکتا ہے۔ آسمانوں، زمینوں پہاڑوں نے اس بوجھ کو دیکھا ڈر گئے معذرت کر دی مگر انسان نے یہ بوجھ نہیں دیکھا بوجھاٹھوانے والے خدا کو دیکھا کہ جب وہ بوجھ دے رہا ہے تو اٹھانے کی طاقت بھی بخشنے گا۔

صوفیاء کا طبقہ کہتا ہے اس امانت سے مراد احکام شرعیہ نہیں کہ اس میں انسان کی تخصیص نہیں جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں صوفیاء نے کہا ہے امانت سے مراد عقل کا نور ہے اور عشق کی آگ ہے یعنی انسان عقل کے نور سے استدلال کر کے معرفت الہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ سے دوئی کے حجابات کو جلا کر معرفت کی طرف بڑھتا ہے

انسان اتنا بڑا عظیم کام کرنے پر بجائے انعام کے ظالم اور جاہل فرمایا گیا یہ کیوں؟ مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ظلم یہ تھا کہ انسان نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تاکہ بقاء سرمدی حاصل کرے اور جہالت یہ تھی کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی لوح سے مٹا دیا۔ یہ خصوصیت صرف اسی کا حصہ ہے جس سے کائنات پوری محروم ہے۔

ابن ماجہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ انسانوں میں بہتر انسان کون ہے فرمایا محمود القلب، عرض کی گئی محمود القلب کون ہے۔ فرمایا جس کا دل صاف ہو، ستھرا ہو، متقی ہو اس کے دل میں حسد نہ ہو کھوٹ نہ ہو (1)

سیدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت نقل کی ہے۔ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا حضور خدا زمین میں ہے یا آسمان میں تو فرمایا بندہ مومن کے دل میں سے ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پاسکے۔ میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

شیطانی حربے

(1) ابن ماجہ، السنن، الوصرع والتقویٰ، الرقم 4206، ص 261/12

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان مثل القلب بالاضافة الى العلوم خاصة، ص 218/2

قلب سلیم کو برباد کرنے کے لئے شیطان بے شمار حربے استعمال کرتا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) ایمان سے ہٹا کر کفر میں پھنسا دیتا ہے۔

(۲) بندے کو گمراہی اور بدعات میں جکڑ دیتا ہے۔

(۳) صحیح العقیدہ بندے کو کبیرہ گناہ میں لے جا کر گمراہ کر دیتا ہے۔

(۴) پرہیزگار آدمی سے معمولی معمولی گناہ کروا کر کبیرہ گناہوں کا عادی بنا دیتا ہے۔

(۵) متقی آدمی کو لغواور بیہودہ کاموں میں مصروف کر کے منزل سے گرا دیتا ہے۔

(۶) اعلیٰ کام سے روکنے کے لئے ادنیٰ کاموں میں دلچسپی اور لگن پیدا کر دیتا ہے جیسے کسی عالم دین کو درس و تدریس و وعظ و نصیحت سے ہٹا کر صرف نوافل پڑھنے پر لگا دے اور اس کی وہ دینی تبلیغ جس سے ہزاروں بندے استفادہ کرتے تھے وہ ختم کر دے عالم دین کا وعظ و تبلیغ درس و تدریس یہ اشاعت دین تھی جس سے مخلوق خدا کو نفع تھا نوافل پڑھنا اس کا خالصہ ایک ذاتی عمل ہے جس سے قیامت کے دن اسی کو ہی فائدہ ہو سکے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اصلاح عقیدہ

قلب سلیم کے لئے بڑا ہی ضروری ہے کہ آدمی صحیح العقیدہ مسلمان ہو۔ رب قدوس جل مجدہ کے اللہ ہونے پر ایماں ہو، عقیدہ ہو کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں وہ کسی کا محتاج نہیں پوری کائنات اس کی محتاج ہے، وہ بے نیاز ہے وہ عقل میں نہیں سماتا ایماں میں آتا ہے اس کی ذات اور صفات ازلی ہیں ابدی ہیں وہ ہر عیب نقص، کمی سے پاک ہے

حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا قائل ہونا عقیدہ توحید کی تکمیل کے لئے بڑا ہی ضروری ہے اگر خدا نخواستہ عقیدہ رسالت میں کمزوری ہے تو سمجھ لیا جائے کہ عقیدہ توحید بھی زخمی ہے۔ اتاری گئی آسمانی کتابوں، فرشتوں، جنت، دوزخ حشر نشر پڑھوس عقیدہ بھی قلب سلیم کے لئے نہایت ہی ضروری

ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

نیت کا اخلاص

قلب سلیم اور کسی بھی کام کے لئے نیت کا درست ہونا دین میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے
قرآن مقدس نے اس اخلاص کے عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

”لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

يُرِيدُونَ وَجْهَ“ (1)

ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی ذات کا ارادہ رکھتے
ہیں یہاں پر ارادہ سے مراد نیت ہے اخلاص کے اس عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا

”انہما الاعمال بالنیات“ (2)

اعمال کی مقبولیت کا مدار نیتوں پر ہے اگر اس عمل میں اخلاص ہے تو مقبول ہے ورنہ مردود اس عنوان پر
امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح بھی روایت کی ہے کہ اللہ
تعالیٰ تمہارے اعمال اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ (3)

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح بھی نقل کیا گیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بندہ اچھے کام
کرتا ہے فرشتے اس صحیفہ کو لے کر بارگاہ قدس میں جاتے ہیں حکم ہوتا ہے اسے نیچے پھینک دو اس شخص
کے عمل کرنے میں میری نیت نہیں تھی اور پھر کسی اور کے صحیفہ پیش کرنے پر حکم ہوتا ہے اس کے لئے یہ بھی

(1) الانعام 52:6

(2) البخاری۔ الجامع الصحیح، بدء الوحی، الرقم 1، ص 3/1

المسلم، الجامع الصحیح، قوله ﷺ، انہما، الرقم 3530، ص 14/10

ابی داؤد، السنن، فیما عنی بہ الطلاق و النیات، الرقم، 1882، ص 118/6

الترمذی، السنن، ماجاء فیمن یقاتل مرءاً للدنیا، الرقم 1571، ص 202/6

(3) المسلم، الجامع الصحیح، تحریم ظلم المسلم، الرقم 4651، ص 427/12

ابن ماجہ، السنن، القناعة، الرقم 4133، ص 173/12

البیہقی، شعب الایمان، فصل فیما یقول العاطس، الرقم 10088، ص 409/21

النسائی، السنن، النیة فی یحسن، الرقم 3734، ص 107/12

لکھ لو یہ بھی لکھ لو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ اس شخص نے تو یہ کام کئے ہی نہیں تھے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب فرماتا ہے اس نے ان کاموں کی نیت کر رکھی تھی۔ (1)

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اخلاص نیت کے عنوان پر بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے کہ ایک قوم پر قحط مسلط ہو گیا غلہ خوراک نایاب تھی۔ وہ بندہ ریت کے ٹیلے سے گزرا اور دل میں خیال کیا اگر یہ ریت کا ٹیلہ غلہ ہوتا تو میں اس شدت کے قحط میں یہ سارا ٹیلہ جتا جوں، ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتا اس وقت کے نبی پر وحی ہوئی کہ اس شخص کو کہہ دو اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کر لیا اور تیرا حسن نیت محبوب ہے تجھے اتنا ہی ثواب دیا جتنا اس قدر غلہ کی خیرات سے دیا جاتا۔ (2)

بخاری و مسلم نے احنف بن قیس ابی بکرہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

”اذالتقى المسلمان فالقاتل والمقتول في النار“ (3)

جب دو مسلمان تلواریں سونت کر لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ قاتل تو جہنم میں گیا کہ اس نے مسلمان کے خون کو مباح جانا مقتول کیوں؟ فرمایا مقتول اس لئے کہ اس نے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ عمل کا مدار نیت پر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے نکاح کرنے میں حق مہر باندھا مگر دینے کی نیت نہیں تو بدکردار (زانی) کسی نے قرض لیا اور دینے کی نیت نہیں تو وہ چور ہے۔ اس ارشاد سے بھی اخلاص نیت کا عنوان واضح دکھائی دے رہا ہے۔

اخلاص نیت کے سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد مزید راہنمائی کرتا ہے آپ فرماتے ہیں تمام اعمال میں افضلیت اسکی ہے کہ بندہ خدا کے فرض کو فرض جانے۔ حلال کو حلال مانے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة النية، ص 451/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة النية، ص 452/3

(3) البخاری، الجامع الصحیح، وان طائفتان من المومن، الرقم 54/1، ص 30

المسلم، الجامع الصحیح، اذا تواجه المسلمان یسفیہا، الرقم 5140، ص 63/14

ابن ماجہ، السنن، اذا التقى المسلمان یسفیہا، الرقم 3954، ص 459/11

البیہی، السنن الکبریٰ، ص 190/8

حرام کو حرام سمجھے اور نیت کو درست کرے اسی ضمن میں حضرت سالم بن عبد اللہ کا ارشاد جو انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد بندے کو اسکی نیت کے مطابق ملتی ہے جسکی نیت کامل ہوگی اس کیلئے رب قدوس کی مدد بھی کامل ہوگی جسکی نیت ناقص ہوگی اس لئے مدد میں بھی کمی ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

توبہ کی نیت پر معافی

بخاری و مسلم کی ایک مشہور حدیث ہے جو نیک ارادہ خلوص نیت کے عنوان پر بصیرت افروز ہے امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں بھی نقل فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے 99 قتل کئے تھے پھر احساس ہوا کہ جرم کر بیٹھا ہے اس وقت کے کسی بڑے عالم سے پوچھا کہ 99 قتل کرنے کے بعد توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا، نہیں ایک قتل بہت بڑا جرم ہے تم نے تو سو 100 قتل کیا تو اس مجرم نے اسے بھی قتل کر کے پورے 100 قتل کر دیئے، پھر وہ اور کسی عالم کے پاس گیا اس سے بھی وہی مسئلہ پوچھا کہ 100 افراد کے قاتل کو معافی مل سکتی ہے اس نے کہا ہاں مل سکتی ہے فلاں جگہ جاؤ وہاں ایک اللہ کا بندہ رہتا ہے تم بھی ان کے ہاں ٹھہرو، عبادت کرو وہ مجرم اس راستہ پر چل پڑا راستہ میں فرشتہ اجل نے آلیا موت واقع ہو گئی۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہو گیا کہ اسے کون لے عذاب والے کہتے تھے یہ سو بندے کا قاتل ہے عذاب میں جائے گا رحمت والے فرشتے کہتے تھے یہ توبہ کے ارادے سے نیک راہ پر چل رہا تھا۔ اسی دوران آدمی کی شکل میں ایک اور فرشتہ آیا دونوں نے اسے اپنا حکم مان لیا کہ جو فیصلہ وہ کرے گا دونوں کو قبول ہوگا۔ اس نے کہا تم زمین ناپ لو جس بستی کے قریب ہوگا انہی سے ہوگا۔ پیمائش کی گئی تو یہ بندہ نیکوں کی بستی کے قریب تھا تو اسے رحمت کے فرشتے لے گئے معلوم ہوا خلوص نیت کا عمل آدمی کو بام عروج تک پہنچا دیتا ہے اس نے وہ عمل کیا ہو یا نہ اس قاتل مجرم نے توبہ کی نیت کی ہے ابھی توبہ کی نہیں کہ موت نے آلیا اور وہ ارادہ توبہ پر ہی بخش دیا گیا (1)

(1) المسلم، الجامع الصحیح، بقول القاتل، الرقم 4967، ص 338/13

ایک دوسری روایت میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے بروس کی بستی کو فرمایا تو دور ہو جا اور نیکوں کی بستی کو حکم دیا تو قریب ہو جا چنانچہ اس قاتل کو نیکوں کی بستی کے قریب ہونے کی بنا پر معاف کر دیا گیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب عزرائیل علیہ السلام اسکی روح قبض کرنے آئے تو اس شخص نے اپنا سینہ نیکوں کی بستی کی طرف کر دیا تھا۔ اس روایت کو بطرانی نے بھی نقل کیا ہے۔ اس مبارک عنوان کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے مزید ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا

نیت المومن خیر من عملہ (1)

مومن کی نیت اس کے عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

عبادت کی روح اخلاص ہے

قرآن مقدس نے ایک مقام پر اخلاص کو عبادت کی اصل ارشاد فرمایا ہے

وما امرؤ الا ليعبدوالله و مخلصين له الدين (2)

انہیں یہی حکم دیا گیا کہ رب کی عبادت میں اخلاص پیدا کریں دوسری جگہ پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

الا الذين تابوا واصلحوا واعتصموا و اخلصوا دينهم (3)

جو لوگ ایمان لائے توبہ کی حالات کی اصلاح کیلئے خداوندی سے وابستہ ہو گئے اور اپنے دین کو

خالص کیا امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان کے تحت حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد نقل کیا ہے فرمایا

مومن کا دل تین باتوں میں خیانت نہیں کرتا

۱۔ اللہ کیلئے عمل میں اخلاص پیدا کرنا۔

۲۔ اللہ کیلئے نصیحت کرنا

۳۔ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا۔

(1) السلسلة الصحيفة نیت المومن خیر من عملہ، الرقم 2216، ص 244/5

(2) البینة 5:98

(3) النساء 146:4

اسی ضمن میں امام ابن جوزی نے اپنی کتاب ”موضوعات“ میں یہ روایت درج کی ہے

مأمن عبد يخلص لله العمل اربعين يوماً الا

ظهرت يتابع الحكمة من قلبه على لسانه (1)

کوئی ایسا آدمی نہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے کسی کام میں چالیس دن اخلاص پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی زبان پر حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اخلاص نہ ہو تو عمل برباد ہے

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم جلد چہارم میں اسی عنوان کے تحت نقل کیا ہے قیامت کے دن عالم سے پوچھا جائے گا میں نے تجھے دنیا میں علم دیا تھا تو نے کیا کیا وہ کہے گا، یا اللہ میں دین پڑھاتا رہا، پڑھتا رہا، دن رات دین کی خدمت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو نے تو یہ کام اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے بڑا عالم کہیں تو وہ ہو گیا لوگوں نے تجھے بڑا عالم کہا اور مانا حکم ہوگا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ معلوم ہوا نیت خراب تھی عمل برباد ہو گیا اسی طرح سخی سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تجھے مال دیا تھا تو نے کیا کیا عرض کریگا غربا و فقراء میں تقسیم کرتا رہا مساجد و مدارس بناتا رہا حکم ہوگا تو جھوٹ بول رہا ہے تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ صدقہ و خیرات کا کام تو نے اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں گے۔ فیاض کہیں گے۔ سو وہ ہو گیا اب کچھ نہیں معلوم ہوا کہ کروڑوں پہلے کے صدقات و خیرات نیت درست نہ ہونے پر برباد ہو گئے یہی سوال شہید سے کیا جائے گا کہ تو نے دنیا میں کیا کیا عرض کرے گا تیرے نام پر مرا، کنا، شہید ہوا، اسے بھی حکم ہوگا تو جھوٹ بول رہا ہے تیرا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے۔ تو نے جنگ اس لئے لڑی کہ قتل ہو جانے پر لوگ تجھے شہید کہیں گے اور وہ ہو گیا سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ سب سے پہلے انہیں تین شخصوں سے جہنم بھڑکائی جائے گی۔ (2)

(1) الشہاب القضاہی، المسند، من اخلاص اللہ صباحاً ظہرت، ص 260/2

(2) الغزالی، احیاء العلوم الدین، باب فضیلتہ اخلاص، ص 464/3

(استغفر الله من كل ذنب واتوب اليه)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اخلاص کی طاقت

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اس عنوان پر اپنی کتاب احیاء العلوم میں بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ نقل کیا ہے علاقہ کے کچھ لوگ اس عابد کے پاس آئے اور کہا یہاں پر ایک قوم آباد ہے جو خدائے قدوس کے بجائے ایک درخت کی پرستش کرتی ہے آپ علاقہ کے عظیم آدمی ہیں کچھ کریں کہ لوگ شرک سے بچ سکیں چنانچہ عابد غصے میں اٹھا کلباڑا لیا اور یہ درخت کاٹنے کیلئے بڑھا۔ راستہ میں شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں ملا اور عابد سے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں عابد نے بتایا کہ درخت کاٹنے کا منصوبہ ہے اس درخت سے لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ آپ اس دھندے میں نہ پڑیں اپنا کام کریں عبادت میں مصروف رہیں یہ قوم سخت ہے اس سے الجھاؤ اچھا نہیں عابد نے کہا میں نے ہر حالت میں درخت کاٹنا ہی ہے شیطان اور عابد میں جھگڑا ہو گیا عابد نے اپنی روحانی قوت سے شیطان کو گرا دیا۔ شیطان نے کہا آپ مجھے چھوڑ دیں میری دو ایک باتیں سن لیں، عابد نے چھوڑ دیا، شیطان نے کہا صوفی صاحب آپ پر درخت کاٹنا فرض تو ہے نہیں اور آپ اس کی عبادت کرتے بھی نہیں اگر کوئی دوسرا عبادت کرتا ہے تو اس کا گناہ آپ پر نہیں۔ عابد نے پھر شیطان کی پٹائی کی اور کہا بہر حال میں نے درخت کاٹنا ہی ہے شیطان نے عاجز ہو کر کہا آپ مجھے چھوڑ دیں میں آپ کے لئے روزانہ دو دینار کا اہتمام کر دیتا ہوں جس سے آپ اپنا ڈیرہ چلائیں غربا کو تقسیم کریں عابد مطمئن ہو گیا اور شیطان کو چھوڑ دیا۔ چند دن تک یہ پیسے ملتے رہے عابد خوش رہا کچھ دنوں بعد یہ رقم بند ہو گئی تو عابد کو پھر غصہ آیا کلباڑا اٹھایا اور درخت کاٹنے کے لئے بڑھا راستہ میں پھر شیطان ملا پوچھا کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا درخت کاٹنے جا رہا ہوں شیطان نے کہا اب ہوش کرنا صورت حال بدل گئی ہے شیطان نے عابد کو گرا دیا اور کہا واپس چلا جا ورنہ قتل کر دوں گا۔ عابد نے پوچھا یہ بتا پہلے میں کیسے غالب آ گیا تھا اب تو کیوں غالب ہے۔ شیطان نے کہا پہلے تیرے غصے میں اخلاص تھا اللہ کی رضا تھی اس لئے میں مار

کھا گیا اب اس مرتبہ تیرے غصے میں اخلاص نہیں تھا بلکہ رقم نہ ملنے پر انتقام تھا اس لئے تو مار کھا گیا، معلوم ہوا کہ اخلاص کی قوت بہت زیادہ ہے۔ (1)

اخلاص اور خلاصی

سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمہ نے ایک موقعہ پر اپنے نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا! اے نفس اگر تو چاہتا ہے کہ مشکلات سے خلاصی پائے تو تجھ پر لازم ہے کہ اپنے ہر کام میں اخلاص پیدا کر، اخلاص وہ قوت ہے جو دکھوں سے نجات، پریشانیوں سے چھٹکارا اور غموں سے امن کا باعث بنتی ہے۔ (2)

حضرت یعقوب فرماتے ہیں مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپالے جیسے اپنی برائیاں چھپاتا ہے۔ (3)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ جس کی نیت خالص ہو اللہ تعالیٰ اس کو کفایت کرتا ہے۔ (4)

حضرت یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اخلاص عیوب سے عمل کو ایسے پاک کر دیتا ہے جیسے دودھ خون سے الگ ہوتا ہے۔ (5)

حضرت یحییٰ بن معاذ نے اسی عنوان پر ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک شخص عورتوں کا لباس پہن کر عورتوں کی محافل میں شامل ہوا کرتا اور وہ پہچانا نہیں جاسکتا تھا ایک مرتبہ محفل میں کسی خاتون کا موتی گم ہو گیا چنانچہ اس کی تلاش کے لئے تمام خواتین کو باہر جانے سے روک دیا گیا کہ سب کی تلاشی ہوگی یہ بندہ شرم حیا سے مر رہا تھا اپنے گناہوں پر شرم آئی غلوں دل

(1) الغزالی، احیاء العلوم الدین، فضیلة الاخلاص، ص 465/3

(2) من

(3) من

(4) الغزلی، قوت القلوب، نية البرء من عملہ، ص 102/2

حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ص 26/1

(5) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الاخلاص، ص 465/3

سے توبہ کی بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ آج میری شرم رکھ لے میرا پردہ فاش نہ ہوا آئندہ کے لئے یہ برا کام نہیں کرونگا عجز و انکساری سے کی گئی دعا رنگ لے آئی موتی کسی دوسری خاتون سے مل گیا حلاشی رک گئی یہ باعزت باہر آ گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس برے کام سے تابہ ہو گیا۔ (1)

معنی سمجھ کے شان کریبی نے جن لئے قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

ابو عبید تستری کا اخلاص

سفیان کہتے ہیں میں ایک دن ابو عبید تستری کے ساتھ کھڑا تھا وہ عرفہ کے دن اپنی زمین میں ہل چلا رہے تھے اتنے میں ان کے پاس کوئی شخص آیا اور آہستہ سے کان میں بات کہی اور ابو عبید تستری نے جواب میں کہا ”نہیں“ پھر بندہ آہستہ سے چلا اور غائب ہو گیا۔ میں نے ابو عبید سے سوال کیا حضرت یہ کون آدمی تھا جو آیا اور جواب سن کر چلا گیا آپ نے فرمایا یہ وقت کا ابدال تھا اور مجھے کہہ رہا تھا چلو آج یوم عرفہ ہے حج پڑھ آئیں میں نے انکار کر دیا۔ (2)

سفیان کہتے ہیں میں نے پوچھا حضرت آپ حج پر چلے جاتے یہ تو آپ بہت بڑی سعادت کھو بیٹھے ہیں۔ ابو عبید تستری نے جواب دیا میں آج صبح گھر سے چلا ہوں تو زمین درست کرنے کی نیت سے چلا ہوں خیال تھا شام تک میں ہل چلا کر زمین ٹھیک کر لوں گا اس صورت میں اگر میں چلا جاتا تو نیت میں اخلاص نہ ہوتا تو غضب الہی کا سبب بن جاتا۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان پر ایک مجاہد کا ذکر فرمایا۔ وہ جہاد کے لئے نکلا راستہ میں سے کوئی توشہ دان خرید لیا کہ آگے جا کر اسے بیچ دوں گا نفع مل جائے گا خواب میں دیکھا دو فرشتے آسمان سے اترے اور مجاہدین کی فہرست تیار کرنے لگے اس کی باری آئی تو ایک نے کہا اسے مجاہدین میں مت لکھو بلکہ اسے تاجروں میں لکھو کہ یہ تو گھر سے تجارت کی غرض سے نکلا اور فلاں جگہ سے اس نے توشہ دان خریدا کہ بیچ کر نفع حاصل کرے گا۔ یہ مجاہد سخت پریشان ہوا بہت رویا اس کی عاجزی پر لکھنے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الاخلاص، ص 466/3

(2) مرن

والے نے یوں لکھا اس نے دوران سفر توشہ دان خریدا تھا نفع کا خیال تھا خدا جو چاہے گا فیصلہ کر دے گا۔ (1)

سری سقطی فرماتے ہیں اگر تنہائی میں اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھ لے تو یہ عبادت ہزاروں عبادات پر حاوی ہے جن میں اخلاص کا فقدان ہو۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور عمل صالح

ایمانیات کے ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے ساتھ ہی اعمال صالح کا بھی تذکرہ ہو قرآن مقدس نے ایک نہیں متعدد مقامات پر ایمان اور عمل صالح کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے ارشاد ہوتا ہے

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت لهم جنت (3)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کیلئے جنت ہے۔ یہاں پر ایمان اور عمل صالح دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا گیا پہلے ایمان کا ذکر ہے کہ پتہ چل جائے عمل صالح کا مدار ایمان پر ہے اگر کوئی شخص مومن نہیں اور عمل صالح میں دلچسپی رکھتا ہے تو اس کے یہ اعمال صالح قیامت کے دن نجات کا سبب نہیں بن سکیں گے کہ یہ بندہ ایمان سے خالی تھا بہت سے کافر اچھے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں جیسے ہندو، سکھ، بارش نہ ہونے پر خیرات کرتے ہیں امیر ہندو مسافروں کیلئے ٹل لگاتے ہیں سرائے بناتے ہیں مسافروں کیلئے سایہ دار درخت لگاتے ہیں تو ان کے یہ کام اچھے ہیں مگر قیامت کو نجات نہیں اس اچھے کام کا صلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اگر مومن ہے اور اچھے کاموں سے محروم ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا عادی نہیں تو اسکی یہ صورت قیامت کے دن اسے عذاب میں مبتلا کرنے کا سبب بن جائے گی سزا کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا کہ ایمان دار تھا۔ ایمان اور عمل

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الاخلاص، ص 466/3

(2) من

(3) البروج 11:85

(4)

صالح کے فرق کو یوں سمجھا جائے تو آسانی ہوگی کہ ایمان کا فائدہ صرف میری ذات کو ہے کہ قیامت کو بد عملی کی سزا بھگتنے کے بعد جنت نصیب ہوگی۔ مگر میرے عمل صالح کا تعلق مخلوق خدا سے بھی ہے کہ کام اچھا میرا ہے میرے علاوہ فائدہ اس سے مخلوق خدا کو ہے اور اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا اسے بہت پسند ہے۔ مسجد میں نے بنائی رقم میری خرچ ہوئی مگر نماز باجماعت کی ادائیگی کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچ رہا ہے کنواں میں نے بنوایا مگر اس سے فائدہ دوسری مخلوق کو بھی پہنچ رہا ہے لہذا میرے ایمان سے عمل صالح بارگاہ قدس میں قدر رکھتا ہے کہ ایمان کے بعد عمل صالح سے خود بھی فیض لے رہا ہوں اور لوگوں کو بھی فیض پہنچا رہا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ صوفیوں کا فقرہ بھی وزنی ہے۔

الخلق عیال اللہ (1)

مخلوق اللہ تعالیٰ کا خاندان ہے اسے عزیز ہے کہ اس پر رحم کرنے سے خدا راضی ہوتا ہے اور اس پر ظلم کرنے سے وہ ناراض ہوتا ہے یہ بھی کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں میرے ایمان سے میرا عمل بہت آگے ہے۔ آپ کے مکان کے لان میں سرو کا پودا لگا ہے جو بہت خوبصورت محسوس ہو رہا ہے آپ کے گھر کی زینت ہے حسن ہے خوبصورتی ہے کوئی شک نہیں اور اس کے ساتھ ہی کئی یاسیب کا پودا ہے اب ایک آدمی باہر سے آیا ہے پیاس سے مر رہا ہے بھوک شدت کی محسوس کر رہا ہے آنکھوں میں نیند کا غلبہ ہے اب وہ آرام کرنے پیاس بجھانے پیٹ بھرنے نیند پوری کرنے کیلئے سرو کی طرف مائل نہیں ہوگا کہ وہاں پھل نہیں سایہ نہیں اسکی توجہ سیب کے پودا کی طرف ہوگی کہ شاخیں لمبی ہیں سو سکے گا۔ پھل ہے کھا سکے گا کسی حد تک پیاس بھی بجھا سکے گا ایمان میرا حسین پودا ہے جس کا جواب نہیں مگر لوگوں کو فائدہ میرے عمل سے ہوگا جو سیب کا پودا ہے مصیبت زدہ کے کام آ رہا ہے مگر میرا یہ پودا مفید اسی وقت ہوگا جب ایمان کے ساتھ ہوگا اس آئیہ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کے درمیان صرف عطف واؤ ہے معلوم ہوتا ہے اسلامی زندگی کی گاڑی ان دو پہیوں کے بغیر چل ہی نہیں سکتی خواہ یہ پیسے سائیکل کی طرح آگے پیچھے ہی کیوں نہ ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) البیہقی، شعب الایمان، قیام الاوزاعی مع وعقلته ایام، الرقم 7194، ص 498/15

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاسلام الفصل الاول، الرقم 4999، ص 83/3

تقابلی جائزہ

ہمارے اس مختصر مضمون سے اسلام اور مذاہب باطلہ کے درمیان چند ایک مرکزی اختلافات کا پتہ چل سکے گا۔

☆ اسلام تو حید کا زبردست قائل ہے مسلمانوں کا عقیدہ ہے خدائے قدوس جل مجدہ اپنی ذات میں اپنی صفات میں اپنے افعال میں وحدہ لا شریک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں قرآن مقدس نے اس عقیدہ کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ کئی مقامات پر خصوصاً تیسویں (30) پارہ سورۃ اخلاص میں بیان فرمایا جب کہ مسیحیت میں باپ بیٹا روح القدس (اقنوم ثلاثہ) کے نظریہ نے عقیدہ تو حید کی بیخ کنی کر دی ہے اور خدائے قدوس کے ایک ماننے کے عقیدہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا ہے۔ (1)

اس سلسلہ میں میری کتاب ”لائٹنٹلٹ فی التوحید“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

☆ اسلامی عقیدہ ہے بندہ گناہ کے بعد شرمسار ہو اور اپنے گناہوں کی معافی خلوص دل سے مانگ لے توبہ کر لے تو خدائے قدوس غفور ہے رحیم ہے غفار ہے وہ معاف فرمادیتا ہے

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (2)

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جب کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا ہے کہ بندے کو گناہوں کی سزا دے تو اس نے عدل کے تقاضا کو پورا کرنے کیلئے اپنے بیٹے یسوع مسیح کو صلیب پر موت دی کہ انسانوں کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو۔

☆ اسلام کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے شریعت مقدسہ ایک شاندار راہ ہے، طریق ہے، منہاج ہے ضابطہ ہے اور حسین آئینہ ہے یہ شریعت مقدسہ انسان کو ہر مرحلے پر ممد و معاون ثابت ہوتی ہے بھٹسنے سے بچاتی ہے جب کہ عیسائیت میں شریعت کو لعنت قرار دیا گیا ہے۔

(1) الاخلاص 1:112

(2) ابن ماجہ، السنن، ذکر التوبۃ، الرقم 4240، ص 301/12

البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 154/10

البیہقی، شعب الایمان، فی معالجتہ کل ذنب بالتوبۃ، الرقم 6920، ص 216/15

☆ اسلام میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ محترم مقدس اور بے حد قابل احترام ہیں کسی بھی نبی کی توہین کفر ہے جبکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح دنیا کے گناہوں کی وجہ سے صلیب پر لعنتی موت مرا (معاذ اللہ)۔ عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی ایسے ہی کفر ہے جیسے حضور ﷺ کی توہین کفر ہے۔ یورپین ممالک میں مرزائیت بڑھ رہی ہے وہاں کے علماء اسلام کو چاہیے حکومت کو ثابت کریں مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اور یہ کیس اس قدر مضبوط ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

☆ اسلام کا نظام ایک آفاقی نظام ہے پوری دنیا کے لئے ہے اور ہر جگہ پر لاگو ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ پوری کائنات کے رسول ہیں پوری کائنات کے لئے رحمت ہیں جب کہ عیسائیت کا پیغام بالکل محدود ہے جیسے انجیل ہی میں وضاحت ہے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں“

☆ اسلامی نظریہ حیات میں خدا کا کوئی بیٹا نہیں نہ وہ کسی کا بیٹا ہے سورۃ اخلاص شاہد ہے جبکہ عیسائیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے۔

☆ اسلام توحید کا درس دیتا ہے خدائے قدوس کو وحدہ لا شریک ماننے کا حکم دیتا ہے جبکہ یہودیوں نے بھی عیسائیوں کی طرح عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور اس طرح وہ عقیدہ توحید سے ہٹ گئے۔

☆ اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کو معصوم ماننے کا حکم دیتا ہے اور انہیں گناہوں سے معصوم قرار دیتا ہے۔ جبکہ یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام پر زبان درازی کی، انہیں مجرم ٹھہرایا جیسے کہ بائبل کا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زبان درازی کی ہے (معاذ اللہ)

☆ اسلام وہ مقدس دین جسکی تفصیلات و جزئیات کے لئے مقدس کتاب قرآن مجید موجود ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے جبکہ یہودیت، عیسائیت کی کتاب بائبل ہزاروں تحریفات کا مجموعہ بن چکی ہے تفصیل کے لئے میری کتاب علم القرآن کا مطالعہ مفید رہے گا۔

☆ اسلام نے حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد ادا کرنے کا سخت حکم دیا ہے کہ آدمی اپنے ماں،

باپ، بہن، بھائی، اعزاء، اقربا اور عام انسانوں کے حقوق ادا کرنے میں سخت پابندی کرے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا اس پر لازم ہے جبکہ گوتم بدھ کی تعلیم اس کے برعکس ہے ”جب گوتم بدھ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوا تو وہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے اور معاشرتی بندھن کو ایک آن میں توڑ دیا ☆ اسلام رہبانیت کا شدید مخالف ہے، رہبانیت یہ ہے کہ سارے دنیوی تعلقات، ذمہ داریاں، حقوق و فرائض کو چھوڑ کر دنیا سے منہ موڑ کر جنگلات میں بسیرا کر لے اور اللہ اللہ میں مصروف ہو جائے حضور ﷺ نے فرمایا

مرہبانیتۃ فی الاسلام

اسلام میں رہبانیت نہیں خود حضور ﷺ غار حرا میں جاتے ہیں تو عبادت میں مصروف رہتے ہیں مگر ہر ہفتہ عشرہ کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں اور کھانے پینے کا سامان بھی لے جاتے ہیں گھر سے قطع تعلقی نہیں بیزاری نہیں علیحدگی نہیں جبکہ بدھ مت میں رہبانیت کا تصور موجود ہے، آج کل بھی بعض لوگوں نے دین کا یہی مفہوم سمجھ رکھا ہے، اعزاء، اقربا کے حقوق سے لاپرواہ ہو کر دین کیلئے دین کیلئے چلے جاؤ یہی دین ہے۔ (معاذ اللہ)

☆ اسلام ہر آدمی کو کام کرنے، اپنا معاش بہتر بنانے اپنے بچوں کی سرپرستی و حفاظت کا حکم دیتا ہے اور بھیک مانگنے کو برا قرار دیتا ہے جبکہ بدھ مت میں یہ ضروری ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ خانقاہوں میں زندگی بسر کریں اور اپنی شکم پروری کے لئے شہر میں جا کر بھیک مانگیں۔

☆ اسلام تمام انسانوں تمام قوموں میں مساوات کا قائل ہے کسی ملکی قومی امتیاز کا قائل نہیں یہی وجہ ہے صحیب روم سے، سلمان فارس سے بلال حبش سے اٹھے اور عربوں کے سر کا تاج قرار پا گئے مگر ہندوؤں میں اعلیٰ درجہ کا ہندو گھٹیا درجہ کا ہندو، برہمن، شودر، ویش وغیرہ افراد میں تفاوت نے زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے آج بھی ہندوؤں کی اعلیٰ قوم کے حملے شودروں پر جاری ہیں اور وہ لوگ مشکل سے زندگی گزار رہے ہیں۔

☆ اسلام ایک خدائے قدوس کی وحدانیت کا درس دیتا ہے جبکہ ہندو مت ان گنت دیوتاؤں پر ایمان لانے کو لازمی کیا ہے۔

☆ اسلام ایک جامع، مستقل، قابل عمل اور حسین ضابطہ حیات کا نام ہے جبکہ ہندوؤں میں محض

رسوم ہی رسوم ہیں۔

☆ اسلام ایک آفاقی نظام ہے جبکہ ہندومت صرف اور صرف ہندوستانی لوگوں کے لئے ہی خاص ہے۔

☆ اسلام میں گائے بھی دوسرے جانوروں کی طرح ایک جانور ہے جس کا گوشت مسلمانوں کے لئے حلال ہے مگر ہندوں میں گائے ایک مقدس جانور ہے جسکی پوچا پاٹ کی جاتی ہے۔

☆ اسلام میں بیٹی وراثت میں حقدار ہے اسلام کے مقرر کردہ اصولوں پر وہ حق وصول کرتی ہے جبکہ ہندوؤں میں بیٹی وراثت سے محروم ہے۔

☆ اسلام میں انسانی قربانی کا کوئی تصور نہیں جبکہ ہندوؤں میں انسانی قربانی جائز و درست ہے ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں آج بھی سستی کی رسم اپنائی جاتی ہے سستی یہ ہے کہ شوہر فوت ہو گیا تو اب اس کی بیوی بھی اسکی یاد میں جل مرجائے۔ اسلام نے ایسی صورتوں میں بیوہ کو حوصلہ، صبر، رضا اور استقامت کا درس دیا ہے، ساتھ ہی اگر وہ چاہے تو ایک خاص مدت گزر جانے کے بعد دوسری جگہ نکاح بھی کر سکتی ہے۔

☆ اسلام خدا کے ایک ہونے کا درس دیتا ہے جب کہ مجوسیت میں دو خداؤں کے وجود کا درس ملتا ہے مجوسیت مزداد اور آہرمن کا تصور پیش کرتی ہے پھر مجوسیت نے اپنے دور سے پہلے دیوتاؤں کے حق ہونیکا بھی تصور پیش کیا ہے اور یہ دیوتا زرتشت کی آمد سے صدیوں پہلے تھے گویا اس دور جاہلیت کو زرتشت کے ذریعہ سے دوبارہ حیات ملی

☆ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس میں انسانیت کے لئے جگہ ہے، مقام ہے، عزت ہے، شرف ہے جبکہ مجوسیت اور دوسرے مذاہب باطلہ میں شرف انسانیت کا تصور مفقود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

صبر

قلب سلیم کی صفات حسنہ میں ایک صفت صبر بھی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مقدس نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا اور بہت سے درجات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک مقام پر اس طرح

ارشاد ہے

”وجعلنا منهم آئمة يهدون بأمرنا كما صبروا“ (1)

ہم نے ان میں سے آئمہ بنائے جو ہمارے احکام کی ہدایت دیتے ہیں کہ انہوں نے صبر کیا اس ارشاد سے واضح ہے ان لوگوں کا ہادی بننا امام ہونا اس صلہ میں ہے کہ انہوں نے صبر کیا۔ دوسری جگہ پر بھی عنوان صبر اس طرح ملتا ہے۔

”وسيجزى الذين صبروا اجرهم“ (2)

ہم صابروں کو ان کے صبر کی جزا دیتے ہیں۔ تیسری جگہ یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

”وتست كلمة ربك الحسنی علی بنی اسرائیل بما

صبروا“ (3)

بنی اسرائیل پر تیرے رب کے کلمات اس لئے پورے ہو گئے کہ انہوں نے صبر کیا ہے۔

قرآن مقدس کے چوتھے مقام پر صبر کا ذکر اس طرح ملتا ہے

’واصبر وان الله مع الصبرين“ (4)

صبر کرو اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ پانچویں جگہ یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

”ان تصبرو وتتقو یبددکم ربکم بخمسة آلاف

من الملائكة“ (5)

اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرو تو نتیجہ یہ ہوگا۔ تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ چھٹے مقام پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے

”اولئك علیہم صلوات من ربہم ورحمة واولئک

ہم المہتدون“ (6)

(1) السجدة 24:32

(2) النحل 96:16

(3) الاعراف 137:7

(4) الانفال 46:8

(5) آل عمران 125:3

(6) البقرة 157:2

یہی صابرین کا گروہ ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں ہیں، رحمتیں ہیں، ہدایت ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے صابروں کے لئے دونوں نعمتیں عظیم ہیں یعنی صلوٰۃ اور رحمت اور اضافہ بہت ہی اچھا ہے (یعنی ہدایت کا اضافہ) حضور سید عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے ایک موقعہ یہ بھی ارشاد صادر ہوا

الصبر نصف الايمان (1)

صبر آدھا ایمان ہے ایک موقعہ پر اسی عظیم نعت کے بارہ میں یہ بھی فرمایا

الصبر كنز من كنوز الجنة (2)

صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ایک موقعہ پر سوال کیا گیا حضور ایمان کیا ہے فرمایا صبر کرنا یہ ایسے ہی ہے جیسے حج کا ذکر کرتے فرمایا (الحج عرفہ) حج عرفہ بھی ہے کہ میدان عرفات میں ٹھہرنا حج کا بڑا رکن ہے ایسے ہی صبر ایمان کا بڑا رکن ہے۔ (3)

ایک مقام پر صبر کا ذکر فرماتے ہوئے، فرمایا فی الصبر علیٰ مائتہ خیر کثیر (4)

مشکلات پر صبر کرنے میں بہت فائدہ ہے ایک اور حدیث شریف میں ہے

لو كان الصبر مرجلا لكان كريهاً (5)

اگر صبر آدمی ہوتا تو رجل کریم ہوتا

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الطبرانی، المعجم الكبير، ص 1/8

البیهقی، شعب الايمان، الصبر نصف الايمان والیقین، الرقم 47، ص 54/1

الشہاب القضاہی، الصبر نصف الايمان والیقین، ص 255/1

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان الحقیقۃ الصبر ومعناہ، ص 164/3

(3) من

(4) لاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن العباس، الرقم 2666، ص 196/6

البیهقی، شعب الايمان، فصل فیما یقول العاطس فی جواب، الرقم 9644، ص 462/20

(5) ابن شامین، الترغیب فی فضائل اعمال، الرقم 277، ص 309/1

الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الصبر ومعناہ، ص 164/3

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط

صبر کے فضائل کے سلسلہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک گرامی نامہ بھی ملتا ہے جو آپ نے ابو موسیٰ اشعری کے نام لکھا تھا آپ نے انہیں لکھا ابو موسیٰ صبر کو لازم پکڑو مزید فرمایا مشکلات پر صبر بھی ہے، ساتھ ہی قدرت کی طرف سے دیئے گئے پر صبر بھی ہے، وہ کم ہو یا زیادہ بعض صوفیاء سے صبر کی ایک تیسری قسم بھی ملتی ہے وہ ہے گناہوں سے صبر، پہلی قسم صبر علی الطاعت (1) ہے کہ خدا کی عبادت پر ڈٹ جانا اور رستہ میں مشکلات کیسی ہی کیوں نہ ہوں وہ عبادت کرنا ہی ہے دوسری قسم صبر عن العصیة (1) ہے گناہوں سے بچنا کوئی دیکھ نہیں رہا گناہ کو جی چاہتا ہے مگر خوف خدا حائل ہے کرتا نہیں، تیسری قسم صبر علی المشکلات ہے دکھوں پر صبر اس خط کے امر میں آپ نے یہ بھی لکھا ابو موسیٰ نیکوئی میں عمدہ نیکی تقویٰ ہے اور وہ صبر سے حاصل ہوتا ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ملتا ہے جسے امام غزالی نے اسی عنوان کے تحت نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے صبر، یقین، جہاد، اور عدل (2)

سیدنا حبیب ابن حبیب علیہ الرحمہ جب اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرماتے

انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب (3)

ہم نے اسے صابر پایا وہ اللہ کا اچھا بندہ ہے آہ وزاری کرنے والا ہے۔ اس پر آپ روتے اور فرماتے سبحان اللہ عنایت بھی کیسی ہے اور تعریف بھی کیسی خود ہی رب تعالیٰ نے صبر دیا اور خود ہی تعریف فرماتا ہے سیدنا ابوالدرداء فرماتے ہیں ایمان کا کنگرہ حکم پر صبر اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) البانی، قصص الانبیاء، ص 222/2

بغیة الطالب فی تأریخ حلب، ص 36/3

(2) الغزالی، احیاء العلوم الدین، بیان الحقیقة الصبر ومعناها، ص 164/3

الغزالی، قوت القلوب، ووصف الصابرين وهو الثانی من، ص 272/1

(3) ص 44:38

اسلام دین صبر ہے

اصلاح معاشرہ کے لئے اسلام نے صبر کا حکم دیا ہے دکھوں، مصیبتوں، مشکلات اور حادثات میں اپنے جذبات پر قابو رکھنے کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ صبر سے کام لیں اگر ہم یہ صورت اختیار کرتے ہیں تو امن و سکون کی راہیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ صبر کا معنی رک جانا ہے اگر میں گالی کے جواب میں رک جاتا ہوں تو یہ صبر ہے صبر کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے الصبر علی الطاعۃ بندگی پر صبر، شدت کی دھوپ ہے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا مگر اذان کی آواز کانوں میں پڑ گئی ہے تو بجائے گھر بیٹھ جانے کے مسجد میں حاضر ہو کر نماز پڑھنا اور اس عادت کو ہر موقع پر اپنانا بھی صبر ہے۔

صبر کی دوسری قسم ہے الصبر عن المعصیۃ گناہ سے رک جانا، آدمی اکیلا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں، پکڑنے والا نہیں، پھر دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور گناہوں سے رک جاتا ہے یہ بھی صبر ہے تیسری قسم الصبر علی المصائب مصیبتوں پر صبر، اکثر و بیشتر ہمارے ذہنوں میں صبر کی یہ تیسری صورت ہی آتی ہے، صبر بھی روحانی مقامات سے ایک مقام ہے۔ قرآن مقدس نے اس عظیم صفت کا ذکر کم و بیش ستر مرتبہ فرمایا ہے جس سے اس کی عظمت واضح ہوتی ہے اور بہت سے درجات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے اسکی عظمت کو ایک جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے

انما یوتی الصابرون اجرهم بغير حساب (1)

صابروں کو ان کا اجر بلا حساب دیا جائے گا، ہر نیکی کا اجر کسی مقدارِ خاص اور حساب کے مطابق ہو گا مگر صابروں کو بلا حساب دیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر قرآن مقدس نے بنی اسرائیل پر اپنے فضل و کرم کا ذکر اس طرح فرمایا ہے

تمت کلمات ربک الحسنیٰ علی بنی اسرائیل بما صبروا (2)

تیرے رب کے انعامات و احسانات بنی اسرائیل پر پورے ہو گئے کہ انہوں نے صبر کیا، معلوم ہوا اللہ

(1) الزمر 10:39

(2) الاعراف 137:7

تعالیٰ کے انعامات و برکات حاصل کرنے کے لئے صبر بہت اہم اور مرکزی سبب ہے قرآن مقدس نے ایک اور جگہ اسی صبر کی عظمت کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے

اولئك يؤتون اجرهم مرتين بما صبروا (1)

وہ لوگ اپنے اجر و مرتبہ دئے گئے کہ انہوں نے صبر کیا تھا ہر سختی مزدور کو اس کے کام کی جزا ایک مرتبہ ہی ملتی ہے مگر صبر کرنے والے کو دو مرتبہ دینے کا حکم ہے۔

عبادات میں روزہ ایسی عبادت ہے جس میں صبر کا خاصہ مظاہرہ ہے، صبح سے شام تک کھانے پینے سے صبر ہے، اسی باعث حدیث قدسی میں روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا گیا

الصوم لي وانا اجزي به (2)

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اس کا دوسرا معنی اُجزی کی صورت میں ہوگا، ہر عبادت کی جزا جنت ہے مگر روزہ کی جزا میں ہوں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنی معیت، اپنے ساتھ کو روزہ دار کے ساتھ اس طرح ذکر فرمایا ہے

واصبروا ان الله مع الصبرين (3)

صبر کرو اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ ایک اور مقام پر صابروں کے لئے بہت بڑے تین انعامات کا ذکر اس طرح ملتا ہے

اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك

هم المہتدون (4)

یہی صابر لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اس کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ ایک اور مقام پر قرآن مقدس نے ایمانداروں کو فتح و نصرت سے نوازنے کا وعدہ اس طرح فرمایا ہے۔

(1) القصص 28: 54

(2) المسلم، الجامع الصحيح، فضل الصيام، الرقم 1946، ص 6/19

(3) الاحمد، المسند، مسند ابو هريرة، الرقم 6877، ص 14/418

(4) الانفال 8: 46

(4) البقرة 2: 157

بلى ان تصبروا وتتقوا يمددكم بخمسة آلاف من

الملائكة (1)

اگر تم صبر کرو اور اس سے ڈرو تو تمہیں پانچ ہزار فرشتوں سے مدد دے گا۔ صبر کی عظمت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے

الصبر نصف الايمان (2)

صبر آدھا ایمان ہے، اس عنوان پر امام غزالی علیہ الرحمہ نے ایک اور حدیث شریف اس طرح تحریر کی ہے جو چیزیں تمہیں اللہ کی طرف سے عنایت ہوئیں ان میں یقین اور صبر ہے جس شخص کو ان انعامات سے حصہ مل گیا اسے اگر تہجد، روزہ، نفل نہ بھی ملے تو پرواہ نہ کرے (روزے سے مراد نفلی روزہ) ایک اور حدیث شریف سے صبر کی عظمت اس طرح واضح ہوتی ہے

الصبر كنز من كنوز الجنة (3)

صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ایک مقام پر حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ایمان کیا ہے تو فرمایا

الايمان هو الصبر (4)

اس حدیث شریف میں ایمان کو صبر فرمایا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے حج کے متعلق ہے۔

(1) ال عمران 3: 125

(2) الطبرانی، المعجم الكبير، ص 1/8

البیهقی، شعب الايمان، الصبر نصف الايمان والیقین، الرقم 47، ص 54/1

الشاب القضاة، المسند، الصبر نصف الايمان والیقین، ص 255/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقة الصبر ومعناها، ص 164/3

(4) الاحمد، المسند، عمرو بن عبسة، الرقم 18618، ص 429/39

البیهقی، شعب الايمان، السابع الخمسون من شعب الايمان، الرقم 7787، ص 48/17

الحج عرفة (1)

حج عرفہ ہے یعنی حج کا بڑا رکن میدان عرفات میں قیام ہے، ایسے ہی فرمایا ایمان کا بڑا رکن صبر ہے کہ تمام عبادات میں صبر کو بڑا دخل ہے۔ ایک روایت میں سیدنا داؤد علیہ السلام کے متعلق ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو فرمایا میرے اخلاق کی طرح تم بھی اپنے اخلاق بناؤ، میرا خلق یہ ہے کہ میں صبر ہوں۔ (2)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ایک موقع پر انصار سے فرمایا تم کیا ہو؟ انہوں نے عرض کی ہم ایماندار ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے ایمان کی نشانی کیا ہے؟ صابر نے عرض کی حضور ہم خوشحالی میں شکر کرتے ہیں مصیبت میں صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا قسم ہے رب کی تم لوگ ایماندار ہو۔ (3)

قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر صابروں کی عظمت کو اس طرح ارشاد فرمایا

والله يحب الصابرين (4)

اللہ تعالیٰ صابروں کو محبوب جانتا ہے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد اس طرح ہے ایمان کی بناء چار ارکان پر ہے ﴿صبر، یقین، جہاد اور عدل﴾ مزید اس طرح فرمایا صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے جیسے سر کے بغیر جسم کی حیثیت نہیں ایسے ہی صبر کے بغیر ایمان کی حیثیت نہیں (5)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایمان کا حسن حکم پر صبر کرنا ہے اور تقدیر پر راضی ہونا (6)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

- (1) الترمذی، السنن، حدثنا عبد اللہ بن ابی زیاد، ص 56/13
- النسائی، السنن، فرض الوقوف بعرفہ، الرقم 2966، ص 28/10
- ابن ماجہ، السنن، من اتی عرفہ قبل الفجر لليلة جمع، الرقم 3006، ص 114/9
- (2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقة الصبر ومعناہ، ص 164/3
- (3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضيلة الرضا، ص 436/3
- (4) آل عمران 3: 146
- (5) البيهقي، شعب الايمان، الايمان على اربعة وعائمه علي، الرقم 38، ص 45/1
- الغزالي، احیاء علوم الدین، بیان حقیقة الصبر ومعناہ، ص 164/3
- الغزالي، قوت القلوب ووصف الصابرين وهو الثاني من، ص 272/1
- (6) البيهقي، شعب الايمان، ذممة الايمان اربع الصبر للحكم، الرقم 201، ص 223/1

اسلام دین رضا ہے

اسلام میں اس کے احکام و قوانین کے ادا کرنے میں رضاء الہی کو بہت بڑا دخل ہے، عبادت کی قبولیت کا تعلق رضا سے ہے ریا سے نہیں، اس مقام کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے بندے پر راضی ہو جائے جیسے مندرجہ ذیل آیات و روایات سے ظاہر ہے، جس طرح نمازی، حاجی، مجاہد کا ایک روحانی مقام ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے والے کا روحانی مقام ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ رضا محبت کے پھلوں میں سے ایک حسین معطر خوشبودار پھل ہے، یا یوں سمجھ لیا جائے کہ بارگاہ مقدس میں محبوبین و مقربین کے اعلیٰ مقامات میں سے ایک مقام ہے قرآن مقدس نے ایمانداروں کے لیے فرمایا

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَمَرْضُوانَ مِنَ اللَّهِ

اکبر (1)

ان کے لیے جنات عدن میں پاکیزہ مقامات ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہوگی اور یہ بہت بڑی شے ہے، جنت کی عطا اور پاکیزہ مقامات کے بعد رضاء الہی کا ذکر بتاتا ہے کہ مقام رضا جنت عدن سے آگے ہے، دوسری جگہ پر اسی مقام رضا کو اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے

مَرْضَى اللَّهِ عَنْهُمْ وَمَرْضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ

العظیم (2)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہی عنوان اس حدیث شریف سے مزید مضبوط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں ایمان داروں کو زیارت سے نوازے گا اور پھر فرمائے گا مجھ سے سوال کرو اور کیا چاہتے ہو لوگ عرض کریں گے تیری رضا چاہتے ہیں جنت اور زیارت کے بعد رضا کا مطالبہ مقام رضا کی اہمیت کو واضح کرتا

(1) التوبة 9: 72

(2) المائدة 5: 119

ہے، دیدار کے بعد رضا کا مطالبہ اس نظر کرم کی ہیئگی کا مطالبہ ہے قیامت کے دن ایمانداروں کو کئی تحائف ملیں گے ان میں ایک یہ ہے کہ انہیں بارگاہ مقدس سے سلام آئے گا جیسے ارشاد گرامی ہے

سلام قولاً من رب مرحیم (1)

دوسرا تحفہ ارشاد خداوندی

ولدینا مزید (2)

سے واضح ہے کہ ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے، تیسرا تحفہ رضاء الہی ہے ارشاد ہوتا ہے

ومرضوان من اللہ اکبر (3)

معلوم ہوا رضا کا تحفہ سب سے بڑا تحفہ ہے اور یہ جنت کی تمام نعمتوں برکتوں، لذتوں سے افضل ہے، اعلیٰ ہے۔ مقام رضا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے ہر فیصلہ پر راضی رہے جیسے کہ قرآن مقدس کے ارشاد گرامی

ومرضو اعنه (4)

سے واضح ہے کہ اس کے بندے بھی اس پر راضی ہو گئے، امام محمد غزالی علیہ الرحمہ سے ایک موقع پر سوال کیا گیا کہ اللہ کا بندے پر راضی ہونا بڑی بات ہے یا بندے کا اللہ پر راضی ہونا، تو آپ نے جواب فرمایا اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا رحیم ہے کریم ہے مہربان ہے وہ تو اپنے بندے پر بہت جلد راضی ہو جاتا ہے، یتیم کے سر پر ہاتھ پھر دیں وہ راضی ہو گیا بھوکے کو کھلا دیا تو وہ راضی ہو گیا، پیاسے کو پلا دیا تو وہ راضی ہو گیا، کسی اندھے کو گڑھے میں گرنے سے بچا دیا تو وہ راضی ہو گیا البتہ بندے کا خدا پر راضی ہونا مشکل ہے اور جب یہ صورت ہو جائے تو بندے پر رحمت خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

رضاء کے اس پہلو پر کہ بندہ خدا پر راضی ہو کئی روایات و احادیث ملتی ہیں ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ایک گروہ سے دریافت فرمایا تم کیا ہو؟ انہوں نے عرض کی حضور ہم

(1) یس 36: 58

ابن ماجہ، السنن، فیما انکرت الجحیمۃ، الرقم 180، ص

(2) ق 50: 35

الطبرانی، المعجم الاوسط، من اسہ مقدار، الرقم 9124، ص 207/19

(3) التوبة 9: 72

(4) المائدة 5: 119

ایماندار ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا نشانی ہے؟ صحابہ نے عرض کی حضور ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور خوشحالی پر شکر کرتے ہیں اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم ایماندار ہو (1)

ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان رضا اس طرح ملتا ہے

طوبیٰ لمن ھدی الاسلام وکان مرزقہ کفافاً ورضی بہ (2)

وہ شخص مبارک ہے جسے اسلام میں ہدایت نصیب ہوئی اور اپنے مختصر رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا، اس مسئلہ رضا کے عنوان پر امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت ابن حبان عبد الرحمن اسلمی اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے اس طرح نقل کی ہے، فرمایا قیامت کے دن میری امت کا ایک گروہ اُڑ کر جنت میں چلا جائے گا اور وہاں پر عیش و امن سے رہیں گے، فرشتے پوچھیں گے تم نے حساب دیدیا ہے وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں، فرشتے پوچھیں گے تم پل صراط سے گزر آئے ہو وہ کہیں گے پتہ نہیں چلا، فرشتے پوچھیں گے تم نے دوزخ دیکھا ہے یہ کہیں گے معلوم نہیں، فرشتے کہیں گے ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں بتاؤ دنیا میں کیا کرتے تھے؟ یہ گروہ کہے گا دنیا میں ہمارا ایک کام تو یہ تھا کہ خدا کی نافرمانی سے بچتے تھے اور دوسرا کام یہ تھا جو کچھ ہمارا مقدر تھا جیسے تھا، جو تھا ہم اس پر راضی رہے تھے تو فرشتے کہیں گے تب تو تمہیں یہ اعزاز ملا ہے کہ جنت میں سب سے پہلے آئے ہو۔ (3)

بنی اسرائیل نے ایک موقع پر جناب کلیم علیہ السلام سے عرض کی اے کلیم ہمیں اللہ تعالیٰ سے پوچھ دیجئے کہ ہم کیا کام کریں کہ جس سے وہ راضی رہے، جناب کلیم علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ تو جانتا ہے بنی اسرائیل کیا سوال کر رہے ہیں، حکم ہوا پیارے کلیم انہیں بتا دے مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں اُن سے راضی رہوں۔ (4)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الرضا، ص 3/436

(2) الغزالی، قوت القلوب، ذکر احکام مقام الرضا، ص 1/430

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الرضا، ص 3/436

(4) الغزالی، قوت القلوب، مقام الرضا، ص 1/430

(5) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الرضا، ص 3/436

ایک حدیث شریف میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اعْطُوا لِلَّهِ الرَّضَىٰ مِنْ قُلُوبِكُمْ تَطْفِرُ (1)

اے فقراء کے گروہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دلوں سے رضا دوتا کہ تم کامیاب ہو۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان پر نقل کیا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ تیری مخلوق میں کوئی مخلوق تجھے زیادہ پیاری ہے، زیادہ پسند ہے؟ جواب ملا کلیم جس شخص سے میں اسکی محبوب چیز لے لوں تو وہ پھر بھی مجھ سے محبت و تعلق رکھے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، پھر عرض کی یا اللہ تیری مخلوق میں وہ کون ہے جس پر تو خفا ہوتا ہے فرمایا وہ لوگ ہیں جن پر میں حکم کر دیتا ہوں وہ میرے حکم پر راضی نہیں ہوتے۔ (2)

ایک اور روایت میں اس سے بھی زیادہ سخت انداز ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے معبود صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو میری طرف سے مصیبت پر صبر نہ کرے، میری نعمتوں پر شکر نہ کرے، میرے حکم پر راضی نہ ہو اُسے چاہیے میرے سوا کوئی اور معبود بنا لے، یہ اظہار ناراضگی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نہ چاہتا نہ اجازت دیتا ہے کہ کوئی بند کفر کرے جہاں کہیں ایسا انداز ملتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا اشارہ ہے (والعیاذ باللہ)

اسی رضا کے سلسلہ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور روایت مزید تائید ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں خادم کی حیثیت سے دس سال گزارے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم دیکھوا اگر میں نے کبھی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اگر میں نے نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کیوں نہیں کیا جو کچھ ہو گیا تو یہ نہ فرمایا کاش نہ ہوتا جو کچھ نہیں ہوا تو یہ نہ فرمایا کاش ہوتا، اگر گھر والوں نے مجھے کچھ کہا تو فرمایا چھوڑو تقدیر میں جو کچھ تھا ہو گیا، اس ارشاد سے مسئلہ رضاء الہی مزید واضح ہوتا ہے۔ (3)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، من الراضعین والقانعین والصادقین، ص 285/3

الغزالی، قوت القلوب، ص 150/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، القول فی علامات محبة، ص 427/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضيلة الرضاء، ص 437/3

سیدنا داؤد علیہ السلام پر ایک وحی بھیجے گا ذکر اس طرح ملتا ہے، جسے صاحب احیاء العلوم نے نقل کیا ہے
داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا میرے بندے داؤد! تو بھی چاہتا ہے میں بھی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو میں
چاہتا ہوں اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو میں تجھے کافی ہوں گا۔ (1)
عبد العزیز ابن رواد فرماتے ہیں سادہ کھانے میں درویشی نہیں بلکہ درویشی اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے
میں ہے۔ (2)

اسی عنوان پر احیاء العلوم شریف میں بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر اس طرح ملتا ہے اس عابد
نے بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ مجھے بتا دیا جائے جنت میں میرا ساتھی کون ہوگا؟ تو خواب میں اُسے
ایک خاتون دکھائی گئی وہ عابد صبح اس خاتون کی تلاش میں اس کے گھر گیا کہ دیکھے یہ خاتون کس عمل
صالح کے باعث اس مقام تک پہنچی، رات وہاں مہمان رہا کوئی خاص عمل نہ دیکھا، یہ عابد تو مصروف
عبادت رہا مگر وہ سوئی رہی صبح کو پوچھا بی بی آپ کا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جس کے باعث آپ
جنت میں جائیں گی، اس خاتون نے کہا ایک چھوٹی سی عادت مجھ میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر رکھی ہے
، بیمار ہو جاؤں تو صحت کی تمنا نہیں کرتی، دھوپ میں ہوں تو سائے کی خواہش نہیں کرتی، ہر حال میں اس
کے ہر فیصلے پر راضی رہتی ہوں کہیں میرا رب یہ کہہ دے کہ بیماری، بھوک، پیاس، دھوپ بھی میری
طرف سے ہی ہیں اس سے نفرت کیوں؟ عابد نے کہا بی بی یہ چھوٹی صفت نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے
کہ آپ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتی ہیں۔ (3)

حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت رابعہ بصری کے سامنے کہہ دیا اے اللہ تو ہم پر راضی ہو جا، مائی صاحبہ
نے فوراً ڈانٹ کر فرمایا سفیان خدا سے ڈرو، تم خود اس پر راضی ہوتے نہیں اور اسکی رضا کی درخواست
کرتے ہو۔ حضرت جعفر بن سلمان صہبی نے حضرت رابعہ علیہا الرحمہ سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے
راضی کب ہوتا ہے تو فرمایا جب مصیبت پراتنا خوش ہو جتنا نعمت پر خوش ہوتا ہے تو پھر اسے مقام رضاء
نصیب ہوتا ہے۔ (4)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الرضا، ص 437/3

(2) من

(3) من

(4) من

سیدنا فضل فرماتے ہیں جب بندے کے نزدیک خدا کا دینا نہ دینا برابر ہو جائے تو یہ مقام رضاء ہے۔ (1)

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد کامل حضرت سری سقطی سے پوچھا کہ کسی عاشق کو محبوب کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اُسے دکھ ہوتا ہے؟ شیخ نے فرمایا ہر گز نہیں وہ محبوب کی رضاء پر راضی ہوتا ہے پھر میں نے کہا اگر تلوار سے بھی زخم ہو جائے پھر بھی راضی رہتا ہے؟ شیخ نے کہا اگر چہ سومرتہ تلوار چلائی جائے پھر بھی راضی رہتا ہے، پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اُس کیلئے دوزخ کو پسند فرماوے تو پھر بھی راضی ہوتا ہے کہ اس کے رب نے اس کے لیے دوزخ کو پسند کیا ہے“ (2)

بشر بن حارث نے بغداد شریف کے محلہ شرقیہ میں ایک شخص کو دیکھا جسے ہزار کوڑے لگے اور اُس نے اُف تک نہ کی، میں نے اس سے پوچھا تجھے مارا کیوں گیا ہے؟ اس نے کہا میں عاشق ہوں میں نے پوچھا تو خاموش کیوں رہا؟ اس نے کہا میرا محبوب مجھے دیکھ رہا تھا، میں نے کہا کتنا اچھا تھا تو بھی اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ لیتا اس فقرہ پر اس نے چیخ ماری اور جان دے دی۔ (3)

بشر کہتے ہیں میں اپنے ابتدائی دور سلوک میں ایران کے ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک سخت مریض کو دیکھا جو بے حس پڑا تھا، کیڑے، مکوڑے، چیونٹیاں اسے چٹے ہوئے تھے مجھے رحم آیا اور خیال کیا اس کا علاج کروں جب تندرست ہوگا تو دعا کرواؤں گا، جب اُسے ہوش آئی تو اُس نے ناراضگی سے دیکھا اور کہا اچھا تیرے خلاف بارگاہ رب میں شکایت کروں گا، بشر فرماتے ہیں میں نے کہا ایسا کیوں میں نے تو تیرا بھلا کیا ہے، اُس بیمار نے کہا یہ بتا مجھ پر مہربان تو زیادہ ہے یا میرا خدا؟ بشر نے کہا یقیناً خدا زیادہ مہربان ہے پھر اس نے کہا تو کون ہے جو میرے اور میرے خدا کے درمیان آ گیا ہے، پھر اس مریض نے کہا یہ بتا یہ جانور کیڑے مکوڑے خود ہی آ گئے تھے یا اللہ کی مرضی سے؟ بشر کہتے ہیں میں نے جواب دیا سب کچھ اسی کی مرضی سے ہی ہوتا ہے تو مریض نے کہا جب میرے رب کی مرضی ایسے ہی ہے کہ میں جانوروں کی خوراک بنتا رہوں تو پھر تو کون ہے؟ بشر فرماتے ہیں میں نے اس سے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الرضاء، ص 437/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقيقة الرضاء وتصومرة فیما بتی، ص 439/3

(3) من

(4) من

معذرت کی اور اپنی راہ لی۔ (1)

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ شدید بیمار ہوا تو آپ شدید پریشان تھے اور غم سے نڈھال، خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ روح پرواز نہ کر جائے جب وہ صاحبزادہ فوت ہو گیا تو آپ کو ان کے جنازہ میں دیکھا گیا، غم و پریشانی کے وہ آثار جو پہلے تھے نظر نہیں آئے، کسی نے پوچھا بچے کی بیماری پر تو آپ بہت پریشان تھے اب موت پر وہ پریشانی نہیں ہے، تو فرمایا اسکی بیماری پر مجھے تکلیف تھی بیٹا ہے مگر اب جب قدرت کا فیصلہ ہو گیا ہے تو اس کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ (2)

سیدنا ابن وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے آپکی بیٹائی جا چکی تھی، آپ بارگاہ قدس میں مقبول تھے آپکی دعا رد نہ ہوتی تھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا تھا لوگ جوق در جوق اپنی مشکلات کیلئے دعا کروانے آتے، اللہ تعالیٰ انکی مشکلات کو حل فرما دیتا۔ (3)

حضرت عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں، میں ان دنوں نوعمری میں تھا ان کے ہاں حاضر ہوا اپنا تعارف کروایا آپ پہچان گئے میں نے عرض کی چچا جان اتنی مخلوق آپ سے دعائیں کرواتے ہیں اور فیض یاب ہو جاتی ہے آپ اپنے لیے بھی دعا کریں کہ آپکی آنکھوں کی روشنی پھر آجائے، آپ مسکرائے اور فرمایا بیٹے اللہ تعالیٰ کی رضا مجھے آنکھوں سے بہت زیادہ محبوب ہے۔ (4)

ایک صوفی کا بچہ گم گیا، کئی دن تک نہ ملا لوگوں نے کہا آپ دعا کریں وہ بچہ مل جائے انہوں نے جواب دیا جو کچھ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر حکم ہو گیا ہے اس پر اعتراض کرنا لڑکے کے چلے جانے سے کہیں زیادہ سخت ہے، اگر دعا ہو بھی جاتی تو یہ رضا کے خلاف نہ تھی مگر انہوں نے رضا کو دعا پر مقدم جانا۔ (5)

عبدالواحد بن زید علیہ الرحمہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں شخص بہت بڑا عابد ہے اور پچاس سال سے مصروف عبادت ہے آپ اُس کے ہاں گئے کہ اسکی زیارت کریں، ملاقات ہوئی آپ نے اس عابد سے پوچھا

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الرضا، ص 3/439

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الرضا، ص 3/440

(3) من

(4) من

(5) من

کہ تم قدرت کے ہر فیصلے پر راضی ہو عابد نے کہا یہ صورت حال پیدا نہیں ہو سکی، عبد الواحد فرماتے ہیں میں نے اسے کہا تیری عبادت کے پیش نظر خاموش ہوں ورنہ صورت حال یہ ہے تیری پچاس سال کی عبادت بے کار ہے اور بے نتیجہ، عبادت کا جو ہر یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں خدا پر راضی ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

مقام رضا

قلب سلیم کی صفات حسنہ میں سے ایک عظیم صفت یہ بھی ہے کہ بندہ قدرت کے ہر فیصلہ پر راضی ہو لب پر شکوہ جاری نہ ہو رب قدوس کے کسی بھی فیصلے پر رد عمل غلط نہ ہو رب قدوس جل مجدہ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کا ذکر اس طرح فرمایا

رضی اللہ عنہم ورضوانہ ذلک الفوز العظیم (1)

اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے قدرت کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر لینا آہ و فغاں، جزع نزع سے بچنا، معمولی بات نہیں رضا اہل محبت کی ایک منزل ہے یہ اس قدر بلند و بالا منزل ہے کہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں بندہ جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو بارگاہ قدس میں دعا کے لئے ہاتھ بھی نہیں اٹھتے عجز و انکساری سے بھی شکوہ کی زبان نہیں کھلتی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی آگ میں ڈالا گیا ہے وہاں پر نہ شکوہ، نہ ہی دعائیں کلمات ملتے ہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کی آپ کی کوئی بات ہے تو بتا دیجئے میں وہاں جا رہا ہوں جہاں کوئی دوسرا نہیں جاسکتا جناب خلیل علیہ السلام نے فرمایا آپ جائیں آپ نے جس سے جا کر میری درخواست کرنا ہے وہ خود دیکھ رہا ہے۔

یا جیسے میدان کر بلا ایک کھلی کتاب ہے جس میں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے بے شمار عنوانات درج ہیں جن میں ایک عظیم باب یہ بھی ہے کہ وہاں پر نہ تو آپ کی زبان شکوہ کے لئے کھلی ہے اور نہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھے ہیں یہ مقام رضا ہے حالانکہ دعا ہو جاتی تو یقیناً رنگ لاتی

مگر ایسا ہوا نہیں کہ قدرت چاہتی تھی کہ میدان کر بلا میں رضا کے تخت پر حسین علیہ السلام کو بٹھا کر اس کی تاج پوشی کر دی جائے کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کو مقام رضا کا درس ملتا رہے میدان کر بلا میں نہ شکوہ ہے نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھے ہیں یہ مقام رضا ہے۔

ایک موقع پر امام غزالی علیہ الرحمہ سے یہ سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر راضی ہو جانا بڑی بات ہے یا بندے کا خدا پر راضی ہو جانا فرمایا اللہ تعالیٰ تو بہت کریم ہے غفور ہے رحیم ہے وہ تو بہت جلد راضی ہو جاتا ہے یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیر دیں وہ راضی ہو گیا محتاج کا تعاون کر دیں راستہ سے کانٹا ہٹا دیں، کسی فقیر غریب بھوکے پیاسے کے کام آجائیں اللہ راضی ہو جاتا ہے مشکل مسئلہ یہی ہے کہ بندہ بھی اپنے رب کے فیصلوں پر راضی ہوتا ہے یا نہیں مقام رضا جنت سے بھی آگے ہے حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت میں ایمانداروں کے سامنے تجلی فرمائے گا اور پوچھے گا بتاؤ اور کیا چاہتے ہو، جنت سے نواز دیئے گئے ہیں، زیارت بخش دی گئی ہے اب مزید یہ سوال عجیب ہے بتاؤ اور کیا چاہتے ہو، ایماندار کہیں گے یا اللہ ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔ (1)

معلوم ہوا رضا کا مقام جنت سے بڑھ کر ہے تبھی تو مطالبہ کیا جا رہا ہے رہی یہ بات کہ جنت اور دیدار الہی کے بعد رضا کا سوال کیوں ہے تو غالباً اس لئے کہ جنت اور دیدار الہی بہت بڑی نعمتیں ہیں اور جنتی چاہتے ہیں کہ یہ نعمتیں ان سے زائل نہ ہوں اس لئے رضا کا مطالبہ کیا کہ جب تک وہ راضی رہے گا یہ نعمتیں بھی زائل نہ ہوں گی جنت اور دیدار سے محرومی نہیں ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

نیکی کی حفاظت رضاء الہی میں ہے

پچھلے مضمون میں آپ نے پڑھا کہ ریا کاری بڑے سے بڑے نیک کام کو بھی برباد کر دیتی ہے، اس عنوان میں اعمال صالحہ کی حفاظت کی جائے اور اس ایمانی دولت کو نفس اور شیطان کے حملوں

سے بچایا جائے۔ اسلام نے اس دولت کو بچانے کے لئے بنیادی نکتہ بتایا ہے کہ انسان عمل صالح بجالاتے وقت ضروری ہے کہ اپنے اس سارے عمل کو صرف اور صرف رضاء الہی کے لئے بجالائے اس نیت اور عقیدہ کے ساتھ نفس اور شیطان دونوں مار کھا جائیں گے۔ آنے والی سطور میں رضاء الہی کے بارہ میں لکھا جا رہا ہے، اللہ کرے، ہم اپنے ہر دینی کام کو صرف اس کی محبت، اس کی رضا کے لئے انجام دیں۔ حضور ﷺ نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا

”من احب لله و ابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان“ (1)

جو شخص اللہ کے لئے ہی کسی سے محبت رکھے، اللہ کے لئے ہی کسی سے بغض رکھے، اللہ کے واسطے ہی کسی کو کچھ دے اور اللہ کے واسطے ہی کسی کو نہ دے، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اس حدیث شریف سے واضح ہے میرا کوئی بھی دینی کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے تو میرا ایمان مکمل ہے کسی شخص سے محبت ہے تو اس لئے کہ یہ نیک ہے، خدا ترس ہے، کسی سے مخالفت ہے تو اس لئے کہ یہ دین کا باغی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں سے سرگردانی کرتا ہے، کسی کو دیا ہے تو اس لئے کہ وہ دین سے وابستہ ہے، دین کے کلموں پر عمل کرتا ہے، کسی کو نہیں دیا تو اس لئے کہ وہ اسلامی اصولوں سے ہٹا ہوا ہے اس سے ایمان مکمل ہے۔ یہ حدیث شریف رضاء الہی کی اہمیت کو واضح کر رہی ہے یعنی کسی سے محبت، کسی سے ناراضگی میں کوئی ذاتی مصلحت غرض نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہے تو یہ تکمیل ایمان ہے۔ اس حدیث شریف میں چار کام نمایاں دکھائی دے رہے ہیں۔

☆ پہلا کام محبت صرف اور صرف اللہ کے لئے اس کے سوا کوئی مصلحت، غرض پیش نظر نہ ہو۔

☆ دوسرا کام ناراضگی، مخالفت صرف اللہ کے لئے، صرف اور صرف اس کی رضا مطلوب ہو۔

(1) ابو داؤد، السنن، الدلیل علی زیادة الايمان، الرقم 4061، ص 291/12

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 145/7

لابن بطّة، الكبير، من احب و ابغض الله واعطى، الرقم 848، ص 368/3

☆ تیسرا کام کسی کو کچھ دے صرف اللہ کے لئے، صرف اس کی رضا مطلوب ہو،

☆ چوتھا کام کسی کو کچھ نہ دے تو صرف اللہ کے لئے۔

ان اصولوں پر عمل بندے کو بارگاہ قدس میں قریب کر دے گا۔

اسی عنوان رضا پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

من مرضى بالله ليسير من اوزق مرضى الله منه با لقليل من العمل (1)

جو تھوڑا رزق لے کر اللہ تعالیٰ سے راضی رہا اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے سے عمل سے راضی ہو جائے

گا۔ اگر آپ نے کسی کو دس روپے دے دیے ہیں تو آپ اس سے حساب بھی دس کالیں گے نہ کہ سو روپے کا

۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھوڑا سا خرچ اس کی رضا کے لئے کیا جائے تو یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ

لاکھوں روپے خرچ ہوں اور اس کی رضا پیش نظر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی رضا کے سلسلہ میں سیدنا

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے

”ان الله يقول يوم القيامة اين المتحابون بجلالي

اليوم اظلمهم في ظلي يوم لا ظل الا ظلي“ (2)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری عظمت کو سامنے رکھ کر محبت کرتے

تھے آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ ہی نہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے آپ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح

ذکر کیا ہے

”قال رسول الله ﷺ الابي ذر اي عري اليمان

اوثق قال الله ومرسوله اعلم قال الموالاة في الله

والحب في الله والبغض في الله“ (3)

(1) البيهقي، شعب الایمان، من مرضى من الله باليسير من، الرقم 4409، ص 108/10

(2) المسلم، الجامع الصحيح، في فضل الحب في الله، الرقم 4455، ص 433/12

الاحمد، المسند، مسند ابی هريرة، الرقم 6933، ص 474/14

البيهقي، شعب الایمان، فقه ابراهيم في المعانقة، الرقم 8705، ص 497/18

(3) البيهقي، شعب الایمان، فضل فيما يقول العاطس في جواب، الرقم 9193، ص 2/20

حضور ﷺ نے ابوذر سے فرمایا، ایمان کی کوئی کڑی زیادہ مضبوط ہے سیدنا ابوذر نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا اللہ کے لئے ایک دوسرے کی مدد کرنا، اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دوستی کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دشمنی کرنا۔ اس حدیث شریف کا نمایاں مفہوم یہ ہوا کہ ایمان کے بہت سے کنڈے، کوئیاں ذرائع ہیں جن سے آدمی وابستہ ہو مگر مضبوط کنڈا رضا الہی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے لئے محبت کے سلسلہ میں حضرت ابی ذرین سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے زندگی بسر کرنے کا اصل طریقہ نہ بتا دوں جس سے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، اور جب تو اکیلا ہو تو جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہ، ابوذر زین تجھے پتہ ہے جب کوئی آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے کہ کسی دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے ہیں

”مر بننا نہ وصل فيك فصله فان استطعت ان تعمل

جسدك في ذالك فافعل(1)

”اے اللہ اس نے تیرے لئے میل جول کیا تو بھی اسے اپنے ساتھ ملا لے، اے ابوذر! اگر تو اپنے جسم سے یہ کام لے سکے تو ضرور لے۔ اس روایت کو صاحب مشکوٰۃ نے باب الحب فی اللہ میں روایت کیا ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کو کون سے کام پسند ہیں؟ کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ، کسی نے کہا حیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

”ان احب الاعمال الى الله تعالى الحب لله والبغض

لله“ (2)

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اسے پسند کرتا ہے کہ محبت ہو تو اسی کے لئے اور دشمنی ہو تو اسی کے لئے۔

(1) البيهقي، شعب الإيمان، قصة إبراهيم في المعانقة في، الرقم 8734، ص 26/19

(2) الاحمد، حديث ابی ذر غفاري، الرقم 2034، ص 307/43

اسی عنوان کی تائید میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ تھا آپ نے فرمایا جنت میں یا قوت کے ستون ہیں اور ان پر زبرد کے بالا خانے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ ایسے جگمگاتے ہیں جیسے چمکدار ستارہ روشن ہوتا ہے لوگوں نے عرض کی حضور ان میں رہیں گے کون؟ فرمایا

”المتحابون فی اللہ والمتجالسون فی اللہ

والمتلاقون فی اللہ“ (1)

جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے مل بیٹھتے ہیں اور اللہ ہی کیلئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ایمان کی علامت

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان کے تحت ایک روایت نقل کی ہے ایک موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم کیا ہو صحابہ نے عرض کی مومن ہیں فرمایا تمہارے اس ایمان کی علامت کیا ہے عرض کی یا رسول اللہ ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں فراخی کی صورت میں شکر کرتے ہیں اور قدرت کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے رب کعبہ کی تم ایماندار ہو۔ (2)

ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے۔

إذا أحب الله عبداً ابتلاه فان صبر اجتباہ فان مرضی

اصطفاه (3)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اگر وہ اس پر صبر کر دیتا ہے۔

(1) البیهقی، شعب الإیمان، قصۃ ابراہیم فی المعانقۃ فی، الرقم 8717، ص 9/19

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الرضا، ص 436/3

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان محبة الله للعبد ومعناه، ص 423/3

تو اسے چن لیتا ہے۔ اگر وہ فیصلوں پر راضی رہتا ہے تو اسے پسندیدہ قرار دے دیتا ہے۔ ابن حبان نے عبدالرحمان سلمیٰ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ پر بہت بڑا انعام فرمائے گا۔ وہ گروہ اُزکر جنت میں پہنچ جائے گا۔ نور کے تختوں پر جہاں چاہے گا سیر کرے گا۔

فرشتے ان لوگوں سے پوچھیں گے تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہم خدا کی نافرمانی سے بچا کرتے تھے دوسرا کام یہ کرتے تھے۔ جو کچھ ہمارے لئے مقدر ہوتا اس پر راضی ہوا کرتے تھے۔ اور کسی دوسری طرف توجہ ہی نہ ہوتی تھی۔ اگر بیمار ہیں تو علاج کی چاہت نہیں ہوتی تھی۔ کہ کہیں ہمارا رب ناراض نہ ہو جائے کہ میری طرف سے بھیجی گئی بیماری سے نفرت کیوں ہے؟ فرشتے کہیں گے تب تو آپ کو یہ مقام ملنا ہی چاہے تھا۔ اس سے معلوم ہوا عابد زاد متقی صوفی عالم ابھی سبھی جنت سے باہر ہیں مگر اللہ کی رضا پر زندگی گزارنے والے لوگ سب سے پہلے جنت میں چلے گئے۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

شکر

قلب سلیم کی صفات حسنہ میں ایک عظیم صفت شکر بھی ہے۔ کہ بندہ ہر حالت میں اپنے رب قدوس کا شکر گزار رہے۔ اس عنوان کو قرآن مقدس نے کئی مقامات پر مختلف انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فَاذْكُرُونِي اذْ كَرَّمْتُمْ وَاشْكُرْتُمْلِي وَلَا تَنْكُفِرُون (2)

مجھے یاد کرو میں تمہارا ذکر کرونگا۔ اور میرا شکر کرو و کفر نہ کرو، اس ارشاد گرامی سے شکر کی اہمیت واضح ہو رہی ہے۔ یہاں پر کفر نہ کرنے کا حکم ہے۔ شکر کے مقابلہ میں کفر کا ذکر ہے۔ حالانکہ شکر کے مقابلہ میں ناشکری ہے۔ مقابلہ شکر اور کفر کا نہیں مقابلہ اسلام اور کفر کا ہے۔

(1) الغزالی، قوت القلوب، ذکر احکام مقام الرضا، ص 430/1

(2) البقرة 152/2

اس انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے۔ ناشکری کا ربط کفر سے ہے جس سے بچا جانا ضروری ہے۔ قرآن مقدس نے شکر کی اہمیت کا ذکر اس طرح بھی فرمایا ہے۔

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورِ (1)

میرے شکر گزار بندے کم ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ صدقہ خیرات کرنے والے تو بہت ہیں۔ مگر شکر گزار کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے آپ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ (2)

اللہ تعالیٰ صاحب شکر اور حلم والا ہے۔

قرآن مقدس کے متعدد ارشادات کے علاوہ حضور سید عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بھی قلب سلیم کی اس عظیم صفت کا ذکر ملتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اطاعوا الشاکر بمنزله الصائم الصابر او كما قال ﷺ (3)

جس کا روزہ نہیں مگر شکر گزار ہے وہ ایسے ہے جیسے روزہ دار ہے اور صابر ہے۔ گویا شکر گزار بندہ کو روزے اور صبر کا اجر ملتا ہے۔ اسی عنوان کے تحت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی۔ آپ حضور ﷺ کی کسی عجیب حالت کا ذکر سنائیں آپ رونے لگیں اور فرمایا حضور ﷺ کی کوئی ایسی حالت نہ تھی جو لا جواب نہ ہو عجیب نہ ہو۔ اب آپ نے فرمایا حضور ﷺ ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے اور اچانک فرمایا۔ ابو بکر کی بیٹی میں عبادت میں مصروف ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کی۔ حضور میں آپ کی مرضی کے تابع ہوں۔ چنانچہ آپ اٹھے اور مشکیزہ کے پاس تشریف لے گئے وضو کیا اور مختصر کیا۔ پھر کھڑے ہو گئے۔ اور نماز شروع کر دی اور پھر آپ اتار دئے کہ آنسو مبارک چھاتی پر گرنے لگے۔ پھر سجدے میں روئے پھر دونوں سجدوں کے درمیان روئے۔ آپ اسی طرح مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال نے آپ کی خدمت میں نماز کی اطلاع عرض کی۔

(1) سبأ 34: 13

(2) التغابن 64: 17

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حد الشکر و حقیقۃ، ص 181/3

الغزالی، قوت القلوب و وصف الشاکرین و هو الثالث من، ص 285/1

حضور سیدہ ام المومنین فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ تو مغفور ہیں معصوم ہیں۔ پھر آپ اس قدر کیوں روئے ہیں۔ تو جواب فرمایا۔

فلا اکون عبدا شکورما

عائشہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے بے پناہ انعامات سے نوازا ہے۔ تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس ارشاد گرامی سے شکر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ حضور ﷺ نبی ہیں رسول ہیں۔ رسولوں کے رسول ہیں۔ مگر صفت شکرگزاری کا ذکر کس حسین انداز میں فرمایا جا رہا ہے۔ (1)

ایک مقام پر حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اعلان ہوگا۔ بہت حمد کرنے والے کھڑے ہوں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہوں گے اور ان کیلئے نشان کھڑا کیا جائے گا۔ اور یہ طبقہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حمادوں بہت حمد کرنے والے کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہ حالت خوشی کی ہو یا غمی کی دکھ کی ہو۔ یا سکھ کی۔ ان کی زبانوں پر شکر ہی رہتا ہے۔ (2)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اس عنوان کا ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام سے کسی کا گزرا ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جو رو رہا تھا۔ اور اس سے پانی بہہ رہا تھا۔ آپ کو اس سے تعجب ہوا اور پوچھا۔ یہ آہ وزاری اس قدر کیوں ہے۔ اس نے کہا۔ خدا کے خوف اور دوزخ کے ڈر سے رو رہا ہوں۔ آپ نے دعا کی۔ یا اللہ اس پتھر کو آگ سے بچالینا۔ وہ نبی آگے چلے گئے۔ دیر کے بعد اسی مقام سے پھر گزر رہا تو وہ حسب سابق ہی رو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا اب کیوں رو رہا ہے۔ اس نے عرض کی۔ پہلا رونا خوف کا تھا اب یہ رونا شکر اور سرور کا ہے۔ (3)

ایک اور مقام پر شکر کی اہمیت میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

الحمد سر ذاء الرحمن (4)

شکر خدا کی چادر ہے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کو فرمایا گیا ہے۔ میں اپنے اولیاء مکافات میں شکر سے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حد الشکر وحقیقۃ، ص 181/3

(2) الغزالی، قوت القلوب، ووصف الشاکرین وهو الثالث من، ص 290/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حد الشکر وحقیقۃ، ص 181/3

(4) من

راضی ہوتا ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین شکر ہے

جس طرح اسلام مشکلات و مصائب میں صبر کا حکم دیتا ہے ایسے راحت و خوشی میں انعامات الہیہ پر شکر کا بھی حکم دیتا ہے، قرآن مقدس نے فرمایا

فاذکرونی اذکر کم واشکرو لی ولا تکفرون (1)

تم مجھے یاد رکھو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر کرو اور کفرانِ نعمت سے بچو۔ اس آیہ مبارکہ میں شکر کے مقابلہ میں کفر کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ کفر اسلام کے مقابلہ میں ہے نہ کہ ناشکری کے مقابلہ میں۔ جس سے پتہ چلتا ہے ناشکری اتنا بڑا فحش عمل ہے کہ اس کے رابطے کفر سے ملتے ہیں، خطرہ ہے کہ ناشکری کے عمل سے کہیں کفر کی سرحدوں میں نہ چلا جائے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے یہاں کفر بمعنی ناشکری ہے پھر بھی ناشکری کا خطرناک عمل ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ اس کیلئے لفظ کفر کا استعمال ہوا، شکر کی عظمت کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح بھی ذکر کیا ہے

وقلیل من عبادی الشکوس (2)

میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں، اسی شکر کے عنوان پر رب قدوس جل مجدہ نے ایک مقام پر اس طرح ذکر فرمایا

لئن شکرتہ لازیدنکم ولئن کفرتہ ان عذابی لشدید (3)

اگر تم نے شکر کیا تو میں مزید برکتیں عطا کروں گا اگر ناشکری کی تو یاد کرو میرا عذاب سخت ہے۔ رب قدوس جل مجدہ نے اپنی صفات میں اس طرح ارشاد فرمایا

واللہ شکوس حلیم (4)

(1) البقرہ 2: 152

(2) سبأ 34: 13

(3) ابراہیم 14: 7

(4) التغابن 64: 17

اللہ شکور ہے اللہ حلیم ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی شکر کی عظمت اور اہمیت کا ذکر ملتا ہے ارشاد ہوتا ہے

الطاعم الشاكر بمنزلة الصائم الصابر (1)

بغیر روزہ کے شکر گزار بندہ، روزہ دار صابر کی طرح ہی ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا ہوگی کہ بہت حمد کرنے والے کھڑے ہوں، وہ لوگ آئیں گے، پھر ان کیلئے ایک نشان مقرر کر دیا جائے گا وہ اسی صورت میں جنت میں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کی حضور بہت حمد کرنے والوں سے مراد کون لوگ ہیں فرمایا جو ہر حال میں شکر کرتے ہیں۔ دوسرے مقام پر شکر کی عظمت کا ذکر اس طرح ملتا ہے

الحمد مرداء الرحمن (2)

شکر خدا کی چادر ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے آپ نے فرمایا

يتخذ احدكم لسانا ذاكرا وقلبا شاكرا (3)

تمہیں چاہیے کہ تمہاری زبان ذکر الہی میں مصروف رہے اور تمہارا دل شکر میں۔ شکر کے کئی درجے قرار دئے جاسکتے ہیں

☆ پہلا درجہ تو یہ ہے کہ بادشاہ کی طرف سے انعام ملنے پر خوش ہو، بس اسے اتنا ہی کافی ہے کہ انعام مل گیا یہ انعام کسی اور کی طرف سے بھی مل جاتا تو یہ اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہے، یہ درجہ شکر کے معنی میں آتا تو ہے مگر کمزور ہے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ خوشی اس وجہ سے ہو کہ انعام بادشاہ کی طرف سے ملا ہے اگر یہی انعام اسے کسی اور کی طرف سے مل جاتا تو اس قدر خوش نہ ہوتا جس قدر اب ہے کہ اسے بادشاہ سے محبت ہے۔

☆ تیسری صورت یہ ہے کہ بادشاہ کے اس انعام کے ذریعہ اس کا کام کرے اس کی رضا چاہے، اس کا قرب چاہے، کہ اسی کے دیے انعام کو اسی کی خدمت، اس کی محبت، اسی کی اطاعت کیلئے صرف

(1) الترمذی، السنن، الرقم 2486، ص 653/4

(2) الغزالی، قوت القلوب، ووصف الشاکرین، ص 290/1

(3) ابن ابی شیبہ، المصنف، الرقم 35157، ص 182/7

الاحمد، المسند، الرقم 22392، ص 75/37

کرے شکر کا یہ تیسرا درجہ بہت قابل قدر ہے اور بادشاہ کے ہاں یہی محبوب ہے کہ اس کے انعام کو اس کے کام کیلئے صرف کر رہا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ رب قدوس کے شکر میں یہی درجہ اختیار کرے، اس کی دی ہوئی دولت، نعمت سے اسی کے کاموں میں مصروف رہے، اسی سے قرب رکھے، میرے تمام اعضاء قدرت کی عطا کردہ نعمتیں ہیں مجھے چاہیے کہ اپنے تمام اعضاء کو اسی کے کام میں لگائے رکھوں، آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ کسی مسلمان کا عیب دیکھوں تو پردہ پوشی کروں، کانوں کا شکر یہ ہے کہ کسی بھائی کا عیب سنوں تو آگے افشاء نہ کروں، زبان کا شکر یہ ہے کہ زبان سے الفاظ ایسے ادا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف اظہار نہ ہو۔ حضور سید عالم ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کی بہتر ہے پھر دریافت فرمایا تو اس نے عرض کی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں فرمایا میں یہی چاہتا تھا کہ سنوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نیک اور شکر گزار بندوں سے نوازے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام دین توکل ہے

اسلام انسان کو زندگی گزارنے، اپنے کو روحانی طاقت ور بنانے اور اپنے رب قدوس جل مجدہ کی ذات والاصفات پر بھروسہ کرنے کا حکم دیتا ہے، اسلامی اصطلاح میں یہی صورت حال توکل کہلاتی ہے۔ قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا

وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مئومنین (1)

اگر تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو کہ وہ تمہاری زندگی کے معاملات نشیب و فراز میں کارساز مطلق ہے۔

دوسری جگہ پر اس توکل کے عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ (2)

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے بس وہی ذات گرامی اسے اس کے سارے معاملات میں کافی ہے۔

(1) المائدہ 23:5

(2) الطلاق 3:65

تیسری جگہ پر یہی عنوان توکل اس طرح ملتا ہے

ان الله يحب المتوكلين (1)

بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ایک اور مقام پر توکل کرنے والے کی عظمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اليس الله بكاف عبده (2)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

ایک اور مقام پر نہایت حسین انداز میں اسے ارشاد فرمایا گیا ہے

ومن يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم (3)

جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ یقین جان لے کہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے ایسی عزت والا ہے کہ جو اس کی پناہ میں آجائے اسے ذلیل نہیں کرتا اور اسے بربادی سے بچا لیتا ہے اور حکمت والا ایسا ہے کہ جو اس کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کی حفاظت میں کمی نہیں فرماتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عنوان پر سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے حج کے دنوں ساری اُمتیں دکھائی گئیں، میں نے اپنی اُمت کو دیکھا اس سے ہموار زمین اور پہاڑ سبھی بھر گئے، مجھے اپنی اُمت کی اس کثرت سے تعجب ہوا، بارگاہِ قدس سے حکم ہوا کہ تو خوش ہو گیا میں نے عرض کی ہاں فرمایا گیا، ہم ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیں گے، لوگوں نے عرض کی حضور وہ کون لوگ ہیں جو قیامت کے دن بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے تو آپ نے فرمایا

الذين على ربهم يتوكلون

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، یہ عظیم خوشخبری سن کر حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہوئے عرض کرتے ہیں حضور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے بنادے جو

(1) آل عمران 159:3

(2) الزمر 36:39

(3) الانفال 49:8

بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے ان کی اس درخواست پر حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور بارگاہ قدس میں عرض کی

اللهم اجعله منهم

اے اللہ تعالیٰ عکاشہ کو بھی ان میں شمار کر لے حضور ﷺ کے اس کرم کو دیکھتے ہوئے ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ حضور میرے لیے بھی یہی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس گروہ میں شامل فرمائے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں عکاشہ پہل کر چکا ہے۔ (1)

ایک اور حدیث شریف میں ہے اگر تم اللہ پر ایسا بھروسہ کرو جیسا اس کی ذات پر کرنا چاہئے تو اللہ عزوجل تمہیں پرندوں کی طرح (خزانہ غیب سے روزی بخشے) کہ وہ صبح بھوکے اڑتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں اور بظاہر خوراک کا کوئی سامان نہیں ہوتا ایک اور حدیث شریف میں اس طرح خطاب ہے ”جسے یہ بات اچھی لگے کہ وہ زیادہ غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ اپنے سامنے کسی شے کی نسبت خدا تعالیٰ کے پاس شے پر زیادہ اعتماد کرے۔ (2)

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (3)

اس حی و قیوم پر بھروسہ جسے موت نہیں پھر فرمایا بندے کو اس حکم ربانی کے بعد کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام پر جی ہوئی اے داؤد جو شخص میری ذات سے وابستگی رکھے گا اور مجھی پر بھروسہ کرے گا اسے مخلوق سے سروکار نہ ہوگا تو زمین و آسمان اس کیلئے دعا کریں گے تو میں اس کے نکلنے کی راہ پیدا کر دوں گا۔

اسی ضمن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی زبردست دلیل ہے جب آپ کو نمرود کی آگ میں ڈالا گیا تو جبریل علیہ السلام نے ان سے عرض کی آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ تو غلیل علیہ السلام

(1) النحل 42:16

حلیۃ الاولیاء، عتبہ بن عبد السلامی، ص 206/1

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة التوکل، ص 335/3

(3) الفرقان 58:25

الغزالی، بیان حقیقة التوحید الذی هو اصل، ص 136/3

نے جواب میں فرمایا نہیں تجھ سے نہیں یہ جواب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عظیم توکل، عظیم بھروسہ اور اپنے خدائے قدوس کی ذات والاصفات پر مکمل اعتماد کا درس دیتا ہے یہ جواب اس بات کی دلیل تھا کہ جب آپ کو آگ میں گرانے کیلئے پکڑا گیا تو آپ نے فرمایا تھا

حسبى الله نعم الوكيل (1)

مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اس ارشاد کی تکمیل تھی کہ جبریل سے فرمایا تجھ سے حاجت نہیں

من انقطع الى الله عزوجل كفاه الله (2)

جو اپنے کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر لیتا ہے بس اللہ عزوجل اسے کافی ہے

ويرزقه من حيث لا يحتسب (3)

اور اسے رزق عطا فرماتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے رزق کو یہی حکم ہے کہ وہ بندے کی تلاش کرے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم شریف میں حضرت ابراہیم بن ادھم کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جو اس عنوان میں مزید حسن پیدا کرتا ہے ابراہیم فرماتے ہیں میری ملاقات ایک عابد سے ہوئی جو عرصہ سے اکیلا جنگل میں رہ رہا تھا اس کے قرب و جوار میں کوئی شہر، بستی، آبادی نہیں تھی، میں نے اس کی صورت حال سے تعجب کیا کہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کہاں سے ہے اور کیسے ہے؟ ابراہیم فرماتے ہیں میں نے اس سے یہی سوال کر دیا کہ تیرے کھانے پینے کا انتظام کیا ہے، تیرے لئے یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ اس عابد نے مسکرا کر جواب دیا کہ یہ سوال مجھ سے کرنے کا نہیں یہ سوال میرے پروردگار سے پوچھ کہ وہ مجھ کو کہاں سے کھلاتا ہے۔ (4)

عابد کا یہ جواب قرآن مقدس کے ارشاد گرامی کی زبردست تفسیر ہے

(1) ال عمران 3: 173

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، التوحید الذی هو اصل، ص 335/3

(3) الطلاق 3: 65

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، التوحید الذی هو اصل، ص 336/3

یرزقه من حیث لا یحتسب (1)

کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو ایسی جگہ سے رزق بھیجتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ مجھے اپنی زندگی کا عظیم واقعہ بھی یاد آ گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے رزق کا سامان کس طرح فرماتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

توکل علی اللہ

قلب سلیم کی صفات حسنہ میں ایک عظیم صفت توکل علی اللہ بھی ہے۔ کہ بندہ اپنے رب قدوس کی ذات پر ہر حال میں متوکل رہے۔ قرآن مقدس نے اس صفت کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (2)

اگر ایماندار ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے

وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون (3)

توکل کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل کریں۔

ایک مقام پر اس مقدس عنوان توکل کی اہمیت کا اس طرح ذکر ہے۔

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ (4)

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ بس وہ اسے کافی ہے اس صفت توکل کو اپنانے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

آن اللہ یحب المتوکلین (5)

بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب فرماتا ہے۔ یہی عنوان دوسری جگہ اس طرح ملتا ہے

(1) الطلاق 3:65

(2) المائدہ 23:5

(3) ابراہیم 12:14

(4) الطلاق 3:65

(5) آل عمران 159:3

الیس اللہ بکاف عبدہ (1)

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اس پر بھروسہ رکھتا ہے اسے حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ کیا یہ اللہ کے بندے کیلئے کافی نہیں یعنی یقیناً کافی ہے۔ یہی عنوان قرآن مقدس ایک اور مقام پر اس طرح ملتا ہے

ومن يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم (2)

جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے بیشک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے یعنی جو اسکی پناہ میں آجائے اسکو ذلیل نہیں کرتا، اور جو اُس کی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُس کی تدبیر سے کوتاہی نہیں کرتا۔

اسی توکل کے ضمن میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی جسے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا موسم حج میں مجھے امتیں دکھائی گئیں میں نے اپنی امت کو دیکھا اسکی کثرت سے پہاڑ زمین سب بھر گئے، مجھے اس کثرت پر تعجب ہوا اور فرمایا ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں چلے جائیں گے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے، آپ نے فرمایا جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔ اس پر عکاشہ بن محسن نے عرض کی حضور میرے لئے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس گروہ میں اٹھائے آپ نے دعا فرمائی

اللهم اجعله منهم

اے اللہ اسے بھی ان سے بنادے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی یہی عرض کی، تو حضور ﷺ نے فرمایا اس میں عکاشہ تجھ سے پہلے کر گیا ایک اور روایت میں اسی عنوان کی تائید اس طرح ہے

من انقطع الى الله عز وجل كفاه و يرزقه من حيث

لا يحتسب (3)

جو اللہ کا ہو کر رہ گیا (اس پر توکل کیا) اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے اور اسے ایسے رزق دے گا کہ اسکو وہم و گمان سے بالا ہوگا۔

(1) الزمر 36:39

(2) الانفال 149:8

(3) الطلاق 3:65

حلیۃ الاولیاء، عتبہ بن عبد السلامی، ص 206/1

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک راہب سے پوچھا تیرے رزق و خوراک کا کیا اہتمام ہے اس نے کہا یہ بات میرے جاننے کی نہیں میرے خدا سے پوچھ کہ وہ مجھ کو کہاں سے کھلاتا ہے۔ (1)

حضرت اولیس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب آدمی اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل، اپنا کفیل بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے بہت سی بہتری کی راہیں کھول دیتا ہے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

آٹے کی بوری

جامعہ فریدیہ کے قیام کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے طلبہ پر ایک ایسا کڑا وقت آ گیا کہ لنگر میں پکانے کیلئے ایک سیر آٹا بھی نہیں اور کھانے والے اس وقت 25، 30 طلبہ تھے میری جیب میں اس وقت پانچ روپے تھے خیال کیا بازار سے بھنے چنے منگوا لئے جائیں جو نئی جیب سے پیسے نکالے آنکھوں سے آنسو بھی نکل گئے کہ درویشوں پر کس قدر کڑا وقت ہے عین اسی وقت ایک بچے نے بتایا کہ باہر ایک ریڑھی والا آیا ہے آٹے کی بوری رکھ کر چلا گیا ہے، فوراً پتہ کیا کہ وہ کون ہے اسے رسید دی جائے مگر کافی تلاش کے باوجود نہ ریڑھی نظر آ سکی، نہ ہی بندہ۔ آٹا مل گیا لنگر پک گیا طلبہ نے پیٹ بھر کر کھایا واللہ الحمد جب بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل و وکیل دل کی گہرائیوں سے مان لیتا ہے تو اس کیلئے بہتری کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

سبب توکل کے خلاف نہیں

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ اسباب کا ہونا توکل کے خلاف نہیں مکان، دکان کے ہوتے ہوئے اللہ پر بھروسہ و توکل ہے۔

کاشتکاری کے ہوتے ہوئے زمین سے غلہ ملنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ عین توکل ہے

(1) الغزالی، احیاء العلوم الدین، بیان حقیقۃ التوحید الذی هو اصل، ص 336/3

(2) من

زمین کا ہونا خلاف توکل نہیں، زندگی گزارنے کیلئے کاروبار کا ہونا توکل کے خلاف نہیں، کاروبار ہو پھر اس پر توکل و بھروسہ یہ اصل توکل ہے، سفر میں سامان ضرورت ساتھ نہ لیجانا توکل نہیں، حضور سید عالم ﷺ غار حرا میں جاتے تو حسب ضرورت سامان خورد و نوش ساتھ رکھتے اگر سامان کا ساتھ ہونا خلاف توکل ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی ایسا نہ کرتے، آپ تو تمام متوکلین کے امام و رہنما ہیں۔

ایک عابد و زاہد شہر سے کئی دن دور رہا اور فیصلہ کیا کہ میں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اللہ تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ تو رزق پہنچانے پر قادر ہے مگر عابد کا یہ فیصلہ غلط تھا۔ چنانچہ کئی دن تک نہ کہیں گیا نہ کسی سے ملا نہ کسی سے مانگا اور اللہ تعالیٰ سے کہتا رہا کہ یا اللہ تو نے جتنا رزق میرے لیے لکھا ہے مجھے عطا کر دو نہ میری روح قبض کر، بارگاہ قدس سے القاء ہوا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم تجھے رزق نہ دوں گا جب تک تو اسباب کو نہ اپنائے گا۔ لوگوں سے میل جول نہ رکھے گا، حکم ہوا اے زاہد تو چاہتا ہے کہ اپنی دنیا میں تو زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کر دے کیا تجھے پتہ نہیں کہ میں اپنے بندوں کو دوسروں کے ہاتھ سے رزق پہنچانا اس سے بہتر جانتا ہوں کہ خود اپنے دست قدرت سے دوں۔ معلوم ہوا کہ اسباب کا ہونا توکل کے خلاف نہیں، معلوم ہوا اسباب سے دوری اور نفرت حکمت الہیہ کے خلاف ہے۔ اور یہ صورت حال توکل سے دور ہے۔

اسباب کا اختیار کرنا پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں، ہاں اگر کوئی شخص اپنے اسباب کو ہی سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور قدرت پر بھروسہ نہیں کرتا تو اس کی یہ صورت حال توکل علی اللہ کے خلاف ہے، ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم سب کو دیکھتے ہیں مسبب کو بھول جاتے ہیں، یہ صورت خلاف توکل ہے۔

زمین کا جھاڑ اچھا رہا، غلہ کافی آگیا تو کہنا شروع کر دیا کہ زمین بہت اچھی تھی یا پانی باقاعدہ لگتا رہا، کھاد میں کمی نہیں کی گئی، فصل کو گھاس پھوس سے اور جڑی بوٹیوں سے صاف رکھا گیا اب تو اس قدر غلہ ہونا ہی تھا، افسوس میں نے سب کو دیکھا ہے مگر مسبب کو نظر انداز کر دیا ہے، اس پر میری نگاہیں گئی کہ میں نے زمین میں قیمتی بیج ڈال کر ضائع کر دیا ہے اور یہ بیج اس زمین میں بکھیرا ہے جو لوہا بکڑی، جسم کو نگل جاتی ہے یہ بھول گیا ہوں کہ وہ کونسی ذات گرامی ہے جس نے اس زمین کو حکم دیدیا ہے کہ خبردار کاشتکار کے بیج کو کھانا نہیں اُگانا ہے اور کس نے زمین کے منہ کو لگام دیدی کہ وہ بیج کو کھائے

مت بلکہ اسکی حفاظت کرے۔

تاجر آدمی اپنی یومیہ آمدنی پر بڑا خوش ہوتا ہے کہ آج دکان سے اس قدر نفع مل گیا اور کہتا ہے دکان موقع کی ہے، اس میں مال خاصہ ڈالا گیا ہے نفع تو آنا ہی تھا۔ تاجر دکاندار بہک گیا اس نے دکان کے سبب کو دیکھا ہے اور مسبب کو بھول گیا ہے کہ وہ کون ذاتِ بابرکات ہے جو گاہک کو تیری دکان پر لاتی ہے موقع کی دکان مال کی فراوانی تو اور دکانوں میں بھی ہے، مگر تیرے ساتھ کرم اسی کی خاص عنایت ہے۔

خوف خدا

قلب سلیم کی صفات حسنہ میں ایک صفت خدا خونی بھی ہے کہ بندہ ہر لمحہ اپنے رب قدوس سے ڈرتا رہے، ڈرنے کا یہ معنی نہیں جیسے بندہ دشمن سے ڈرتا ہے یا موذی جانور سے ڈرتا ہے۔ بلکہ ایسا ڈر مراد ہے کہ اگر میں نے اپنے رب کی رضا کے خلاف کچھ کیا تو مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اور اسکی ناراضگی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اسکی ذات سے ڈرنے والے کو اپنی رضا کا مژدہ سنایا ہے۔

مرضی اللہ عنہم و مرضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ (1)

اللہ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔ جو جو اپنے رب سے ڈر گئے معلوم ہوا خدا خونی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو خوش قسمت کو نصیب ہوتی ہے۔

قرآن مقدس ایمان داروں کو یہ عظیم صفت اپنانے کا حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ (2)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسکی ذات کا علم ہو قرآن مقدس نے اس عنوان کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے

(1) البینۃ 8:98

(2) البقرہ 2:278

انما يخشى الله من عباده العلماء (1)

اللہ تعالیٰ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں آپ شیر سے ڈر جائیں گے کہ آپ جانتے ہیں، علم رکھتے ہیں وہ ایک طاقتور جانور ہے۔ چند ماہ کا بچہ شیر سے نہیں ڈرے گا کہ اسے علم ہی نہیں یہ شئی کیا ہے۔ قرآن مقدس نے ایمان اور خوف کو ساتھ ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (2)

اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔

حضور سید عالم ﷺ نے اسی عنوان کو اس طرح بھی ارشاد فرمایا ہے

مرأس الحكمة مخافة الله (3)

حکمت کی اصل خوف الہی ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا اگر تمہیں پسند ہو کہ مجھے ملو تو میرے بعد خوف بہت کرنا۔

سیدنا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ ڈر اسے ہر طرح کی

بہتری سوجھا دیتا ہے۔ (4)

حضرت شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے عبرت و حکمت کا ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا، حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب مومن سے گناہ سرزد ہو جائے، تو اس کے پیچھے دو نیکیاں ہوتی ہیں ایک خدا کا خوف کہ یہ بہت بڑی نیکی ہے دوسری مغفرت کی امید کہ یہ بھی عظیم نیکی ہے گویا اب مومن کا یہ گناہ خوف و امید کے درمیان ہو گیا اور یہ دونوں نیکیاں اس گناہ کی معافی بن جائیں گی۔ (5)

(1) فاطر 28:35

(2) آل عمران 175:3

(3) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 162/8

(4) البیہقی، شعب الایمان، خیر الزاد التقوی وراس الحکمة، الرقم 761، ص 305/2

(5) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضيلة الخوف و الترغيب فيه، ص 261/3

(5) مـن

قرآن مقدس نے اس خوف کے مقام کو اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے

و لمن خاف مقام ربہ جنتان (1)

جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈر گیا اسے دو باغات (انعامات) ہوں گے، خوف خداوندی کے عنوان کو حضور ﷺ نے ایک موقع پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا

من خاف الله تعالى خاف عنه كل شئ او كما قال ﷺ (2)

جو شخص خدا سے ڈرا، اللہ تعالیٰ ہر شئی کو اُس سے ڈراتا ہے۔

و من خاف غير الله خوفه الله من كل شئ (3)

اور وہ جو خدا کے غیر سے ڈرا اللہ تعالیٰ اُسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔ دوسری حدیث میں اسی عنوان اس طرح ملتا ہے۔

اتمکم عقلا اشد کم خوفا (4)

تم میں زیادہ عقلمند وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔

سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کا دل نرم

ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اسکی عقل درست ہو جاتی ہے۔ (5)

حضرت ابوالحسن نائینا فرماتے ہیں، خوف تیرے اور خدا کے درمیان باگ ہے۔ جب وہ

جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ (6)

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا قیامت کے دن سب سے زیادہ بے خوف کون ہوگا

فرمایا جو دنیا میں خوف خدا زیادہ رکھتا تھا۔ (7)

(1) الرحمن 46:55

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة الخوف والترغیب فیہ، ص 262/3

(3) من

(4) من

(5) من

(6) من

(7) من

حضرت ابوسلیمان وارانی فرماتے ہیں جس دل سے خوف علیحدہ ہو جاتا ہے، وہ خراب ہو جاتا ہے۔
حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس قدر حلال کھانے، حلال کمانے، حلال پینے، حلال
پہننے کا عادی ہوگا اسی قدر اس کے دل میں خدا کا خوف بڑھتا جائے گا، قرآن مقدس نے اسی خوف کے
عنوان کو اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (1)

جو لوگ اپنے رب کو بلاتے ہیں اس سے ڈرتے ہوئے اور اسکی رحمت کا طمع کرتے ہوئے، یہ آیہ کریمہ
خدا سے ڈرنے والوں کی عظمت ہے دوسرے مقام پر اس طرح بھی ہے

يَدْعُونَنَا مَرْغَبًا وَمَرْهَبًا (2)

ہمیں چاہت اور ڈر کی بناء پر بلاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا کا خوف طاری ہو اور وہ
کانپ جائے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے درخت سے پتے۔
ایک اور حدیث شریف میں ہے

لا يلج الناس احد بكمي من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع او كما قال ﷺ (3)

جو شخص خدا کے ڈر سے رویا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا جیسے دودھ دوبارہ تھنوں میں داخل نہیں ہو سکتا
حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں انہوں نے دربار رسالت میں عرض کی حضور نجات کی صورت کیا ہے
فرمایا ”اپنی زبان بند رکھ گھر سے باہر مت نکل (بلا ضرورت) اور اپنی خطا پر رویا کر (4)

ام المؤمنین حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ
ﷺ کوئی شخص بغیر حساب بھی جنت میں داخل ہو سکے گا فرمایا ہاں ”جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے

وہ بلا حساب جنت میں داخل ہوگا۔ (5)

(1) السجدة 16:32

(2) الانبياء 21:90

(3) الاحمد، الزهد، لن يلج الناس احد بكمي من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع، الرقم 1006، ص 38/3

(4) الترمذي، السنن، في حفظ اللسان، الرقم 2330، ص 427/8

(5) الغزالي، احياء علوم الدين، بيان ان الايفض هو في غلبة الخوف، ص 263/3

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ جب روتے تو اپنے آنسوؤں کو چہرہ پر مل لیتے اور فرماتے مجھے خبر ملی ہے جس جگہ خوف خدا سے بننے والے آنسو لگ جائیں گے وہاں جہنم کی آگ نہیں پہنچ سکے گی۔ (1)

حضرت ابوسلمان درانی فرماتے ہیں جس کی آنکھ سے خدا کے خوف سے آنسو ڈبڈبائیں گے قیامت کے دن اس کے چہرے پر ذلت و شرمندگی کا غبار نہیں ہوگا اور اگر آنسو بہیں گے تو پہلے قطرے سے ہی بہت سے آگ کے سمندر ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ (2)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے لئے خدا کے خوف سے ایک آنسو کا بہنا سونے کا پہاڑ خیرات کر دینے سے بھی اچھا ہے یہی عنوان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح ملتا ہے، میرے لئے خدا کے خوف کا ایک آنسو ہزار دینار خیرات کرنے سے اچھا ہے۔ (3)

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام مایوسی سے روکتا ہے

اسلام کے بے شمار خصائص و فضائل میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بندے کو مایوس ہونے سے روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات بابرکات سے امیدیں وابستہ رکھنے کا درس دیتا ہے، اگرچہ اس کی ذات والا صفات سے امید رکھنے میں تو ہر شخص مدعی ہو سکتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ رکھنے کا حق انہیں لوگوں کو ہے جو ایماندار ہیں، ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اسی عنوان کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ان الذین آمنوا والذین ہادوا و جاہدوا فی سبیل اللہ

اولئک یرجون رحمۃ اللہ (4)

اس آیت کریمہ کا یہ معنی نہیں کہ امید کا وجود صرف انہیں لوگوں میں ہے کہ امید تو اور لوگ بھی کرتے ہیں

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلة الخوف والترغیب فیہ، ص 263/3

(2) المدخل، آداب السلوک، ص 271/3

(3) المدخل، فصل جامع لبعض آداب السلوک، ص 271/3

(4) البقرة 2: 218

جن میں یہ صفات نہ ہوں، مگر ان کو استحقاق امید نہیں، استحقاق امید انہیں کو ہے جو اپنے اندر یہ صفات رکھتے ہیں، کہ ایماندار ہیں، ہدایت والے ہیں اور جہاد کرنے والے ہیں، اپنے مالک یا بادشاہ کی خدمت انجام دینے میں دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو خادم اس لئے خدمت کرتا ہے کہ اس پر مالک کا ڈر مسلط ہے، جو خدمت نہ کرے گا تو سزا پائے گا یا اس لئے کرتا ہے کہ اُسے مارا ڈرتا نہیں مگر مالک کے احسان اور کرم کی امیدیں رکھتا ہے، تو ظاہر ہے مالک کو محبت تو اُسی سے زیادہ ہوگی، جو مالک سے امیدیں وابستہ رکھ کر خدمات انجام دے رہا ہے، رب قدوس سے مایوس نہ ہونے کے عنوان کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے،

(لا تقنطوا من رحمة الله (1)

اس آیت مبارکہ میں ناامیدی کو ممنوع اور حرام فرمادیا گیا ہے۔

یہی عنوان ایک حدیث قدسی سے اس طرح واضح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انا عند ظن عبدی بی (2)

میں اپنے بندے کے خیالات کے قریب ہوں، ایک موقع پر حضور ﷺ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جو حالت نزع میں تھا اُس سے دریافت فرمایا کیا حال ہے، اُس نے عرض کی یا رسول اللہ اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اور رب قدوس جل مجدہ سے رحمت کی امید کرتا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کو اس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور رُز سے امن دے دیتا ہے۔ (3)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو گناہوں کی کثرت کے خوف سے ناامید ہو گیا تھا، آپ نے اُسے فرمایا تیرے سب گناہوں سے بڑھ کر یہ گناہ ہے کہ رب قدوس کی

(1) الزمر 39: 53

(2) البخاری، الجامع الصحیح، قول اللہ تعالیٰ یریدون ان، الرقم 6951، ص 23/24
المسلم، الجامع الصحیح، فضل الذکر و الدعاء والتقرب الی، الرقم 4849، ص 13/189
ابن ماجہ، السنن، فضل العمل، الرقم 3812، ص 11/270

(3) الغزالی، قوت القلوب، ص 1/301

رحمت سے نا اُمید ہے۔ (1)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اس عنوان پر احیاء العلوم شریف میں کئی روایات بیان کی ہیں، جن میں ایک یہ ہے قیامت کے دن اللہ کسی مجرم بندہ سے فرمائے گا، تو نے برائی دیکھی اور منع کیوں نہ کیا وہ عرض کرے گا اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے معافی کی امید کرتا تھا، ایک اور حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، غریب لوگ اس سے معافی کی امید کرتے تھے، وہ معاف کر دیا کرتا تھا، قیامت کے دن اس کے نامہ عمل میں کوئی اور نیکی نہ ہوگی صرف یہی ہوگی کہ لوگوں کو ان کی امید کے مطابق معاف کر دیا کرتا تھا، بارگاہ قدس سے اپنی بخشش کی امید رکھا کرتا، بارگاہ قدس سے حکم ہوا ہم اسے معاف کرتے ہیں یہ ہم سے رحمت و بخشش کی امید رکھا کرتا تھا۔ (2)

ابان ابن ابی عیاش اکثر و بیشتر اپنے خطبات و تقاریر میں رب قدوس کے ساتھ امیدیں وابستہ رکھنے اور اس کی ذات سے نا امید نہ ہونے کا درس دیا کرتے تھے، اُن کے وصال کے بعد کسی نے آپ سے پوچھا آخرت کا حال کیسا ہے تو فرمایا رب قدوس نے مجھ سے دریافت فرمایا تو ہر خطبہ میں امید اور رحمت کا درس کیوں دیا کرتا تھا، میں نے عرض کی یا اللہ اس لئے کہ میں مخلوق کو تیرے نزدیک کر دوں اور وہ تجھ سے تیری رحمت مانگتے رہیں، حکم ہوا کہ جاہم نے تجھے بخش دیا ہے۔ (3)

یحییٰ بن اسلم علیہ الرحمہ کو اُن کے وصال کے بعد کسی نے دیکھا اور آخرت کا حال پوچھا تو آپ نے آخرت کی سختی اور اپنی جواب طلبی کا ذکر کیا آپ فرماتے ہیں میری جواب طلبی سے مجھ پر بے حد خوف طاری ہوا، تو میں نے عرض کی یا اللہ میری زندگی میں مجھ تک یہ صورت تو نہ پہنچی تھی کہ جواب طلبی کا یہ عالم ہوگا، تجھ تک کیا خیر پہنچی تھی میں نے عرض کی مجھ تک تیرا یہ ارشاد پہنچا تھا،

انا عند الظن عبدي بی (4)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، وسبیل الذی یحصل منه حال، ص 247/3

(2) من

(3) من

(4) البخاری، الجامع الصحیح، قول اللہ تعالیٰ یریدون ان، الرقم 6951، ص 24/23

المسلم، الجامع الصحیح، فضل الذکر والدعاء والتقرب الی، الرقم 4849، ص 13/189

ابن ماجہ، السنن، فضل العمل، الرقم 3812، ص 11/270

میں اپنے بندے کے خیالات کے ساتھ ہوتا ہوں اور میرے خیال میں یہی رہتا تھا میرا اللہ مجھے معاف فرمادے گا اور عذاب نہ دے گا حکم فرمایا جاتھے معاف کر دیا گیا ہے، بس پھر یہ ہوا کہ میرے آگے پیچھے غلام ہونے اور مجھے جنتی لباس پہنایا گیا اور مجھے جنت میں پہنچا دیا گیا، اُس وقت اللہ تعالیٰ کے اس کرم پر میری خوشی کی انتہاء نہ تھی۔ (1)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے بنی اسرائیل کے ایک بندے کا ذکر کیا ہے وہ لوگوں کو معاملات میں مایوس کیا کرتا تھا اور ان پر سختی کرتا تھا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے فرمائے گا تو نے میرے بندوں کو نامید رکھا تھا آج میں تجھے اپنی رحمت سے ناامید کرتا ہوں، اسی مقام پر امام محمد غزالی نے بیہقی سے زید بن اسلم کے ذریعہ سے ایک روایت نقل کی ہے، قیامت کے دن ایک مجرم کو دوزخ میں ڈالا جائے گا پھر اس کی چیخ و پکار پر قدرت کے حکم پر اُسے نکال کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اُس سے کئی سوالات ہوں گے پھر حکم ہوگا اسے وہیں پہنچا جب فرشتے لے کر چلیں گے تو وہ بار بار پیچھے دیکھے گا، حکم ہوگا کیا دیکھتا ہے؟ عرض کرے گا معافی کی امید کرتا ہوں، حکم ہوگا اسے چھوڑ دو، مجھ سے رحمت کی امید رکھتا ہے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، والسبیل یحصل منه حال، ص 247/13

(2) من

چھٹا باب اخلاق حسنہ

اسلام اور اخلاق حسنہ

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو قرآن مقدس میں کئی ایک مقامات پر ارشاد فرمایا مگر آپ کے حسن خلق کو بڑی اہمیت حاصل ہے ارشاد ہوتا ہے

وانك لعلى خلق عظيم (1)

بے شک آپ اخلاق کے بلند مقام پر فائز ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بے شمار مقاصد ہیں ایک واضح اور کھلا مقصد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس طرح ملتا ہے

انما انا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق او كما قال

صلی اللہ علیہ وسلم (2)

مجھے بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آغاز وحی مبارکہ کا واقعہ ذکر فرمایا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی خدا آپ کو پریشان نہیں کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں مقروضوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں (3)

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد گرامی کا ایک ایک فقرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی کس طرح حسین انداز میں تصویر کشی کر رہا ہے اور پھر یہ عکاسی اعلان نبوت سے پہلے کے واقعات کی روشنی میں ہے جو مزید حیران کن ہے اسی طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو اس طرح واضح کرتا ہے

كان خلقه القرآن اللیل (4)

(1) القلم 04:68

(2) البیہقی، السنن الکبری، ص 192/10

(3) البخاری، الجامع الصحیح، بدء الوحی، الرقم 3، ص 5/1

(4) المسلم، الجامع الصحیح، جامع صلاة اللیل ومن قام عنده، الرقم 1233، ص 104/4

ابو داؤد، السنن، فی صلاة اللیل، الرقم 1144، ص 112/4

الاحمد، المسند، حدیث السيدة عائشةؓ الرقم 23134، ص 290/49

قرآن پاک ہی آپ کا اخلاق تھا یعنی حضور صلی اللہ قرآن پاک کے احکام اخلاق کا مجسمہ نمونہ تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق حسنہ کے بارہ میں کئی ایک مقامات پر اسکی عظمت کو اجاگر فرمایا ہے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا حضور انسان کے حق میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا بہترین تحفہ یا ہدیہ کیا شے ہے تو آپ نے فرمایا ”اچھا خلق (1)

اسی مبارک عنوان حسن خلق کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی ملتا ہے قیامت کے دن جب نیکیاں تولی جائیگی تو حسن خلق کا پلڑا بھاری رہیگا اسی ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ملتا ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری کتاب الادب میں اور امام ترمذی نے باب ماجاء فی حسن الخلق میں اس طرح بیان کیا ہے

”خیارکم احسنکم اخلاقاً (2)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اخلاق کے لحاظ سے اچھا ہو (ترمذی کتاب الادب) یہی ارشاد گرامی دوسری جگہ اس طرح ملتا ہے، کامل ترین ایمان ان لوگوں کا ہے جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں۔ (3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو چند ہدایات سے نوازا، ان میں سے اہم ہدایت یہ تھی

یامعاذ احسن خلقك للناس (4)

اے معاذ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا، جس کا مفہوم یہ ہوا کہ حکمران کسی درجہ پر ہی کیوں نہ فائز ہو اس پر لازم ہے کہ قوم پر اخلاق حسنہ کا سایہ رکھے اُن سے خوش خلقی سے پیش آئے حکمران کا یہ

(1) الغزالی، احیاء العلوم الدین، بیان حقیقۃ حسن الخلق وسوء الخلق، ص 250/2

(2) البخاری، الجامع الصحیح، حسن الخلق، الرقم 5575، ص 461/18

البیہقی، شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، الرقم 7755، ص 16/17

المسلم، الجامع الصحیح، كثرة احیاء ﷺ، الرقم 4285، ص 459/11

(3) ابوداؤد، السنن، الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانہ، الرقم 4062، ص 292/12

الترمذی، السنن، ما جاء فی استكمال الایمان وزيادته، الرقم 2537، ص 196/9

الاحمد، المسند، مسند ابو هريرة، الرقم 7095، ص 136/15

(4) المالك، الموطأ، ما جاء حسن الخلق، ص 379/15

انداز حکومت بلا امتیاز (قوم کے ہر فرد کے لیے) ہونا چاہیے۔ مسلم ہو یا غیر مسلم، اپنا ہو یا پرایا، حسن خلق کے الفاظ اپنے اندر بہت سی حسین صفات کو سموئے ہوئے ہے۔ سچائی، فیاضی، نرم مزاجی، کشادہ ظرفی، حاجت روائی، صفات حسن خلق ہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حسن خلق کا ذکر فرماتے ہوئے، حرام سے اجتناب، حلال کی تلاش گھر والوں سے پیار کو حسن خلق فرمایا ہے۔ (1)

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حسن خلق کیا ہے تو فرمایا جو دو کرم کا وافر ہونا لوگوں کو تنگ کرنے سے بچنا مشکلات پر صبر و تحمل حسن خلق ہے۔ ابو بکر واسطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ غمی خوشی کی دونوں حالتوں میں مخلوق خدا کو راضی رکھنا حسن خلق کہلاتا ہے۔ (2)

حضور سید عالم ﷺ نے حسن خلق کا ذکر فرماتے یہ بھی فرمایا ”بھائی کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے“ (3) سیدنا جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں جب کبھی بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا حضور ﷺ مسکرا دیئے یعنی ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ میں حاضر ہوا ہوں اور حضور ﷺ مسکرائے نہ ہوں۔ (4)

سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں خندہ پیشانی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کتاب الادب میں اچھی گفتگو کو بھی صدقہ فرمایا ہے۔

الکلمۃ الطیبۃ صدقہ (5)

اچھی گفتگو بھی صدقہ ہے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کوئی شخص بھی اپنے خلق میں حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ تھا۔ کوئی صحابی بلا تائید گھر کا کوئی فرد تو حضور ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر ہوں) ہی فرمایا کرتے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کے معمول مبارک میں تھا کہ کسی کو ملتے وقت پہلے خود سلام فرماتے اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتے۔ (6)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ حسن الخلق وسوء الخلق، ص 252/2

(2) مرن

(3) الترمذی، السنن، ما جاء فی ضائع المعروف، الرقم 1879، ص 213/7

(4) البخاری، الجامع الصحیح، التبسم و الضحك، الرقم 5627، ص 42/19

المسلم، الجامع الصحیح، التعوذ، الرقم 1497، ص 437/4

ابو داؤد، السنن، ما یقول اذا حاجتہ الريح، الرقم 1497، ص 360/3

(5) البخاری، الجامع الصحیح، طیب الکلام، ص 444/18

(6) ابو داؤد، السنن، فی الرجل یتأدی الرجل فیقول لبیک، ص 470/13

حضور ﷺ کے حسن خلق کا ایک اہم واقعہ غزوہ حنین سے واپسی پر ملتا ہے راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا مؤذن نے اذان دی ابو محذورہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں قریب ہی تھے۔ بچوں نے آواز سن کر ازراہ مذاق نقل اتاری۔ حضور سید عالم ﷺ نے بچوں کو بلایا اور ایک ایک سے کلمات کہلوائے ابو محذورہ ان سب سے خوش آواز تھے حضور ﷺ کو انکی آواز پسند آئی اور آپ نے سامنے بٹھا کر دست شفقت پھیرا، اذان سکھائی اور فرمایا جاؤ حرم میں اذان دیا کرو ابو محذورہ اس عظیم شفقت پر متاثر ہوئے اور بعد میں اسلام لے آئے اور حرم پاک میں اذان دیا کرتے تھے۔ (1)

ایک موقع پر نجاشی کے دربار سے سفیر حاضر ہوا حضور ﷺ نے ازراہ محبت انہیں مہمان رکھا اور خود بہ نفس نفیس انکی خدمات انجام دیں عرض کی گئی یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ فرمایا ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی تھی اس لئے میں خود انکی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ حسن معاملہ حوصلہ تحمل اور بردباری کے ہزاروں واقعات حضور ﷺ کے دامن رحمت سے لپٹے نظر آتے ہیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کیلئے مشعل راہ بنے رہیں گے اور لوگ اپنی اصلاح کیلئے استفادہ کرتے رہیں گے ایک دن ایک بدو حاضر ہوا اس نے حضور ﷺ سے قرض لینا تھا اس نے انتہائی سختی سے مطالبہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اسے سختی سے ڈانٹا کہ اپنے مطالبہ کا رویہ بہتر کرے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہئے کہ اس کا حق ہے کہ وہ تقاضا کرے پھر صحابہ کو اس کا قرض دینے کا حکم فرمایا اور اسے اس کے حق سے زیادہ دلوا دیا۔ (2)

حق سے زیادہ دلوا دیا، غالباً اس لئے کہ صحابہ کرام نے اسے ڈانٹا تھا یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کیلئے حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے جو مزاج کا تیز نہ ہو نرم ہو لوگوں کے قریب آنے والا

ہو۔ (3)

(1) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، (المتوفی 942ھ)

سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص 87/8

(2) ابن ماجہ، السنن، لصاحب الحق سلطان، الرقم 2417، ص 229/1

(3) الترمذی، السنن، منہ، الرقم 2412، ص 28/9

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 86/9

جس قدر خوش اخلاقی کے فوائد ہیں اتنے ہی بد اخلاقی کے نقصانات ہیں استاذ جس قدر تلخ مزاج اور بد اخلاق ہوگا شاگرد اسی قدر علمی دولت سے محروم رہے گا۔ بجائے تعلیم کے اس کے اندر جہالت کے آثار زیادہ ہوں گے استاذ کی ترش روئی بد اخلاقی اسے سوال کرنے کی جرأت ہی پیدا نہیں ہونے دیگی وہ علم کیسے حاصل کرے گا۔ اگر استاد شاگرد کو جواب دینے کے بجائے اسکی مذمت کر دے یا طنز جواب دے یا اس کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرے تو ظاہر ہے شاگرد کی استعداد متاثر ہوگی۔ اور علمی فوائد سے محروم رہے گا۔ قرآن مقدس نے سورہ لقمان شریف میں اس انداز کی مذمت ارشاد فرمائی ہے

ولا تصعر خدك للناس (1)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کر۔ اسی بد خلقی کے خاتمہ کیلئے ارشاد فرمایا

يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم نساء (2)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ کئی مرتبہ مذاق مذاق میں قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو کسی کو بچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصہ میں خود کو قابو میں رکھے۔ (3)

حسن خلق کی اعلیٰ صفات میں عاجزی، انکساری، تحمل مزاج شامل ہیں حضور سید عالم ﷺ کی صفات مبارکہ میں یہ بھی تھا صحابہ میں سے جب کوئی ملتا اور ٹھہر جاتا تو حضور ﷺ بھی ٹھہر جاتے۔ اور جب تک وہ نہ چلتا حضور ﷺ کھڑے رہتے۔ جب تک کوئی خود حضور ﷺ سے چہرہ نہ پھیرتا حضور ﷺ اس سے اپنا چہرہ مبارک نہ پھیرتے اور جب کوئی آہستہ بات کرنا چاہتا تو حضور ﷺ اپنا کان مبارک اس کی طرف کرتے اور جب تک وہ بات مکمل نہ کر لیتا کان مبارک نہ ہٹاتے حضور ﷺ جب بچوں سے گزرتے تو انہیں سلام فرماتے۔ اگر کسی کے متعلق کسی بری بات کا انکشاف ہوتا تو یوں فرماتے لوگوں کو

(1) لقمان 18:31

(2) الحجرات 11:49

(3) ابو داؤد، السنن، من کظم غیظاً، الرقم 4148، ص 398/1

ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 65/6

البیہقی، شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب وفی کظم غیظاً، الرقم 8046، ص 311/17

کیا ہو گیا وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ (1)

حضور ﷺ کے مقدس اسوۂ حسنہ پر رہ کر صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی زندگیاں گزاریں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو اپنے اندر عاجزی کی عادت ڈالو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے جو شخص اپنے اندر تواضع پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے معزز بنادے گا۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور والدین سے حسن سلوک

اسلام نے والدین سے حسن سلوک کو بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے

وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً (3)

اور تیرے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ اللہ کے بغیر کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اسی مضمون کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے

لا تعبدون إلا الله وبالوالدين إحساناً (4)

اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

یہی عنوان قرآن مقدس سورہ انعام میں دُہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین سے احسان کرو ان آیات مبارکہ میں عبادات اور معاملات کو مختصر الفاظ سے سمودیا گیا ہے۔ اللہ کی عبادت اور والدین سے حسن سلوک کرو۔ اس ترتیب پر غور کیا جائے۔ تو یہ مسئلہ کس قدر اہم محسوس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد دوسری شئی جو ذکر فرمائی وہ والدین سے حسن سلوک ہے۔ والدین سے حسن سلوک کا حکم دینے کیلئے لفظ امر نہیں فرمایا گیا بلکہ قضی ہے، لفظ امر کی نسبت

(1) ابوداؤد، السنن، فی حسن العشرة، الرقم 4161، ص 414/12

(2) جوامع الحکمہ، ص 44/1

(3) الاسراء 17: 23

(4) البقرة 83: 2

لفظ قضی میں خاصہ وزن ہے کہ تیرے رب کا یہ فیصلہ ہے عبادت اللہ کی ہو اور والدین سے حسن سلوک ہو ایک اور مقام پر

ووصینا الانسان (1)

کا ارشاد ہے۔ لفظ وصیت حکم اور امر پر حاوی دکھائی دیتا ہے۔ والدین سے حسن سلوک کے حکم سے تمام رشتہ داروں سے اخلاص اور حسن سلوک کا درس ملتا ہے کہ والدین کو مرکزیت حاصل ہے۔ دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، تایا، ماموں یہ تمام رشتے والدین کی نسبت سے ہی ہیں۔ قرآن مقدس نے والدین سے حسن سلوک اس قدر رکھ کر ارشاد فرمایا ہے کسی دین میں اس قدر واضح اور کھلا درس نہیں ملتا۔ بائبل کے مطالعہ سے اس عنوان پر صرف یہ ملتا ہے ”اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے۔ دراز ہو (خروج) یا دوسری جگہ انجیل متی میں اس طرح ملتا ہے ”اپنے ماں باپ کی عزت کرو اور جو ماں باپ پر لعنت کرے جان سے مارا جائے (متی) بس زیادہ سے زیادہ اس عنوان پر یہی کچھ ہے مگر قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح جامعیت کے ساتھ بیان کیا کہ ادیان و مذاہب میں جواب نہیں تورات، انجیل میں صرف ایک ایک بات تھی مگر قرآن مقدس نے چھ احکام بیان فرمائے۔

وبالوالدین احساناً

والدین سے حسن سلوک کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں اف تک نہ کہو

فلا تقل لہما اف

پس انہیں اُف تک نہ کہو۔

ولا تہرہما

نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو۔

وقل لہما قولاً کریماً (2)

(1) لقمان 14:31

(4) الاسراء 23:17

اُن سے احترام سے بات کرو۔

واخفض لهما جناح الذی

اُن کے سامنے عجز و انکساری سے رہا کرو۔

وقل رب امرحسبهما کما مرایانی صغیرا (1)

اور دعا کیا کرو کہ یا اللہ اُن پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا

اس آیت مبارکہ میں بڑھاپے کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ تیرے پاس بوڑھے ہو جائیں تو یہ کرتو اس کا معنی یہ نہیں کہ والدین جوان ہوں جو چاہے کہتا رہے۔ ہرگز نہیں چونکہ عموماً بڑھاپے میں طبیعت میں تیزی آجاتی ہے اور کئی قسم کی بیماریاں گھیراؤ کر لیتی ہیں تو اولاد کو حوصلہ ہمت صبر اور نیاز مندی سے برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت زبیر بن محمد رضی اللہ عنہ نے قولاً کریماً کی تشریح یوں فرمائی ہے ”جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہہ میں حاضر ہوں حکم ماننے کو تیار ہوں“ (2)

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے قولاً کریماً کی تشریح اس طرح فرمائی جیسے سخت گیر آقا کے سامنے غلام نیاز مندی سے پیش آتا ہے اور اُس کا رعب، ڈر، ہیبت اس پر مسلط ہونے کے باعث عجز و انکساری کیساتھ بات کرتا ہے، اگر اولاد والدین سے ایسا ہی انداز اختیار کرے تو قولاً کریماً پر عمل ہو سکتا ہے۔ (3)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

حسن سلوک احادیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک نحیف و کمزور آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گذرا، اُسے دیکھ کر حاضرین نے کہا کاش یہ کمزوری جہاد کرتے پیدا ہوتی، تو انکی بات سن کر حضور صلی

(1) الاسراء 24: 17

(2) عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، (المتوفی 911ھ)

الدر المنثور، ص 250/6

(3) ابن کثیر، التفسیر، ص 66/5

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شاید یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرتے کرتے ایسا ہو گیا ہو، اگر یہ کمزوری ایسے ہے تو یہ ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے، ہو سکتا ہے یہ اپنے بچوں کے لئے محنت مزدوری کرتے کرتے ایسا ہو گیا ہو، اگر ایسے ہے تو یہ ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے، ہو سکتا ہے یہ اپنے نفس کے لئے محنت کرتے کرتے ایسا ہو گیا کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بھیگ مانگنے سے بچالے، اگر ایسا ہے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اس ارشاد گرامی پر نگاہ ڈالیں کہ والدین کی خدمت، بچوں سے پیار، اپنی جان کے تحفظ کیلئے محنت مزدوری کرنے کو بھی جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر فرمایا۔ (1)

☆ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور اللہ تعالیٰ کو کونسا کام زیادہ پسند ہے، فرمایا بروقت نماز پڑھنا، میں نے پھر عرض کی حضور اس کے بعد کونسا کام ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے فرمایا والدین سے حسن سلوک، پھر عرض کی اس کے بعد کونسا تو فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (2)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خواہش رکھتا ہوں کہ جہاد میں شامل ہوں، مگر ہمت نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے عرض کی والدہ حیات ہے فرمایا بس والدہ کی خدمت کر، اطاعت کر، فرما برداری کے معاملہ میں خدا سے ڈر، جب تو ایسا کریگا تو حج، عمرہ اور جہاد کرنے والا ہوگا، والدہ سے اچھا سلوک کر۔ (3)

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کوئی ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے فرمایا ہاں اسکی صورت یہ ہے کہ کسی

(1) السیوطی، الدر المنثور، ص 254/6

(2) البخاری، الجامع الصحیح، فضل الصلاة لوقتها، الرقم 496، ص 253/2

النسائی، السنن، فضل الصلاة لمواقتها، الرقم 606، ص 462/2

الاحمد، المسند، مسند عبد الله بن مسعود، الرقم 3695، ص 230/8

البيهقي، شعب الايمان، اي العمل احب الى الله تعالى قال، الرقم 2677، ص 318/6

(3) السیوطی، الدر المنثور، ص 254/6

الطبرانی، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهيم، الرقم 3025، ص 481/6

دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور پھر وہ اس کے ماں باپ کو گالی دے۔ (1)
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

وفات کے بعد حسن سلوک

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بارگاہ رسالت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ماں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد بھی کوئی صورت ہے کہ اُن سے حسن سلوک کیا جائے فرمایا ہاں

(1) ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کی جائے۔

(2) والدین کی ساتھ تعلق والوں سے صلہ رحمی کی جائے، اس سے مراد حج بدل

صدقہ و خیرات اور قرضوں کی ادائیگی ہے

(3) ان کے عہد و پیمان پورے کیے جائیں۔

(4) اُن سے میل جول رکھنے والوں کا احترام کیا جائے۔

(5) ان کے لئے حسب استطاعت صدقہ جاریہ کا اہتمام ہو۔ (2)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے کے بعد اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن میت کو تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے رہیں، نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرتی ہو۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی ماں باپ کو محبت سے دیکھے تو اُسے ہر نظر کے بدلہ میں حج

(1) المسلم، الجامع الصحیح، بیان الكبائر و اکبرها، الرقم 130، ص 245/1

البیہقی، السنن الکبری، ص 235/10

(2) ابوداؤد، السنن، فی بر الوالدین، الرقم 4476، ص 353/13

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4936، ص 70/3

(3) المسلم، الجامع الصحیح، ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، الرقم 3084، ص 405/8

ابوداؤد، السنن، ما جاء فی الصدقة عن الميت، الرقم 2454، ص 36/8

الاحمد، المسند، مسند ابی ہریرہ، الرقم 8489، ص 31/18

مقبول کا ثواب ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی حضور اگرچہ روزانہ سو بار دیکھے، فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ بہت بڑی ذات ہے۔ (1)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے مسجد کی طرف دیکھنا قرآن کی طرف دیکھنا والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر پر سوار جا رہے تھے سامنے سے ایک شخص آیا آپ فجر سے اترے اور بہت تعظیم فرمائی اور پھر اسے اپنی دستار اور کچھ نقدی دے کر روانہ فرمایا لوگوں نے پوچھا حضور یہ کون خوش قسمت تھا فرمایا یہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے باپ کے دوست کو باپ کی طرح سمجھو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ماں کی اطاعت نفلی عبادت سے افضل ہے

بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عابد جرجہ کا واقعہ حدیث شریف میں ہے ایک دن اپنے عبادت خانہ میں مصروف نماز تھے کہ والدہ نے بلایا نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے پھر بلایا تو یہی نماز رکاوٹ کا باعث بنی کہ نماز مکمل کر کے جواب دیدیا جائے گا۔ ماں نے غصہ میں آکر بددعا کر دی یا اللہ جرجہ کو کسی زانیہ کی مصیبت میں مبتلا کر دے اتفاقاً ایک چرواہی خاتون نے حرام کا بچہ جنالوگوں نے پوچھا بتائیہ بچہ کس کا ہے اس نے کہہ دیا یہ جرجہ کا ہے لوگوں نے جرجہ کو رسوا کیا مارا پیٹا کہ عابدوں کی شکل میں زانی ہے۔ ماں کی بددعا کا تیر لگ گیا جوشدید زخمی کر گیا رسوائی ہوئی عزت گئی حضور ﷺ نے فرمایا

’لو کان جریج عالمًا تعلم ان اجابة امه اولی من عبادته‘ (2)

اگر جرجہ عالم ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ والدہ کے بلانے پر جواب دینا رب کی (نفلی) عبادت سے اولیٰ

(1) البخاری، الجامع الصحیح، اذا سلم الصبی فحات حل یصلی، الرقم 1270، ص 143/5

عبدالرزاق، المصنف، ص 534/3

(2) البیہقی، شعب الایمان، حدیث جریج العابد فی فضل حفظ قلب الام، الرقم 7637، ص 393/16

ہے فتح الباری ص ۱۶۱ ج ۳، جرتج چونکہ زانی نہ تھا حق پر تھا، بدکردار نہ تھا، بندہ مومن تھا، خدا رسیدہ تھا تو آپ نے وہ بچہ منگوایا اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا اے بابوس سچ بتا تو کس کا بیٹا ہے اس (چند دن کے بچے نے) نے کہا میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں اب لوگوں نے جرتج کی یہ کرامت دیکھی اور معافی مانگی اس عظیم واقعہ پر یوں بھی تبصرہ کیا جاسکتا ہے، ماں کی بددعا ولایت کے درجہ سے بھی گرا دیتی ہے نوافل کی ادائیگی سے کہیں زیادہ اچھا ہے، ماں کی اطاعت کی جائے یہ بھی ہو سکتا ہے جب جرتج کی ماں نے جرتج کی رسوائی و ذلت دیکھی تو جی میں رحم آ گیا تو جرتج کا نظام کرامت قائم ہو گیا ہوا اور وہ پھر اسی درجہ ولایت پر فائز ہو گئے والدین کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک ان کا حکم قرآن اسلام اور شریعت سے متصادم نہ ہو اگر ان کا حکم قرآن و حدیث کے خلاف ہو خدا اور رسول کے حکم سے متصادم ہو تو مخالفت ضروری ہے

”وان جاهدك لتشارك بي مآليس به علم

فلا تطعها“ (3)

اگر وہ والدین تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو اطاعت نہ کر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

رضاعی ماں سے پیار

حضور سید عالم ﷺ کی حقیقی والدہ ماجدہ تو آپ کے بچپن میں ہی انتقال فرما گئیں حضور ﷺ کا اپنی رضاعی والدہ سے پیار احترام کا ایک واقعہ تاریخ اسلام میں ملتا ہے جو ملت اسلامیہ کے فرزندوں کے لئے ماں کے احترام کے سلسلہ میں اہم ثابت ہوتا ہے حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ایک موقع پر حضور ﷺ وعظ و نصیحت میں مصروف تھے کہ ایک خاتون آئیں حضور ﷺ ان کے احترام کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی جس پر وہ بیٹھ گئیں جب تک

(1) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4944، ص 72/3

(2) ابن الجوزی، بر الوالدین، صلتہ الوالدین بعد موتہا، ص 9/1

(3) العنکبوت 8:29

وہ بیٹھی رہیں حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ رہے وہ چلی گئیں تو عرض کی گئی حضور یہ کون خوش نصیب خاتون تھیں فرمایا میری ماں حلیمہ تھیں حضور ﷺ کا اپنے رضاعی رشتہ سے اس قدر حسن سلوک ہمیں درس دیتا ہے کہ جب حضور پاک ﷺ کی نگاہ پاک میں رضاعی رشتہ کا یہ احترام ہے تو حقیقی رشتہ کی عظمت کا عالم کیا ہوگا۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

رضاعی بہن سے سلوک

تاریخ اسلامی کا مشہور واقعہ ہے ایک جنگ میں اسلامی فوج نے کچھ خواتین گرفتار کیں ان میں سے ایک خاتون نے صحابہ سے کہا میں آپ کے امیر سے ملنا چاہتی ہوں صحابہ نے کہا اس لشکر کی کمان خود حضور ﷺ فرما رہے ہیں خاتون نے کہا مجھے ان سے ملا دیں صحابہ نے کہا تجھے ان سے کیا کام ہے خاتون نے کہا انہیں سے بتاؤں گی اسے اور ان کی چند سہیلیوں کو بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا گیا، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو حضور سے عرض کی حضور آپ نے مجھے پہچانا میں کون ہوں فرمایا تم خود بتاؤ عرض کی میں بھی دائی حلیمہ کی دودھ کی بیٹی ہوں میں نے بھی وہی پستان چوسے ہیں جو کبھی آپ کے لبوں سے متبرک ہوئے تھے یہ سنتے ہی حضور ﷺ اور صحابہ پر رقت طاری ہو گئی اور فرمایا اسے اور اس کی تمام سہیلیوں کو آزاد کر دو اور ہر ایک کو غلہ جوڑا عنایت فرمایا اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے رحمۃ اللعالمین ﷺ دودھ کی بہن کا کس قدر احساس فرمایا اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماں باپ اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی توفیق بخشے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اولاد کی ذمہ داریاں

(1) ابو داؤد، السنن، فی بر الوالدین، الرقم 4479، ص 256/13

البیہقی، دلائل النبوة، رسول اللہ ﷺ کان جالساً، الرقم 1958، ص 273/5

اسلام نے اولاد کے سلسلہ میں ہم پر بہت سی ذمہ داریاں ڈال رکھی ہیں جن کی ہم پرواہ نہ کر کے مجرم ثابت ہو رہے ہیں ان ذمہ داریوں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں اولاد کے لئے رزق حلال کا اہتمام کروں اور اسے حرام بچاؤں سے بچاؤں بچے کی پرورش میں رزق حرام سے بچا جائے کہ اس کے اثرات اسکی زندگی پر اچھے نہیں ہوں گے وہ بڑا ہو کر حلال و حرام کی تمیز نہیں کرے گا یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اولاد کے درمیان عدل و انصاف کو بہر حال ملحوظ رکھا جائے بعض اوقات اولاد میں ترجیحی سلوک فتن و فسادات کا باعث بن جاتا ہے کسی کی نظر میں باپ قابل نفرت ہو جاتا ہے اور کوئی اچھا سمجھتا ہے یہ صورت حال نا انصافی سے پیدا ہو سکتی ہے جس سے بچنا اشد ضروری ہے حضور ﷺ نے اولاد کے درمیان عدل و انصاف کا کس طرح حکم فرمایا ابوداؤد شریف کتاب البیوع میں وارد حدیث شریف سے آپ اندازہ کر سکیں گے۔ ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے کسی کو غلام بہہ کیا اور چاہا کہ اس پر حضور ﷺ کو گواہ بنائے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ہر لڑکے کو غلام دیا ہے تو اس نے عرض کی جی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (1)

والدین سے بعض اوقات یہ غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ کسی بچے کی شرافت سے متاثر ہو کر اس کے نام جائیداد لگا دی اور کسی کی شرارت سے پریشان ہو کر اسے جائیداد سے محروم کر دیا یہ طریق کار اولاد کے درمیان عدل و انصاف کے منافی ہے کسی والدین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنی صوابدید پر قدرت کے فیصلوں کی خلاف ورزی کرے بچہ نالائق بھی ہوگا تو باپ کی جائیداد میں وارث ہوگا کہ اسے خدا نے حصہ دیدیا ہے جسے کوئی باپ چھین نہیں سکتا اولاد کے سلسلہ میں والدین پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہے کہ اولاد کی جان کا تحفظ کرے ایسا نہ کرے کہ رومۃ الکبریٰ کی تہذیب کے علم برداروں کی اتباع میں اولاد کو قتل کر دینے کے حق کا بھی دعویٰ کرے یا جیسے دور جاہلیت میں والدین بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے حق کے قائل تھے اس سلسلہ میں قرآن مقدس کا ارشاد موجود ہے

(1) البخاری، الجامع الصحیح، لشہید علی الشہادۃ جوہرا و اشہد، الرقم 2456، ص 131/9

المسلم، الجامع الصحیح، کراۃ تقضیل بعض الاولاد فی العصبۃ، الرقم 3056، ص 371/8

النسائی، السنن، ذکر اختلاف الفاظ التأقلین لخیبر، الرقم 3621، ص 450/11

”ولا تقتلو اولادکم“ (1)

اولاد کے سلسلہ میں ذمہ داریوں میں ایک یہ بھی ہے کہ بچپن میں اس کے دودھ پلانے کا اہتمام بھی ہو قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (2)

مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں آ یہ کریمہ کے آخری حصہ میں ارشاد ہے

وعلى المولود له من زقهن وکسوتهن بالمعروف (2)

باپ کے ذمہ ہے کہ اچھے طریقہ سے (حسب استطاعت) انہیں کھانا دے، لباس دے۔ انہیں ذمہ داریوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اولاد کو پیار و محبت سے پروان چڑھائے جیسے بخاری شریف کتاب التوحید کی روایت سے پتہ چلتا ہے ایک بدوی اعرابی نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیار فرما رہے ہیں اور بوسہ دے رہے ہیں اس نے کہا آپ بچوں سے پیار کرتے ہیں میرے دس بچے ہیں مگر میں نے تو کبھی ایسا نہیں کیا حضور ﷺ نے اسکی طرف دیکھ کر فرمایا ”جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا“ (3)

ایک روایت میں اس طرح ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے پیار کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ (4)

انہیں فرائض و ذمہ داریوں میں ایک یہ بھی ہے کہ والدین اپنی اولاد کی بہتر تعلیم و تربیت کا انتظام کریں یہی وہ جذبہ ہے جو انسانوں اور حیوانوں میں تفریق کرتا ہے ورنہ جہاں تک صرف محبت کے پیغام کا تعلق ہے یہ محبت تو پرندوں میں بھی ہے چڑیا باہر سے خوراک لا کر بچے کے منہ میں دیتی ہے گائے

(1) الاسراء 31:17

(2) البقرہ 2:233

(3) البخاری، الجامع الصحیح، رحمۃ اللہ علیہ، الرقم 5538، ص 403/18

المسلم، الجامع الصحیح، رحمۃ اللہ علیہ، الرقم 4282، ص 455/11

ابی داود، السنن، فی قبلة الرجل ولده، الرقم 4541، ص 445/13

(4) البخاری، الجامع الصحیح، رحمۃ اللہ علیہ، الرقم 5554، ص 428/18

المسلم، الجامع الصحیح، رحمۃ اللہ علیہ، الرقم 4282، ص 455/11

ابوداود، السنن، فی قبلة الرجل ولده، الرقم 4541، ص 445/13

بھینس اپنے بچوں کو چاٹتی ہیں کسی جانور کا بچہ مرجائے تو شدید غم کھاتا ہے بعض اوقات بچہ مرنے پر گائے بھینس دودھ ہی نہیں دیتی یہ شدت غم کا اثر ہے۔

جانوروں کا بچوں سے پیار کا ایک واقعہ مدینہ منورہ میں دیکھنے میں آیا باب المجیدی کے سامنے ایک بلی اپنے بچے کے ساتھ سڑک کر اس کرنے لگی بلی تو گذر گئی مگر اس کا بچہ گاڑی کی زد میں آکر مر گیا بلی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو بچہ مر چکا تھا سڑک کے دوسرے کنارے سے فوراً بھاگی بھاگی مردہ بچے پر آئی اور اس شدت سے روئی کہ ہم حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے، وہ بلی اسے دیکھ کر رو بھی رہی ہے اور اسے چاٹ بھی رہی ہے بلی کے اس درد نے جھلکا مچا دیا تھا انسانی حیوانی پیار میں امتیاز اسی طرح ہو سکتا ہے کہ انسان اس فطری محبت کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو علم کے زیور سے آراستہ کرے اور حق و باطل کا امتیاز سکھائے، حلال و حرام کی پہچان کرائے کہ وہ اپنی زندگی کو اصلاحی اصولوں پر ڈھال سکے۔ حضور ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس سلسلہ میں عظیم راہنمائی فرماتا ہے فرمایا ”باپ کا کوئی عطیہ اولاد کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اسکی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے“ (1)

اسی سلسلہ میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی جو آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اولاد کے بارہ میں فرمایا تھا سنگ میل ثابت ہوتا ہے فرمایا

وانفق علی عیالک من طولک

اپنے اہل و عیال پر اپنی بساط کے مطابق خرچ کر

ولا ترفع عنہم عصاک اداً (2)

ادب سکھانے کے لئے ان پر لاٹھی تیار رکھ

واخفہم فی اللہ (2)

اور انہیں اللہ کے احکام کی نافرمانی سے ڈراتے رہو اسلام نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں اہم ارشادات سے نوازا ہے شومی قسمت ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تربیت سے اکثر غافل رہتے ہیں اولاد کی تربیت میں صرف علم سکھانا پڑھانا ہی کافی نہیں بلکہ اولاد کی اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے اگر علم تو ہے مگر اخلاق سے عاری ہے تو یہ علم اسے مفید نہیں ہو سکے گا والدین کا فرض ہے کہ اولاد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

(1) الترمذی، السنن، ماجاء فی حق الوالدین، الرقم 1829، ص 135/7

(2) الاحمد، المسند، حدیث معاذ بن جبل، الرقم 21060، ص 53/45

کے حقوق کا درس پڑھائیں، احکام الہی ماننے کی تربیت دیں، آخرت کا تصور دیں، قیامت کو جواب طلبی کا ضابطہ بتائیں، دوسروں سے حسن اخلاص، حسن اخلاق اور بہتر تعلقات کی راہ ہموار کریں بچے کی دینی تربیت کے لئے حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مشعل راہ ہے فرمایا جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو دس برس کا ہو کر نہیں پڑھتا تو مار کر پڑھاؤ اور اسے الگ سلایا کرو (1)

اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے بچے کے ابتدائی سالوں میں اسکی تربیت کا خاص خیال کیا جائے مسٹر پنولین کی نظر سے بھی غالباً حضور ﷺ کا یہی ارشاد گدرا ہوگا کہ اس نے کہا ”پہلے سات سال بچے میرے حوالے کر دو، میں تمہیں ایک اچھی قوم دوں گا“ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ابتدائی عمر میں ہی حضور ﷺ نے انکی تربیت کا ایسا انداز اختیار فرمایا کہ حضور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں حضرت فاطمہ الزہراء سب عورتوں سے بڑھ کر دانا تھیں، اخلاص، اخلاق، عمل صالح، وقار، متانت میں حضور ﷺ کے سوا ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور ازدواجی تعلقات

اسلام نے حقوق العباد ادا کرنے کے سلسلہ میں شدید تاکید فرمائی ہے، اُسی اہمیت کے پیش نظر یہ عنوان بھی بہت بڑا اہم ہے کہ میاں بیوی اپنی زندگی کو کیسے گزاریں، قرآن مقدس نے میاں بیوی کو اپنی زندگی گزارنے کیلئے جو ارشاد فرمایا ہے وہ بہت بڑا واضح، کھلا اور نمایاں ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ نکاح کے فلسفہ کو اس طرح بیان فرمایا

وجعل بینکم مودۃ ورحمة (2)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر محبت اور رحمت پیدا کر دی ہے۔ اس حکم نے میاں بیوی کو پابند بنایا ہے کہ وہ آپس میں انتہائی، پیار اور محبت سے زندگی گزاریں، اسی آیہ مبارکہ کے پہلے حصہ میں اس طرح ارشاد ہے،

لتسکنوا الیہا، (2)

(1) ابوداؤد، السنن، حتی یومر الغلامی بالصلوة، الرقم 418، ص 88/2

(2) الروم 21؛ 30

میاں بیوی کے تعلقات میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ سکون حاصل کریں۔ میاں بیوی میں عمدہ تعلقات کا ہونا ایسے ہے جیسے جسم میں روح اگر روح نہ ہو تو موت ہے ایسے ہی اگر اس جوڑے میں پاکیزہ تعلقات نہ ہوں تو موت ہے، کہ گھر خراب ہوگا اولاد گستاخ ہوگی، رشتہ دار پریشان ہوں گے، دونوں خاندان ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ایک دوسرے کا لباس

قرآن مقدس نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے

من لباس لکم و انتھ لباس لہن (1)

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ انگلینڈ، مانچسٹر میں مجھے ایک تقریب نکاح میں خطبہ کا موقع ملا تو اس عنوان پر مندرجہ ذیل چند اشارے ذہن میں آئے کہ قرآن مقدس نے ایک دوسرے کو لباس کیوں فرمایا اس میں یقیناً ہزاروں حکمتیں ہوں گی اس محفل میں یہ چند حکمتیں بیان ہو گئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پہلی حکمت

مرد، عورت کو ایک دوسرے کا لباس فرمانے میں حکمت محسوس ہوئی ہے کہ لباس انسان کی زینت ہے، برہنہ ہونا باعث کراہت ہے، باعث نفرت ہے مرد و عورت ایک دوسرے کی عزت ہیں، شرف ہیں، مرد بغیر بیوی کے اور بیوی بغیر مرد کے لوگوں کی نگاہوں میں نشانہ بنتے رہتے ہیں اور بے عزت ہوتے رہتے ہیں، جب رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں تو وہ برائی ختم ہو جاتی ہے لوگوں کی نگاہوں میں باعث عزت بن جاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

دوسری حکمت

مرد عورت کو ایک دوسرے کا لباس فرمانے میں یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے، کہ لباس، پردہ پوشی کرتا ہے، جسم پر داغ ہوں، زخم ہوں تو لباس ڈھانپ لیتا ہے، مرد، عورت کو بھی چاہئے کہ ایک دوسرے کے عیب چھپائیں اور اپنے اپنے خاندان میں اُن عیوب کا ڈھندورا پیٹ کر خاندانوں میں دشمنی کا باعث نہ بنیں اور اپنے تیار شدہ گھر کو برباد نہ کریں۔

تیسری حکمت

مرد عورت کو ایک دوسرے کا لباس فرمانے میں ایک حکمت یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ لباس میلا ہو جائے تو اُسے پھینکا نہیں جاتا، جلایا نہیں جاتا بلکہ اُسے دھو کر استری کر کے پھر پہن لیا جاتا ہے، غالباً یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کسی مسئلہ پر الجھاؤ ہو گیا، شکوے، گالی گلوچ، الزام بازی کے داغ لگ گئے تو اس لباس کو ختم نہیں کرنا چاہئے بلکہ صاف ستھرے پانی کے ساتھ دھولیا جائے اور خشک کر کے پھر پہن لیا جائے، ان داغوں کو میاں بیوی اکٹھے بیٹھ کر امن و عافیت اور اخلاص و محبت کے پانی سے صاف کر لیں اور گھر میں ہی خشک کر لیں کسی کو پتہ ہی نہ ہو کہ کپڑوں میں داغ تھے اور دھوئے گئے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

چوتھی حکمت

اسی لباس کے عنوان سے یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ کئی مرتبہ کپڑوں کو ایسے شدید داغ لگے جاتے ہیں، جو معمولی دھونے سے اترتے ہی نہیں، وہاں پر بعض اوقات صابن کا استعمال بھی بے کار ہوتا ہے، تو ان کپڑوں کو پھینکا پھر بھی نہیں جاتا بلکہ کسی دھوبی کے سپرد کئے جاتے ہیں اور وہ خاص دوائی سے صاف کر دیتا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان یہ داغ ایسی شدت اختیار کر گئے ہیں کہ ان کی اپنی کوششیں ان داغوں کو اتارنے میں ناکام ہو گئی ہیں تو اس جوڑے کو مایوس پھر بھی نہیں ہونا چاہئے، پھر یہ لباس دھوبیوں کے سپرد کر دینا چاہئے وہ ٹھیک کر دیں گے اس میلے لباس کو دھونے صاف کرنے، استری کرنے میں بہترین دھوبی میاں بیوی کے والدین اور مخلص رشتہ دار ہیں، جو بھٹی میں ڈال کر صاف کر دیں گے، اور یہ بھٹی اخلاص، محبت، نبھاؤ کی بھٹی ہوگی جو یقیناً داغ اتار دے گی اور یہ لباس پھر

أجلأ، صاف ستر اور حسین نظر آنے لگے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

پانچویں حکمت

مانچسٹر کی اس محفل نکاح میں بہت سے مسلمان نوجوان شامل تھے، جنہوں نے انگریز خواتین سے شادیاں کر رکھی تھیں، یہ حکمت ان پر خاصی اثر انداز ہوئی، ایک دوسرے کا لباس ایک دوسرے کو وہی اچھا لگے گا جو ملکی ہوگا، الگ الگ لباس کا رنگ ڈھنگ کچھ عجیب سا نظر آتا ہے میرا واضح اشارہ تھا کہ پاکستانی نوجوانوں کو پاکستانی خواتین سے ہی نکاح وارہ کھاتا ہے اور کسی اتفاقی رنگ ڈھنگ کی جھلک سے متاثر ہو کر مسیحی یا یہودی خواتین سے نکاح کا نتیجہ اکثر و بیشتر اچھا نہیں نکلتا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب پاکستانی نوجوانوں کو تلخ تجربہ کے بعد پتہ چل گیا ہے کہ غیر ملکی لباس کے استعمال میں بہتری نہیں، ان کا اپنا ملکی لباس (پاکستانی خواتین) ہی ان کیلئے بہتر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ایک غلطی کا ازالہ

مسیحی خواتین سے شادیاں رچانے میں ہمارا نوجوان طبقہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اہل کتاب سے اسلام نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے مگر وہ یہ حکم خداوندی بھول جاتے ہیں کہ قرآن مقدس فرماتا ہے

ولا تکھوا البشر کات حتی یومن (1)

مشرک خواتین سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک کتابیہ سے نکاح کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے انہیں منع فرمادیا تھا اور فرمایا انہا لا تحنک وہ تجھے محسن نہیں بنا سکتی، نظریات الگ الگ ہوں گے، دین مختلف ہوں گے، دونوں میں محبت اور رحمت کے جذبات پیدا نہیں ہو سکیں گے، (2)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کرنا چاہا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منع فرما

(1) البقرہ 2: 221

(2) البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 216/8

دیا تھا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل کتاب سے نکاح کی روح کو اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلام نے اجازت کس صورت میں دی ہے، آپ کا حضرت حذیفہ کو منع فرما دینا بتاتا ہے، آپ کتابیہ سے نکاح کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

شوہر کی ذمہ داریاں

جب مرد عورت نکاح میں منسلک ہو جائیں تو پھر ان پر فرض ہو جاتا ہے کہ اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں اور اسلامی قواعد و ضوابط کا احساس کریں، مرد کے فرائض میں پہلی ذمہ داری جو ہے وہ حق مہر کا ادا کرنا ہے اس ضابطے کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے،

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً (1)

عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے ادا کرو، دوسری جگہ سورۃ النساء میں یہی عنوان اس طرح ذکر ہے،

فَأَتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (2)

عورتوں کو ان کا مقررہ حق مہر دو۔ تیسری جگہ اسی سورۃ نساء شریف میں یہی حکم ان الفاظ میں ملتا ہے،

وَأَتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (3)

ان کے حق مہر صحیح طریقہ سے ادا کرو۔

شوہر کی ذمہ داریوں میں دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اپنے بچوں کو نان و نفقہ مہیا کرے، قرآن مقدس نے شوہر کے اس فریضہ کو اس طرح بیان کیا ہے،

عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمَقْتَرِ قَدْرَهُ (4)

صاحب حیثیت پر اس کی طاقت کے مطابق اور غریب پر اس کی طاقت کے مطابق بیوی پر خرچ کرنا ہے، بیوی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے شوہر کی مالی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے، اسی طرح شوہر کو

(1) النساء 4; 4

(2) النساء 4; 24

(3) النساء 4; 25

(4) البقرة 236; 2

بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ اچھی مالی حیثیت میں ہے تو بیوی کو اس حیثیت سے کم خرچ نہ دے اور اسے اپنے بجل کی بھینٹ نہ چڑھائے۔ شوہر کو چاہئے کہ اپنی گھریلو زندگی کو پرسکون رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی تعمیل کرے، شوہر کی اہم ذمہ داریوں (فرائض) میں ایک یہ بھی ہے کہ بیوی پر زیادتی نہ کرے، بیوی پر زیادتی کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس پر دست درازی، بیوی پر بے جا طعن و تشنیع، گالی گلوچ، اس کے رشتہ داروں سے نفرت و عناد، اس کے اپنے ذاتی معاملات میں بے جا مداخلت، اس کے شرعی حقوق کا ادا نہ کرنا، اس کے گھریلو کاموں پر بے جا تنقید وغیرہ وغیرہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

بیوی کے فرائض

جیسے شوہر کو اسلام نے بیوی کے سلسلہ میں کئی احکام میں پابند کیا ہے، ایسے ہی بیوی بھی کچھ اسلامی ضابطوں کی پابند ہے کہ انہیں اپنائے اور شوہر کے ساتھ اپنے ماحول کو خوشگوار بنائے۔ ان فرائض میں پہلی بات شوہر کی اطاعت ہے، جب تک اسے اس کا شوہر قرآن و سنت اور احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے خلاف کوئی بات نہیں کہتا تو اسکی اطاعت لازم ہے اگر وہ خلاف شرع کام کروانا چاہتا ہے تو پھر عورت کو چاہئے کہ اپنی حکمت عملی اور دانائی سے اُسے سمجھائے اور خلاف شریعت غلط احکام جاری کرنے سے روکے

لا طاعة المخلوق في معصية الخالق (1)

خدائے قدوس کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت کا حکم نہیں حتیٰ کہ اولاد کو بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے والدین کے خلاف شریعت احکام کو مانیں، اس ضمن میں سورہ نساء شریف میں رب قدوس جل مجدہ کا ارشاد گرامی بڑی واضح دلیل کے طور پر ملتا ہے۔

فالصلحت قنت حافطات للغيب (2)

اس آیت مقدسہ میں نیک خواتین کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ صالحات کون ہیں جو اپنے شوہروں کی

(1) الترمذی، السنن، مأجاء لاطاعة المخلوق، ص 299/6

ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 737/7

(2) النساء 4: 34

اطاعت کریں اور حفاظت کریں، یعنی شوہر کے مال کی حفاظت، اس کی عزت کی حفاظت، اس کی نسب کی حفاظت، اس کے معاملات کی حفاظت، اس کے متعلقہ مسائل کی حفاظت، اس کی ضروریات کی حفاظت، یہ ایک ایسا وسیع حکم ہے جس میں شوہر کی زندگی سے وابستہ بہت سے معاملات آجاتے ہیں، اس میں یہ بھی آجاتا ہے کہ اگر شوہر کسی شخص کا اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتا تو بیوی اس کا بھی خیال کرے اگر بیوی کو محسوس ہو کہ شوہر کے مال سے صدقہ و خیرات دینے سے شوہر محسوس کرے گا تو اس سے بھی بچے اور صدقہ بھی اس کی اجازت سے کرے، اگر بیوی کا گھر سے باہر جانا بھی شوہر کو پسند نہ ہو تو ہرگز نہ جائے وہ گھریلو اشیاء کی خریداری کے سلسلہ میں ہی کیوں نہ ہو، ویسے بھی عورت کو گھر رہنے کا ہی حکم ہے

وقرن فی بیوتکن (1)

وہ اپنے گھروں میں ٹھہریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اصلاحی تدابیر

میاں بیوی کے ایک جگہ رہنے، گھریلو نظام کو چلانے، اپنے اپنے خاندانوں کے مسائل، اپنے بے شمار معاملات میں اختلاف وغیرہ کا ہونا بھی ایک فطری امر ہے، چونکہ اسلام نے مرد کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ گھر کے تمام اخراجات پورے کرے مسائل حل کرے، ضروریات پر توجہ دے، اس لئے اگر بیوی کی طرف سے کوئی کوتاہی یا نافرمانی سرزد ہو جائے تو اس کی اصلاح کیلئے مرد کو کچھ کہنے کچھ کرنے کی بھی اجازت دی ہے، اگر بیوی نافرمانی پر اتر آئی ہے تو شوہر کو اختیار دیا گیا ہے کہ اس کی اصلاح کیلئے پہلے مرحلہ میں خود نصیحت کرے، معاملہ طے نہ ہو تو پھر اس کے والدین اور عزیزوں کے ذریعہ سے اصلاح کرے، یہ صورت بھی ناکام ہو تو پھر مناسب اور محتاط سخت رویہ اختیار کرے گا، یہ بھی ناکام ہو جائے تو پھر کچھ دن کا بستر الگ کر سکتا ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ ان تدابیر کے اختیار کرنے سے مصالحت کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

بیویوں سے حسن سلوک

خدا نخواستہ مصالحت کی تمام تدابیر ناکام ہو جائیں تو پھر مرد کو اختیار ہے اور یہ اختیار بہر حال مرد کو ہی ہے۔ قرآن مقدس نے یہ حق مرد کو ہی دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے

وَبَيِّدَ عَقْدَةَ النِّكَاحِ (1)

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہی ہے۔ دوسری آیہ مبارکہ میں یہ ضابطہ اس طرح ملتا ہے

اِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ (2)

اس ارشاد گرامی سے واضح ہے طلاق دینے کا فعل مردوں کی طرف منسوب ہے، اگر یہ کام خواتین کے سپرد ہو تو عورتیں اپنی کم ہمتی، کم حوصلگی کے باعث طلاقوں کی بھرمار کر دیں۔

یہ یاد رہے اگرچہ شوہر کو طلاق کا اختیار دیدیا گیا ہے مگر شریعت مطہرہ طلاق کے عمل کو پسند نہیں کرتی، حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے،

ابغض الحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق (3)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے حضور حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے۔ مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر بیویوں ناپسند بھی ہوں تو ان سے حسن سلوک کریں اور زندگی نبھائیں۔

وَعَانِشْرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (4)

اُن سے حسن سلوک کرو،

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ

اللہ فیہ خیرا کثیرا، (4)

اگر وہ تمہیں ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی پیدا کر دے۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے عنوان کو اس طرح

(1) البقرة 2: 237

(2) البقرة 2: 232

(3) ابوداؤد، السنن، فی کراہیۃ الطلاق، الرقم 1863، ص 6/91

(4) النساء 4: 19

ارشاد فرمایا ہے۔

خير کم من خير کم باھلہ و انا خير باھلی او کما

قال ﷺ۔ (1)

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے بہتر سلوک رکھتا ہے اور میں اپنے گھر والوں سے اچھا ہوں۔
حضور سید عالم ﷺ نے خواتین سے حسن سلوک کا حکم متعدد مقامات پر بطور خاص ذکر فرمایا ہے، جو مردوں کیلئے ایک اہم حیثیت رکھتا ہے، ۱۰۔ ہکو میدان عرفات میں جبل رحمت پر ڈیڑھ لاکھ کے عظیم اجتماع میں حضور ﷺ نے جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید، اپنی نبوت و رسالت ایک دوسرے کی عزت و عظمت، امانتوں کی ادائیگی، سود کے خاتمہ، جاہلیت کے آثار ختم کرنے، جاہلیت کے خونوں سے درگزر، شیطان کی اطاعت سے پرہیز، بھائی چارہ سے رہنے کا حکم، قتل و غارت سے بچاؤ کا حکم، انسانی مساوات پر درس کہ کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں، فضیلت صرف پرہیزگاری میں ہے، وارثوں کو ان کا مال ادا کرنے کا حکم، خصوصاً عورتوں کے متعلق فرمایا کہ تمہاری عورتوں کو تم پر حق ہے، تم اچھے انداز سے رکھنا، اچھا کھانا، اچھا پہنانا، بھلائی کی تاکید فرمائی کہ وہ تمہارے پاس قیدی کی سی ہوتی ہیں اور اپنے لئے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اس لئے عورتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان سے بھلائی کی تمہیں تاکید ہے ہاں کیا میں نے پہنچا دیا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور جذبہ رحم و محبت

آج معاشرہ میں بگاڑ، لڑائی جھگڑا، قتل و غارت ایسے بے شمار فتنے اٹھ رہے ہیں جنکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پیار، امن، سکون، ہمدردی کے جذبات ختم ہو گئے ہیں۔ اگر انسانی زندگی جذبات محبت کی

(1) البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 468/7

(2) الاحمد، المسند، من مجل اصحاب النبی ﷺ، الرقم 22391، ص 47/478

عبداللہ بن مبارک، ربکم واحد و اباکم واحد، الرقم 240، ص 1/245

بنیادوں پر استوار کی جائے تو ان مصائب و مشکلات سے نجات مل سکتی ہے اسلام نے آپس میں محبت و پیار کو فروغ دینے کے سلسلے میں تاکید کی ہے اس سلسلہ میں حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کتاب التوحید میں نقل کیا ہے بنیادی حیثیت رکھتا ہے ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا“ (1)

ترمذی شریف کتاب البر میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے رحم کرنے والوں پر رحم کیا جاتا ہے زمین والوں پر رحم کرو آسمان والاتم پر رحم کرے گا (2)

انسانیت میں یہ جذبہ رحم عام ہو جائے تو آپس کے بگڑے اور بکھرے معاملات درست ہو سکتے ہیں۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو نقل کیا ہے

الخلق عیال الله فأحب الخلق الى الله من احسن

الى عیالہ۔ (3)

”مخلوق اللہ کا کنبہ ہے مخلوق میں خدا کو زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ پر احسان کرے“ حضور ﷺ نے رحم و محبت کے عنوان کو ایک مقام پر اس طرح بیان فرمایا ”ہر ذی روح کے ساتھ رحم کرنے پر تم کو ثواب ملے گا“ (4)

حضور سید عالم ﷺ نے دوسرے مقام پر اس عنوان پر اس طرح ارشاد فرمایا ”تم مومنوں کو آپس میں رحم و محبت اور ہمدردی کے معاملہ میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے کہ اگر ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم اسکی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے“ (5)

- (1) البخاری، الجامع الصحیح، رحمۃ الوالد، الرقم 5538، ص 403/18
- (2) المسلم، الجامع الصحیح، رحمۃ ﷺ، الصبیان، الرقم 4282، ص 455/11
- (3) الترمذی، السنن، ماجاء فی رحمۃ الناس، الرقم 1847، ص 161/7
- (4) البیہقی، شعب الایمان، فی مایقول العاطس فی جواب، الرقم 10607، ص 432/22
- (5) البیہقی، شعب الایمان، قیام الاوزاعی، الرقم 7194، ص 432/22
- (6) البخاری، الجامع الصحیح، رحمۃ الناس والبیہائم، الرقم 5560، ص 424/18
- (7) ابوداؤد، السنن، مایومر بہ من القیام، الرقم 2187، ص 92/7
- (8) الاحمد، المسند، ابی ہریرہ، الرقم 8519، ص 61/18
- (9) البخاری، الجامع الصحیح، بیین الرجل لصحبہ انہ اخوة، الرقم 6437، ص 282/21
- (10) المسلم، الجامع الصحیح، تحریم الظلم، الرقم 4677، ص 458/2

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے خدام و غلامان کو اس طرح متحد فرمایا کہ وہ مختلف ہوتے بھی ساتھ ساتھ رہے ہیں حضور ﷺ نے جو مہاجرین و انصار میں مواخات بھائی چارہ قائم فرمایا اسکی مثال کسی مذہب و ملت میں نہیں مل سکتی۔ ایسی مروت و محبت کے اصول کو ایک مقام پر حضور ﷺ نے اس طرح ذکر فرمایا ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسکی مدد سے باز رہتا ہے جو شخص کسی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوا ہو گا اللہ اسکی حاجت پوری کرنے میں لگ جائے گا۔ (1)

رحمت و محبت کے قیمتی ضابطہ کو حضور ﷺ نے ایک مقام پر اس انداز میں بھی ارشاد فرمایا

”المؤمن یألف وللا خیر فیمن یألف (2)

ایمان دار محل محبت ہے اور جو محبت کے جوہر سے عاری ہے اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں، غیبت، الزام بازی، بہتان تراشی، گالی گلوچ اسی سے سرزد ہوتے ہیں جو محبت کے جوہر سے خالی ہوتا ہے۔ جذبہ رحم و محبت کا تقاضا ہے کہ میں اپنے بھائی کے خلاف زبانی طور پر یا عملی طور پر کوئی ایسا اقدام نہ کروں جس سے وہ رسوا و ذلیل ہو یہ حضور ﷺ نے مسلمان ہونے کا معیار ہی حسین بیان فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (3)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں۔

قرآن مقدس نے سورۃ الحجرات میں اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا

انہا المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم (4)

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا بھائیوں کے درمیان تعلقات بہتر کرو حضور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے مزید تائید ہوتی ہے ”اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم“ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ مظلوم کی امداد تو کی جاسکتی ہے ظالم کی مدد کیسے کی جائے تو حضور نے فرمایا اس کی

(1) البخاری، الجامع الصحیح، لا یسلم یظلم المسلم، الرقم 2262، ص 309/8

ابوداؤد، السنن، المواخاة، الرقم 4248، ص 41/13

(2) البانی، مشکوٰۃ، باب السلام، الرقم 4995، ص 82/3

(3) البخاری، الجامع الصحیح، من سلم المسلمون من لسانہ، ص 14/1

المسلم، الجامع الصحیح، بیان تفاضل الاسلام، الرقم 58، ص 149/1

(4) الحجرات 10؛ 49

مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو۔ (1)

اسی اتفاق و اتحاد اور جذبہٴ رحم و محبت کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ”مسلمان ایک دوسرے کے لئے دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے“ (2)

حضور سید عالم ﷺ نے ایک اور حدیث شریف میں مسلمانوں کو آپس میں بہتر تعلقات حسن اخلاق، ایک دوسرے سے تعاون کو اس طرح بیان فرمایا

مثل الاخوين مثل الیدين تغسل احدهما الاخریٰ

او کما قال ﷺ (3)

دو بھائی دو ہاتھوں کی مانند ہیں کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور غسل دیتا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کی حسب استطاعت حاجت روائی کرے عیب دیکھے تو ستر پوشی کرے، مصیبت کے وقت امداد کرے اور کچھ نہ کر سکے تو اخلاقی طور پر ہی اس سے تعاون کرے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے خلاف الزام، بہتان، غیبت، مخالفت اصول محبت کے منافی ہے اور ارشادات خداوندی اور ہدایات نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔

انسانوں کا آپس میں حسن سلوک اور پیار تو بہت بڑی بات ہے حضور ﷺ نے تو ہر ذی حیات کے ساتھ جذبہٴ رحم کا حکم دیا ہے حضور سید عالم ﷺ نے تو جانوروں سے بھی جذبہٴ رحم و محبت کو اجاگر فرمایا دس ہزار قدسیوں کی قیادت فرماتے ہوئے فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے ہیں تو راستہ میں ایک کتیا کو دیکھا جو اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہے تو فوراً صحابہ کی ڈیوٹی لگا دی کہ اس کا خیال کریں کہیں فوجیوں کے پاؤں تلے یہ بچے کچلے نہ جائیں، ایک موقع پر حضور ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں پر ایک اونٹ حضور ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا حضور ﷺ نے اس سے پیار کیا اور پھر فرمایا یہ اونٹ کس

(1) البخاری، الجامع الصحیح، عن اخاك ظالمًا او مظلومًا، الرقم 2264، ص 312/8

البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 94/6

(2) البخاری، الجامع الصحیح، نصر المظلوم، الرقم 2266، ص 315/8

البیہقی، السنن الکبریٰ، الرقم 2262، ص 94/6

(3) البخاری، الجامع الصحیح، لا یظلم المسلم المسلم ولا، الرقم 2262، ص 309/8

کا ہے ایک نوجوان نے عرض کی حضور میرا ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم خدا سے ڈرتے نہیں اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو (1)

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہے وہ اس کی مخلوق سے محبت کرے (2)
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور صلہ رحمی

والدین بہن بھائیوں سے حسن سلوک کے ساتھ اسلام نے رشتہ داروں قریبوں سے اخلاص ہمدردی کو بڑی اہمیت دی ہے قرآن مقدس نے فرمایا ہے

وآت ذا القربیٰ حقہ (3)

قرابت والوں کو اس کا حق ادا کرو رب قدوس جل مجدہ نے جہاں عدل و احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے وہاں پر خاص طور پر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے

ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ (4)

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور حسن سلوک کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اس اخلاص حسن سلوک کو صلہ رحمی کے لفظوں سے بھی تعبیر کر لیا جاتا ہے قرآن مقدس نے صلہ رحمی نہ کرنے والوں کو فاسق فرمایا ہے سورہ البقرہ شریف میں

وما یضل بہ الا الفاسقین الذین یقضون عہد اللہ من

بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (5)

وہ انہیں کو گمراہ کرتا ہے جو خدا کا حکم نہیں مانتے اور جو خدا کا عہد باندھ کر توڑ دیتے ہیں اور خدا نے جس کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں صلہ رحمی کے بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ رحم

(1) ابوداؤد، السنن، مایومر بہ من القیام علی الدواب، الرقم 2187، ص 92/7

(2) ابوداؤد، السنن، مایومر بہ من القیام علی الدواب، الرقم 2186، ص 91/7

(3) الاسراء 26; 17

(4) النحل 90; 16

(5) البقرہ 27, 26; 2

کو مخاطب کر کے فرماتا ہے جس نے تجھ کو ملایا اس کو میں نے ملایا جس نے تجھ کو کانا اس کو میں نے کانا (1)
ایک موقع پر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو
مجھے جنت میں لے جائے فرمایا خدا کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ نماز اچھی طرح ادا کرو زکوٰۃ دو
اور قربت کا حق (صلہ رحمی) ادا کرو (2)

ایک اور حدیث شریف میں ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا جسکو یہ پسند ہو کہ اسکی روزی میں وسعت ہو اور عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے
(3)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پاک سے صلہ رحمی کے نقوش ہر لمحہ ابھرتے دکھائی دیتے ہیں سیدنا
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لینا، اپنے چچا سے حسن سلوک ہے، صلہ رحمی ہے کہ ان دنوں
جناب ابوطالب کی معاشی حالت بہتر نہ تھی اور آپ نے اپنے چچا کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹایا ہے
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھیوں سے بھی مالی تعاون فرمایا ہے۔ (4)

خیبر کے مال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ دو حصے مسلمانوں
کے اور ایک حصہ اہل و عیال کے لیے تھا اس حصہ سے بھی بچی ہوئی رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم فقراء و
مہاجرین میں تقسیم فرمادیتے تھے (5)

کسی قریبی کو مالی امداد دینے میں دوہرا ثواب ہے اصل صدقہ کا ثواب اور رشتہ داری کو نبھانے کا
ثواب۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک فرمایا ہے، بدر

(1) البخاری، الجامع الصحیح، من وصل وصلہ اللہ، الرقم 5529، ص 389/18

المسلم، الجامع الصحیح، صلۃ الرحم والتحریم، الرقم 4635، ص 407/12

(2) البخاری، الجامع الصحیح، فضل صلۃ الرحم، الرقم 5524، ص 381/18

الاحمد، المسند، حدیث ابویوب انصاری، الرقم 22448، ص 43/48

(3) البخاری، الجامع الصحیح، من بسط لہ فی الرزق، الرقم 5526، ص 385/18

المسلم، الجامع الصحیح، صلۃ الرحم وتحریم، الرقم 4639، ص 411/12

(4) ابن قیم، زاد المعاد، ص 17/3

(5) ابوداود، السنن، فی معنی آیات رسول اللہ ﷺ، الرقم 2577، ص 201/8

کے موقع پر حضرت عباس دوسرے مشرکین کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے رسی سخت باندھے جانے سے وہ کراہ رہے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی رسیاں ڈھیلی کرادیں اور یہی رعایت سب کو دینے کا حکم فرمایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کا سامان بھی مہیا فرمایا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کے پاس اسوقت سامان نہ تھا ابورافع اور ابویوب رضی اللہ عنہما کے ذریعہ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور سامان لے کر دیا (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور یتیموں سے ہمدردی

انسانوں میں وہ بچہ یتیم ہے جس کا باپ فوت ہو گیا چوپایوں میں وہ جانور بچہ یتیم ہوگا جسکی ماں مرجائے انسانوں میں بچے کی تربیت کا انحصار زیادہ تر والد پر ہے اس لیے جانوروں میں ماں پر ہے، اس لئے یتیم یتیم سے ہے تہارہ جانا اور یہ یتیمی کا عرصہ بچے کے بالغ ہونے پر ختم ہو جاتا ہے بچی اسوقت تک یتیم کہلائے گی جب تک اسکی شادی نہ ہو جائے اگرچہ وہ بالغہ بھی ہو جائے کہ باپ کے بعد اسکی ضروریات زندگی کا کفیل اس کا شوہر ہی ہوگا اسلام وہ مقدس دین ہے جو معاشرہ میں کسی فرد کو تنہا ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتا، قرآن مقدس کے ایک ارشاد گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ فقراء و مساکین اور یتیموں کے لیے اُن سے حسن سلوک اور رواداری کا ضابطہ اسلام کی آمد سے پہلے بھی تھا سورہ البقرہ شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے

واذ اخذنا میثاق بی اسرائیل لاتعبدون الا الله وبأ

لوالدین احساناً و ذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین (2)

یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں والدین کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں، مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اسلام نے آکر اس حسین ضابطہ کو مزید صاف ستھرا اور نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کیا رب قدوس

(1) حقوق العباد، ص 132

(2) البقرہ 2: 83

جل مجدہ نے یتیموں سے حسن سلوک اخلاص اور اخلاق کے حکم کو حضور ﷺ سے اس طرح فرمایا

”فأما اليتيم فلا تقهر“ (1)

یتیم پر سختی نہ کرو۔ حضور سید عالم ﷺ نے ایک موقع پر یتیم کی عظمت کو اس طرح ارشاد فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جا رہا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہو۔

ایک مقام پر حضور ﷺ نے یتیم کی عظمت کو اس طرح چار چاند لگاتے ہوئے فرمایا

”انا وكافل اليتيم کہا تین“ (2)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔ حضور ﷺ کے ایسے ارشادات گرامی نے یتیموں سے محبت کو ایسے بلند مقام تک پہنچایا کہ ہر دل میں یتیم کا پیار پیدا ہو گیا پھر دل بھی پکھل گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس ضمن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یتیم بچیوں کو گھر لے جا کر ان کی پرورش اور ان سے پیار محبت کے انداز اختیار فرماتیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کسی یتیم بچے کو ساتھ لیئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، پھر قرآن مقدس نے یتیموں مسکینوں کے ساتھ مزید حسن سلوک کو اس طرح ارشاد فرمایا

”فان خفتهم الا تقسطو في اليتامى فانكحو ما

طاب لكم“ (3)

اگر تم خطرہ محسوس کرو کہ یتیموں سے عدل و انصاف نہ کر سکو گے تو جہاں چاہو نکاح کر لو۔ اگر خطرہ محسوس نہیں ہوتا تو پہلا حکم یہی ہوگا یتیموں مسکینوں سے ازدواجی تعلقات بھی پیدا کرو کہ وہ معاشرہ میں تنہا نہ رہ

(1) الضحیٰ 9:93

(2) البخاری، الجامع الصحیح، المعان، الرقم 4892، ص 357/16

ابوداؤد، السنن، من ضم الیتیم، الرقم 4483، ص 362/13

الترمذی، السنن، ما جاء في مربية الیتیم، الرقم 1841، ص 153/7

(3) النساء 3:4

جائیں بلکہ آپ کے تعلقات کے ساتھ وہ معاشرہ کے معزز فرد ثابت ہوں۔ اس آیہ کریمہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یتیم لڑکی سے انصاف نہ کر سکے تو محض لڑکی کے حسن یا اس کی دولت کے پیش نظر نکاح کر کے اسکی زندگی کو برباد نہ کرے اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے جو یتیم بچیوں کو نکاح میں لانے سے گریز کرتے تھے قرآن مقدس نے صدقات و خیرات دیتے وقت بھی یتیموں اور مسکینوں کو نظروں میں رکھنے کا حکم دیا ہے

”انما الصدقات للفقراء والمساکین“ (1)

صدقات نفلی ہوں یا فرضی غریبوں اور محتاجوں کے لئے ہیں اسلامی نظام حیات غرباء و مساکین کو معاشرہ میں تنہا نہیں چھوڑتا امراء کو حکم دیتا ہے کہ ان سے حسن سلوک کریں۔ قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر غریبوں مسکینوں اور یتیموں سے حسن سلوک کرنے والوں کا ذکر حسین انداز میں اس طرح فرمایا

”ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیمًا

واسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء

ولا شکوراً“ (2)

اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے نہ بدلہ جاتے ہیں نہ شکر۔ اس آیہ مبارکہ کے آخری حصہ سے ایک اشارہ یہ بھی واضح طور پر مل رہا ہے کہ کسی یتیم مسکین کو دینا یہ اس کا اپنا حق ہے جو مالدار پر ہوتا ہے مالدار کا احسان نہیں۔ یتیم کے مال سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے سخت انداز میں تنبیہ فرمائی ہے

”ان الذین یأکلون اموال الیتامی ظلماً انما یأکلون فی

بطونہم نامراً و سیصلون سعیراً“ (3)

بے شک جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ جہنم جھونکے جائیں گے اسی عنوان پر حضور ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے کچھ لوگ قیامت

(1) التوبہ 9; 60

(2) الانسان 76; 9, 8

(3) النساء 4; 10

کے دن اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کی
یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے فرمایا جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ (1)
قرآن مقدس نے یتیموں کی جائیداد کے تحفظ کا حکم اس طرح فرمایا
”ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا

فليأكل بالمعروف“ (2)

یتیم کا سرپرست مال دار ہو تو وہ پرہیزگاری سے کام لے (یتیم کی جائیداد کی حفاظت کے بدلہ میں کچھ
وصول نہ کرے) اور اگر سرپرست محتاج ہو تو پھر حفاظت کے عوض بقدر ضرورت لے لے (سیدنا ابو
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا
ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خیال آتا ہے
حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا وہ ایسے ہے جیسے ساری رات قیام کرنے والا دن کو روزہ رکھنے والا (3)
حضور سید عالم ﷺ نے اصحاب صفہ سے حسن سلوک فرما کر ملت اسلامیہ کو درس دیا کہ غربا
فقراء مساکین سے حسن سلوک کیا جائے، فقراء و مساکین کو صدقات، عطیات دینا دراصل انہیں کو ان کا
حق ادا کرنا ہے قرآن مقدس فرماتا ہے

”والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل

والمحروم“ (4)

جن کے مال میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور خدام سے شفقت

جب کوئی شخص مالدار ہو اور اپنے تمام کام خدام و ملازمین سے لیتا ہو تو مال کا غرور تکبر اسے

(1) ابن کثیر، التفسیر، ص 223/2

(2) النساء 4: 7

(3) البخاری، الجامع الصحیح، فضل النفقة علی الاحصل، الرقم 4934، ص 16/429

(4) الترمذی، السنن، ما جاء فی السلی علی الامر ملّة، الرقم 1892، ص 7/234

(4) المعارج 70، 24، 25

ملازمین و خدام سے ناروا سلوک کا سبق بھی پڑھا دیتا ہے جس پر عمل کر کے مالدار شخص حق کی راہ سے بہک جاتا ہے اسلام نے ایسے افراد کو خدام کے ساتھ حسن سلوک کا درس سکھایا کہ کہیں ان پر ظلم و ستم کر کے حق کی راہ سے بھٹک نہ جائیں اسلام نے مال و دولت، منصب نسلی اور خاندانی عظمتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی قرآن مقدس کے اس ارشاد نے کبر و غرور اور مالی برتری ایسے بے شمار بتوں کو توڑ دیا ہے ارشاد گرامی ہے

”ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم“ (1)

تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اس ارشاد گرامی سے انسانی درجہ بندی کا معیار بدل گیا حسب و نسب اور دولت انسان کے مرتبہ کی کسوٹی نہ رہی، حضور سید عالم ﷺ کا وہ ارشاد جو آپ نے حجۃ الودع کے خطبہ میں فرمایا زبردست سند ہے ”گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم کے بیٹے ہو۔“ (2)

حضور ﷺ نے ایک اور ارشاد گرامی میں مالک اور غلام کے امتیاز کو اس طرح مٹایا

المسلم اخو المسلم (3)

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

یہی وہ ضابطہ تھا جس نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس عظیم مقام پر پہنچا دیا تھا کہ حبش کے باسی ہیں عرب سے کوئی خاندانی رشتہ نہیں مگر جب بھی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملتے تو حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو سیدی بلال کہہ کر یاد فرماتے۔ خدام اور غلاموں کی عزت افزائی کیلئے حضور سید عالم ﷺ کا یہ عمل مبارک انسان کو کوثر حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ آپ نے خاندان قریش کی اعلیٰ نسب خاتون اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کر دی تھی اور پھر جنگ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت زید بن حارثہ کو امیر بنا

(1) الحجرات 13; 49

(2) الاحمد، المسند، حدیث مرسل من اصحاب النبی ﷺ، الرقم 22391، ص 478/47

البیہقی، شعب الایمان، مریکم واحد والا باکم، الرقم 4921، ص 130/11

(3) البخاری، الجامع لمصحیح، لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلم، الرقم 2262، ص 309/8

الترمذی، السنن، ما جاء فی الستر علی المسلم، الرقم 1346، ص 325/5

دینا بھی غلاموں سے کمال شفقت کی دلیل ہے۔ حضور سید عالم ﷺ اپنے ہاتھ سے مزدوری کو افضل و حلال قرار دے کر غلاموں اور مزدوروں کے سر کو اونچا فرمایا۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کون سا کسب بہترین ہے تو فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانا بہترین کسب ہے (1)

ان ارشادات عالیہ سے خادم اور مزدور کی عظمت نکھر کر سامنے آ رہی ہے قرآن مقدس نے خادموں اور غلاموں کو نام بگاڑ کر بلانے سے سختی سے منع فرمادیا

ولتأبزو بالالقباب (2)

ایک دوسرے کو برے القاب سے مت بلاؤ۔ آج اپنے خدام سے مذاق اور بے تکی باتیں کرنے کو عیب نہیں سمجھا جاتا ہے کہ وہ خادم ہیں قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا

لايسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا

منهم۔ (2)

ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ہو سکتا ہے وہ اللہ کی نگاہ میں اس سے بہتر ہو۔ خادمین اور غلاموں سے طعنہ زنی کو عیب نہیں سمجھا جاتا قرآن مقدس نے اس انداز کو سختی سے روک دیا ہے فرمایا

ويل لكل همزة لمزة (3)

طعنہ زنی اور عیب جوئی بڑی بربادی ہے، حضور سید عالم ﷺ نے خدام سے حسن سلوک کو اس طرح بھی ارشاد فرمایا تمہارے کچھ بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے تمہارے ہاتھوں میں دے رکھا ہے اگر کسی کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بھائی کو دیا ہو تو اسے چاہیے جو خود کھائے اسے بھی کھلائے جو خود پہنے اسے بھی پہنائے۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا خادم نے دھوپ میں محنت سے کھانا تیار کیا ہے تو اسے بھی ساتھ بٹھا کر کھلاؤ اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمے ہی اسے دو (4)

(1) البیهقی، شعب الایمان، الستون من شعب الایمان، الرقم 8482، ص 251/18

البیهقی، السنن الکبری، ص 128/6

(2) الحجرات 49؛ 11

(3) الہمزہ 104؛ 1

(4) البخاری، الجامع الصحیح، قول النبی ﷺ العبد، الرقم 2359، ص 478/8

خدام کی عزت افزائی میں حضور سید عالم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر لوگ تو بلائے جائیں اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے ایک دعوت میں بہت سے معزز لوگوں کو بلایا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور خدام کو کھانے پر نہ بلایا سیدنا عمر فاروق نے جلال میں آکر فرمایا اللہ ان سے سمجھے جو خدام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ اپنے غلام زادہ حضرت اسامہ سے بہت پیار فرماتے ایک زانوں پر حضرت امام حسن کو بٹھاتے اور دوسرے پر حضرت اسامہ کو اور بارگاہ قدس میں عرض کرتے ”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اسلئے تو بھی ان سے محبت فرما“ (1)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں حضور سید عالم ﷺ نے مجھے کسی کام جانے کا حکم فرمایا میں باہر نکلا اور گلی میں لڑکوں سے کھیلنے لگ گیا اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور پیچھے سے میری گردن سے پکڑ لیا میں نے دیکھا تو حضور ﷺ مسکرا رہے تھے فرمایا اے انس کام پر نہیں گیا میں نے عرض کی حضور جاتا ہوں۔ (2)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت کی، آپ نے پورا عرصہ خدمت میں مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا اور نہ کبھی یہ فرمایا تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہ کیا۔ (3)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا مجھ سے کوئی نقصان ہو گیا تو آپ نے کبھی ملامت نہ فرمائی اگر گھر والوں سے کوئی کچھ کہہ دیتا تو فرمادیتے چھوڑ دو جو ہونا تھا ہو گیا۔ (4)

خدام سے نرمی اور حسن سلوک کا ایک واقعہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے آپ کے خادم سے گرم شور بے کا بھرا ہوا پیالہ امام حسن علیہ السلام پر گر گیا آپ نے خادم کو دیکھا تو اس نے کہا اللہ کے

(1) البخاری، الجامع الصحيح، اذا نأه خادمه بطعامه، الرقم 2370، ص 492/8

مختصر امرواح الخليل، الرقم 2177، ص 433/1

(2) البخاری، الجامع الصحيح، ذكر اسامه بن زيد، الرقم 3455، ص 76/12

(3) البخاری، حسن الخلق والسخاء وما يكره من الخلق، الرقم 5578، ص 464/18

(4) الغزالي، احياء العلوم الدين، فضيلة الرحم، ص 437/3

بندے غصہ کو پی جاتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے پی لیا ہے پھر اس نے کہا اللہ کے بندے لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے معاف کر دیا ہے۔ غلاموں سے حسن سلوک، درگزر اور معاف کر دینے کا ایک اہم واقعہ حضور سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی طرف بھی منسوب ہے آپ کے خادم سے شیشہ گرا اور ٹوٹ گیا خادم گھبرایا کہ نقصان ہو گیا ہے، گرفت ہوگی، اس نے عرض کی ”از قضا آئینہ چینی شکست“ حضور قدرتی طور پر شیشہ گرا اور ٹوٹ گیا ہے غلام نے یہ عاجزانہ انداز اس لئے اختیار کیا کہ حضور ناراض نہ ہوں اور معاف فرمادیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خادم کے جواب میں یہ مصرعہ فرمایا ”خوب شد آئینہ خود بینی شکست“ اچھا ہو گیا خود بینی کے اسباب ختم ہو گئے

حضور سید عالم ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے کام سرانجام دیا کرتے تھے ایک موقع پر حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی گھر میں مصروفیات کا سوال ہوا تو آپ نے جواب فرمایا آپ گھر میں مصروف رہتے ہیں، دودھ دوتے، بازار سے سودا لے آتے، اپنا جوتا خود درست کر لیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ لیتے، چارہ ڈالتے، غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ لیتے۔ (1)

خادم سے حسن سلوک کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اسے نوکری سے نکالا نہ جائے اسکی غلطیوں کو معاف کر کے اس سے نبھا کیا جائے۔ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے پتہ چلتا ہے آپ نے تمام زندگی بھر کسی بھی خادم کو الگ نہیں کیا اسکی کوتاہیاں معاف کیں کہ دوسرا آئے گا تو وہ بھی غلطیاں کرے گا لہذا اسی سے گزارا کیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام اور حیوانات سے حسن سلوک

اسلام نے صرف انسانوں سے ہی پیار و محبت کا حکم نہیں دیا وہ حیوانات سے بھی محبت کا حکم

(1) الاحمد، المسند، باقی المسند السابق، الرقم 24176، ص 333/51

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، الرقم 5822، ص 265/3

دیتا ہے اس مسئلہ سے ہم اکثر و بیشتر غافل رہتے ہیں ایک صحابی نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی حضور میں نے جو اپنے اونٹوں کے لئے پانی پینے کا حوض بنادیا ہے اس پر کبھی نہ کبھی دوسرے اونٹ بھی آجاتے ہیں اگر انہیں وہاں سے پانی پلا دوں تو مجھے ثواب ملے گا تو آپ نے فرمایا ہر پیا سے ذی حیات کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ (1)

ایک بار حضور سید عالم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اور بلبلایا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ کس کا ہے اس انصاری نے عرض کی حضور میرا ہے تو آپ نے فرمایا اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اس پر جبر کرتے ہو۔ (2)

اسی ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی واضح ہے جب تم ہرے بھرے جنگل سے سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دیا کرو (یعنی وہاں چرنے کا موقع دو) قحط سالی میں سفر کرو تو سفر جلدی طے کر لیا کرو۔ (3)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم کسی منزل پر اترتے تو نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کچادوں کو کھول نہیں دیتے تھے۔ (4)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے جانوروں میں لڑائی کرانے سے منع فرمایا (5)

اس ضمن میں وہ واقعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے جب ایک صحابی ایک پرندہ پکڑ کر بارگاہ رسالت

-
- (1) ابن ماجہ، السنن، فضل صدقة الماء، الرقم 3676، ص 84/11
 - (2) ابوداؤد، السنن، ما یومر بہ من القیام علی الدواب، الرقم 2196، ص 91/7
 - (3) ابوداؤد، السنن، فی سرعة السیر والھی عنہ، الرقم 2206، ص 127/7
 - (4) الاحمد، المسند، مسند ابوہریرہ، ص 130/17
 - (5) ابوداؤد، السنن، فی نزول المنازل، الرقم 2188، ص 94/7
 - (6) ابو داؤد، السنن، فی التحریش بین البہائم، الرقم 2199، ص 113/7
 - (7) الترمذی، السنن، ماجاء فی کراہیة التحریش بین، الرقم 1630، ص 302/6
 - (8) الطبرانی، المعجم الكبير، ص 296/9

میں لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اُسے آزاد کرنے کا حکم دیا کہ جاؤ اسے واپس چھوڑ کر آؤ (1)
حضرت ام کرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے
تھے پرندوں کو اُن کے گھونسلوں میں رہنے دو۔ (2)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
آپ نے اپنے پیچھے سے اونٹوں کو مارنے اور ہانکنے کی آواز سنی تو آپ نے پیچھے مڑ کر فرمایا لوگو آرام سے
کام لو سواری کا دوڑانا اچھا کام نہیں۔ (3)

حیوانات سے حسن سلوک ہے بلا ضرورت دوڑانا ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں جانوروں کو
مارنا پیٹنا پریشان کرنا اچھا کام نہیں سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب تم جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کیا کرو اپنے چاقو کو تیز کر لیا کرو کہ اپنے
ذبح کو راحت دے۔ (4)

ذبح کرنے سے پہلے جانور کو کھلایا پلایا جائے یہ بھی حسن سلوک ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد گرامی ہے جو اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہے وہ اسکی مخلوق سے محبت کرے حیوانات بھی اللہ تعالیٰ کی
مخلوق ہیں ابوداؤد شریف میں حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا گھوڑے اپنے ہاں باندھا کرو انکی پیشانی کے بالوں اور پشت پر ہاتھ پھیرا کرو ان کے گلے میں پٹہ

(1) ابوداؤد، السنن، فی فضل الذبح، الرقم 4581، ص 4/14

المسلم، الجامع الصحيح، النهی عن قتل النمل، الرقم 4158، ص 11/298

الاحمد، المسند، مسند ابو هريرة، الرقم 7782، ص 16/323

(2) ابوداؤد، السنن، فی القبضۃ، الرقم 2452، ص 8/14

الاحمد، المسند، حدیث امر کرز الکعبیۃ، الرقم 25888، ص 55/115

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 18/342

البيهقي، السنن الكبير، ص 9/311

(3) البخاری، الجامع الصحيح، امر النبی ﷺ، الرقم 1559، ص 6/125

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفع من عرفه والمزلفه الفصل الاول، الرقم 2605، ص 2/86

(4) المسلم، الجامع الصحيح، الامر احسان الذبح والقتل وتحديد، الرقم 3615، ص 10/122

النسائی، السنن، حسن الذبح، الرقم 4336، ص 13/406

ابن ماجه، السنن، اذا ذبحتهم فأحسنوا الذبح، الرقم 3161، ص 9/342

الاحمد، المسند، حدیث شداد بن اوس، الرقم 16490، ص 34/470

ڈالا کرو۔ (1)

ہمارے ہاں بعض زمینداروں کا اپنے جانوروں سے انتہائی ظالمانہ رویہ دکھائی دیتا ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے حالانکہ حقیقتاً صورت حال یہ ہے کہ جانور گائے بھینس بکری اونٹ انسان کے بہترین ساتھی اور وفادار ہیں جب انسان کی ابتدائی زندگی تھی معاش کے لیے پریشان تھا تو اسکی شکم پروری کا سبب بھی جانور ہی تھے جب کارریل گاڑی کا اہتمام نہ تھا سواری کا کام بھی اونٹ گھوڑے ہی دیتے تھے بلکہ آج بھی پہاڑی علاقوں میں ہی جانور کام دیتے ہیں ہر دور میں انسان کی حمایت میں یہ جانور پیش پیش دکھائی دیتے ہیں زمانہ کس قدر ہی ترقی کیوں نہ کر جائے انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اور خوراک کیلئے گوشت پینے کے لیے دودھ جوتوں کیلئے کھال کے سلسلہ میں انہیں پر ہی نظر جائے گی جانوروں کے سنگدلی کے مظاہرہ کو اسلام نے سختی سے روکا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں اور یہ چوپائے پرند حیوانات عالمین میں داخل ہیں لہذا آپ ان پر بھی رحمت ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) ابو داؤد، السنن، اکرام الخیل، الرقم 2190، ص 98/7

البیہقی، السنن الکبریٰ، ص 330/6

ساتواں باب اخلاقِ رذیلہ

دل کی بیماریاں

جہاں قلب سلیم کی خدمات حسنہ کا ذکر ہو رہا ہے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ہی دل کی بیماریوں کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ قاری کو یہ بھی پتہ ہو کہ کونسی بیماریاں ہیں جو دل کو برباد کر دیتی ہیں اور دل کو ”قلب سلیم“ بننے سے روک دیتی ہیں جب تک ان کی تفصیل کا پتہ نہ ہو گا وہ بچ کیسے سکے گا۔

حسد

دل کی بیماریوں سے ایک اہم بیماری حسد بھی ہے جو دل کے خُسن کو برباد کر دیتی ہے اور اس کی حیات کو کمزور کر دیتی ہے اور یہ بیماری بڑی عام ہے اور ہو جاتی ہے، دکاندار کو اپنے پڑوسی دکاندار سے، زمیندار کو زمیندار سے، عالم کو عالم سے کسی بھی شخص کو اپنے ہم پیشہ سے یہ ہو سکتی ہے۔ حسد یہ ہے کہ کسی کے مال، کاروبار کو دیکھ کر جلنا کہ یہ اعزاز اُسے کیوں ملا ہے، اس کے پاس نہیں رہنا چاہئے، مجھے مل جانا چاہئے۔

اس بیماری کی مذمت میں حضور اکے بہت سے ارشادات ملتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب (1)

حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے، حضور سید عالم ﷺ نے اس سے منع کرنے کیلئے فرمایا

لا تحاسدوا ولا تقاطعوا ولا تباغضوا وكونوا عباد

الله اخواناً (2)

(1) ابو داؤد، السنن، فی الحسد، الرقم 4257، ص 56/13

ابن ماجہ، السنن، الحسد، الرقم 4200، ص 253/12

البیہقی، شعب الایمان، الثالث، الامر بعون من شعب الایمان، الرقم 6333، ص 122/14

ابو یعلیٰ الموصلی، المسند، الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار، الرقم 3557، ص 178/8

(2) البخاری، الجامع الصحیح، ما یتھی عن الحاسد والتدابیر، الرقم 5605، ص 9/19

المسلم، الجامع الصحیح، تحریم التحاسد والتباغض والتدابیر، الرقم 4641، ص 414/12

ابو داؤد، السنن، فیمن یحجر اخاء المسلم، الرقم 4264، ص 66/13

الاحمد، المسند، مسند انس بن مالک، الرقم 12875، ص 422/26

’ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ایک دوسرے سے قطع رحمی نہ کرو ایک دوسرے سے غضب نہ کرو اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے بندوں میں شامل رہو۔‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم بارگاہ نبوت میں حاضر تھے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آج اس راہ سے ایک جنتی تمہارے ہاں آئے گا اتنے میں ایک انصاری آدمی حاضر ہوا، داڑھی سے وضو کا پانی ٹپکتا تھا دوسرے دن بھی وہی آیا، تیسرے دن بھی وہی آیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر بن عاص فرماتے ہیں میں اس کے پیچھے گیا کہ پتہ کروں یہ شخص عمل کیا کرتا ہے، حضرت عبداللہ بطور مہمان اس کے ہاں ٹھہرے کہ پتہ کریں اس کے جنتی ہونے کیلئے اس کا عمل کونسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کوئی خاص بات محسوس نہ کی، تو پوچھا کہ تیرے بارہ میں حضور ﷺ نے جنتی ہونے کا ذکر فرمایا تھا، بتا تو سہی تیرا کون سا خاص عمل ہے اس نے کہا کوئی اور تو خاص بات نہیں، یہی کچھ ہے جو تم نے دیکھا البتہ ایک بات اور ہے جو شے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا فرماتا ہے، مجھے اس سے کبھی حسد نہیں ہوا، تو آپ نے فرمایا بس یہی بات ہے جو تجھے جنتی بنا گئی ہے۔ (1)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عرش کے سایہ میں ہے تو آپ نے اس کی قدر و منزلت پر تعجب فرمایا کہ یہ شخص کس قدر خوش نصیب ہے، بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ یہ بندہ کس عمل صالح سے اس مقام پر پہنچا۔ جواب ملا، موسیٰ یہ بندہ تین کام کرتا تھا، کسی پر حسد نہیں کرتا تھا، والدین کا نافرمان نہیں تھا، لوگوں میں چغلی کرنے سے بچتا تھا حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں حاسد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بندہ میری نعمت کا دشمن ہے میرے فیصلہ پر غصہ کرتا ہے میرے مقرر کردہ عمل پر راضی نہیں ہے۔ (2)

احیاء العلوم شریف میں جہنمیوں کی ایک فہرست کا ذکر ہے، امیر ظلم کے سبب، غریب ہٹ

(1) عبدالرزاق، المصنف، ص 287/11

عبد بن حمید، المصنف، بطلح علیکم الان من هذا الفجرجل اهل، الرقم 1162، ص 282/3

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الحسد، ص 376/2

دھرمی کے سبب، زمیندار تکبر کے سبب، تاجر خیانت کے سبب، علماء حسد کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔ کائنات میں سب سے پہلا حاسد ابلیس ہے جس نے سیدنا آدم علیہ السلام کی قدر و منزلت کو دیکھ کر حسد کیا اور انہیں سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور وجہ بتائی کہ یا اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے، آگ مٹی سے اعلیٰ ہے۔ (1)

اسی حسد و تکبر کی بناء پر راندہ گیا اور جنت سے نکال دیا گیا یہ حسد ہی تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں قاتیل اور ہاتیل کے درمیان جنگ ہوئی، قاتیل نے ہاتیل کو مار ڈالا کہ اس کی قربانی قبول ہوگئی اور اس کی رہ گئی، اس بیماری سے بچنے کیلئے صوفیائے دو علاج تجویز کئے ہیں، ایک علاج علمی ہے کہ حاسد یہ سوچے کہ دوسرے شخص کو جو علم مال، کمال عزت نصیب ہے وہ کسی کی دی ہوئی نہیں بلکہ رب قدوس جل مجدہ نے اُسے اپنے فضل سے نوازا ہے، جس قدر یہ بنیادی عقیدہ مضبوط ہوتا چلا جائے گا حاسد کے حسد میں کمی آتی جائے گی کہ یہ دولت اُسے خدا کی طرف سے ملی ہے میرے حسد سے ضائع نہیں ہوگی۔ (2)

دوسرا علاج عقلی ہے کہ حاسد گاہے بگاہے نہ چاہنے کے باوجود دوسرے کی تعریف میں کچھ کلمات کہتا رہے، ایسا کرتے رہنے سے آہستہ آہستہ حسد کی آگ خود بخود اس کے سینے سے بجھ جائے گی۔ یہود کی بری عادات میں سے ایک عادت حسد بھی ہے، حضور ﷺ کی آمد سے پہلے حضور ﷺ کے وسیلہ سے اپنی جنگوں میں فتح بھی مانگا کرتے تھے

فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به (3)

جب حضور ﷺ آگئے تو انکار کر دیا کہ یہ تو اولاد اسماعیل سے ہے۔ شریعت مطہرہ نے حسد کو حرام فرمایا، غبطہ کو جائز قرار دیا۔ حسد یہ ہے کہ یہ مال، یہ عزت اس کے پاس کیوں ہے میرے پاس ہونی چاہئے یہ حرام ہے، غبطہ یہ ہے یا اللہ جس طرح مال، عزت، فضل و کرم اُس سے وابستہ ہے مجھے بھی عطا فرما۔ یہ جائز ہے جس حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ دو آدمیوں پر حسد کیا جاسکتا ہے، ایک جسے مال دیا گیا اور

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقة الحسد و حکمہ و اقسامہ و مراتبہ، ص 377/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقة الحسد و حکمہ و اقسامہ و مراتبہ، ص 378/2

(3) من

وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جسے علم دیا گیا اور وہ لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ یہاں پر حسد بمعنی غبطہ ہی ہے۔ ”یا اللہ مجھے یہ کمالات عطا فرما تا کہ میں بھی اسی طرح خدمات انجام دوں“ ایسا کرنے میں حرج نہیں،۔ (1)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے حسد اور طمع کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا جیسے یہ دونوں لفظ حسد اور طمع نقطہ سے خالی ہیں ایسے ہی ان کا ارتکاب کرنے والا حقیقت سے خالی ہوتا ہے۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں حسد کی مذمت

ایمان کو تباہ و برباد کر دینے والی مہلک بیماریوں میں حسد بھی ایک شدید بیماری ہے قرآن مقدس پارہ 30 میں سورۃ الفلق شریف میں حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے ارشاد ہوتا ہے

ومن شر حاسد اذا حسد (3)

اس کی برائی میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں ابن ماجہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں

الحسد یا کل الحسنات کما تأکل النامر الحطب (4)

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے یہ روایت نقل کی ہے قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی بد عملی سے شدید رُسوا ہوں گے لوگوں نے عرض کی حضور وہ کون ہوں گے فرمایا امیر اپنے ظلم و جبر کی وجہ سے، غریب اپنے تعصب کے سبب، زمیندار اپنے تکبر کی وجہ سے، تاجر خیانت کی وجہ سے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الحسد و حکمہ و اقسامہ و مراتبہ، ص 379/2

(2) من

(3) الفلق 5: 113

(4) ابو داؤد، السنن، فی الحسد، الرقم 4257، ص 56/13

ابن ماجہ، السنن، الحسد، الرقم 4200، ص 12/253

البیہقی، شعب الایمان، الثالث الامر بعون من شعب الایمان، الرقم 6333، ص 14/122

ابو یعلی الموصلی، المسند، الحسد یا کل الحسنات کما تأکل النامر، الرقم 3557، ص 8/178

اور علماء حسد کی وجہ سے۔ (العیاذ باللہ) اس کائنات کے اندر سب سے پہلی خطا جو سرزد ہوئی وہ یہی ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر حسد کر کے ہی سجدے سے انکار کیا تھا، قاتیل نے ہائیل کو قتل کیا تھا تو یہ حسد ہی تھا، اس روئے زمین پر پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہی ہوا کہ ہائیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قاتیل کی رہ گئی یہی حسد تھا جس کے باعث یہ قتل ہوا۔

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کی ہنسی اور حسد دونوں کم ہو جائیں گے حضرت معاویہ فرماتے ہیں میں تمام آدمیوں کو راضی کرنے کی طاقت رکھتا ہوں مگر حاسد کو راضی کرنا میرے بس کی بات نہیں وہ تو صرف اسی پر راضی ہوگا کہ وہ نعمت چھین جائے۔ حسد ایک ایسا زخم ہے جو کبھی نہیں بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گزرتا ہے اس کیلئے وہی کافی ہے، امام محمد غزالی نے ایک اعرابی کا قول اس طرح نقل کیا ہے کہ ظالم و مظلوم برابر نہیں ہو سکتے مگر حاسد اور محسود دکھ میں، مصیبت میں دونوں برابر ہیں بلکہ حاسد پر وہ چھریاں چلتی ہیں جن کے زخموں کی تکلیف کو صرف حاسد ہی سمجھتا ہے حاسد کو لوگوں کی طرف سے رسوائی ملتی ہے، فرشتوں کی طرف سے لعنت کا طوق اور نزع کے وقت شدت اور قیامت میں عذاب (استغفر اللہ ربی من کل ذنب والتوب الیہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

غُصَّہ

دل کی بیماریوں سے ایک بیماری غصہ بھی ہے، بلا وجہ اور بات بات پر قہر و غصہ کا اظہار دل کو برباد کر دیتا ہے غصہ کے وقت حوصلہ، ہمت اور درگزر کرنے والوں کی فضیلت کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (1)

وہ لوگ اللہ کے مقبول بندوں میں ہیں جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ غصہ میں

درگذر کرنے والے کے حق میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے

من كف غضبه كف الله عنه عذابه (1)

جس نے اپنا غصہ روک لیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنا عذاب روک لیا۔ حضور سید عالم ﷺ نے غصہ پی جانے والے کو سب سے زیادہ طاقت ور فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اشدكم من غلب نفسه عند الغضب (1)

تم میں زیادہ طاقتور وہ ہے جو غضب و غصہ کی حالت میں اپنے پر قابو رکھ لے۔ اسی ضمن میں مزید فرمایا

واحللكم من عفا عند القدرة (1)

اور تم میں سب سے زیادہ حلیم وہ ہے جو انتقام لینے کی طاقت ہوتے ہوئے معاف کر دے۔

مزید ارشاد فرمایا۔

من كظم غيضا ملاء الله قلبه يوم القيمة مرضا (1)

جس نے غصہ پی لیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس طرح جزا عطا فرمائے گا کہ اس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا۔ اور رضاء الہی کتنی بڑی دولت ہے اسی کتاب کے پچھلے صفحات میں ذکر ہے۔ اسی عنوان پر امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ اپنے وقت کے عظیم صوفی حضرت ایوب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ایک لمحہ کا درگزر کرنا بہت سے شر کو دور کر دیتا ہے۔

ایک موقع پر حضرت سفیان ثوری، حضرت ابو خزیمہ ربیع اور فضیل بن عیاض علیہم الرحمہ کسی روحانی محفل میں اکٹھے ہوئے تو ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اعمال صالحہ میں سب سے بڑا عمل صالح یہ ہے کہ غصہ کے وقت حلم سے کام لے اور طمع کے وقت صبر سے۔ (2)

امام غزالی علیہ الرحمہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایک موقع پر آپ کسی شخص کے سوالات پر غصہ میں آ گئے تو آپ کے ایک مخلص ساتھی مالک بن اوس نے عرض کی۔ امیر المؤمنین قرآن مقدس کے اس ارشاد پر نظر فرمائیں۔

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة كظم الغيظ، ص 364/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، فضیلة كظم الغيظ، ص 365/2

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین

(1)

درگزر کرو بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ ایک علاج یہ بھی ہے کہ جب غصہ آئے تو پڑھو

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم (2)

اگر کبھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غصہ میں ہوتیں تو حضور ﷺ انہیں یہ دعا پڑھا دیا کرتے۔

اللہم اغفر لی ذنبی واذهب غیظ قلبی (3)

اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور دل کے غصہ کو دور کر دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں غصہ کی مذمت

غصہ وہ بری عادت ہے جس کے ظاہر ہونے سے لڑائی جھگڑا، قتل و غارت اور آپس میں رنجشیں اور دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اصلاح معاشرہ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس بری عادت کا خاتمہ ہو اسلام نے ہمیں اس سے بچنے کا حکم دیا ہے غصہ آگ کا شعلہ ہے جیسے آگ راکھ میں چھپی رہتی ہے ایسے ہی غصہ دل کی تہہ میں چھپا رہتا ہے اور جسطرح چقماق کی رگڑ سے آگ جل اٹھتی ہے ایسے ہی ادنیٰ سے تکبر و غرور کے چقماق سے غصہ کی آگ چمک اٹھتی ہے اور اگر اس پر قابو نہ پایا جائے تو نہ معلوم کتنے گھروں کو، کتنے خرمینوں کو جلا کر راکھ کر دیگی۔ مٹی میں سکون ہے، عجز ہے وقار ہے، آگ میں شعلہ ہے، شور ہے، سرکشی ہے، مٹی انسان میں، آگ شیطان میں قرآن مقدس نے شیطان کے قول کو بیان فرمایا اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ سے انکار کی وجہ یہ بیان کی

خلقتنی من نأمر و خلقتہ من طین (4)

(1) الاعراف 199:7

(2) النحل 98:16

(3) ابن حجر العسقلانی، الاذکار، ص 301/1

(4) الاعراف 12:7

اے اللہ میں آدم کو سجدہ کیوں کروں اسے تو نے مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے۔ آگ کی فطرت میں بھڑکنا ہے، جبکہ مٹی میں عجز ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور مجھے کوئی چھوٹا ساعل فرمادیں جو کرتا رہوں آپ نے جواب میں فرمایا لا تغضب

غصہ میں نہ آیا کرا، بس نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے پھر یہی فرمایا، یہی بات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے آپ نے بھی بارگاہ رسالت میں یہی سوال کیا کہ کوئی مختصر ساعل فرمادیجئے تو آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرا فاروق اعظم فرماتے ہیں میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے پھر یہی جواب فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ (1)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم میں ابن عبد البر کی ایک روایت نقل کی ہے انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور کوئی ایسا عمل فرمائیں کہ میں خدا کے غضب سے بچ جاؤں آپ نے فرمایا خود غصہ مت کیا کرو۔ امام مسلم نے اپنی کتاب مسلم شریف میں سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث شریف نقل کی ہے ایک موقع پر حضور ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا، بتاؤ زبردست پہلوان کون ہے لوگوں نے عرض کی حضور جو کسی سے شکست نہ کھائے تو آپ نے فرمایا نہیں

ليس الشديد بالصرعة وانما الشديد الذي عليك

نفسه عند الغضب او كما قال ﷺ (2)

فرمایا نہیں بہت بڑا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو ڈھائے اور غصہ پر قابو پالے۔

سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی عنوان پر حضور ﷺ کا ایک دوسرا ارشاد اس طرح نقل

فرماتے ہیں

(1) البخاری، الجامع الصحيح، الحذر من الغضب، الرقم 5651، ص 74/19

النووي، رياض الصالحين، باب الصبر، ص 12/1

(2) البخاری، الجامع الصحيح، الحذر من الغضب، الرقم 5649، ص 72/19

المسلم، الجامع الصحيح، فضل من يملك خفه عند الغضب، الرقم 4723، ص 13/19

البيهقي، شعب الایمان، فصل في ترك الغضب وفي كظم الغيظ، الرقم 8045، ص 310/17

من كف غضبه ستر الله عورته (1)

جس شخص نے اپنے غضب پر قابو پا لیا اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپا لیتا ہے۔ طبرانی نے ابن ابی الدنیا سے ایک روایت نقل کی ہے ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سب سے سخت کیا شئی ہے فرمایا اللہ کا غضب سب سے سخت ہے، اس بندے نے عرض کی حضور اس سے بچا کیسے جاسکتا ہے فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ (2)

معلوم ہوا غصہ کا نہ کرنا عذاب الہی سے بچنے کا عمل ہے، امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم شریف میں حضرت ذی القرنین کی ایک روایت اس طرح نقل کی ہے آپ سے ایک فرشتہ ملا آپ نے اس سے پوچھا کوئی ایسا عمل بتا جس سے ایمان و یقین میں مضبوطی ہو فرشتے نے کہا غصہ نہ کیا کرو اس سے ایمان و یقین میں مضبوطی ہوتی ہے۔ شیطان آدمی پر جس قدر اس کے غصہ کی حالت میں قابو پاتا ہے کسی اور حالت میں نہیں پاسکتا، غصہ کو پی جایا کرو اور تاخیر سے اسکو ساکن کیا کرو اور جس قدر ہو سکے جلدی سے بچو کہ جلدی میں کافی حصہ نہیں ملتا اپنے قریب و بعید سے نرمی سے رہو، جابر و سرکش مت بنو۔ (3)

اس غصہ کی بری عادت سے بچنے کیلئے وہب بن منبہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے کہ ایک عیسائی راہب اپنی عبادت گاہ کے دروازہ پر آیا اور بلایا کہ دروازہ کھول دے وہ پکارتا رہا دروازہ نہ کھولا، شیطان نے پھر کہا دروازہ کھول دے تیرا فائدہ ہوگا ورنہ میں چلا جاؤنگا لیکن وہ بار بار پکارتا رہا دروازہ نہ کھولا، شیطان نے اپنا آخری حربہ اس طرح استعمال کیا کہ راہب اپنا دروازہ کھول میں مسیح ہوں، راہب نے کہا کہ مسیح نے تو ہم سے قیامت میں ملنے کا وعدہ فرمایا ہے اگر وہ پہلے آگیا ہے تو اس نے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں کیسے مانوں کہ مسیح بھی خلاف وعدہ بات کر لیتا ہے تو جابھاگ جا، پھر شیطان نے کہا میں ابلیس ہوں تجھے عبادت سے ہٹانا چاہتا تھا اور حق کی راہ سے بہکانا چاہتا تھا مگر ایسا نہ

(1) الطبرانی، المعجم الكبير، الرقم 13468، ص 84/11

الطبرانی، المعجم الأوسط، باب الميم من اسم محمد، الرقم 6204، ص 282/13

ابن عیاض، المصنف، المسند، من خزن لسانه ستر الله عورته ومن كف الغضب، الرقم 4225، ص 373/9

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الغضب، ص 356/2

(3) من

ہوسکا شیطان نے کہا راہب اگر کوئی سوال کرنا ہے تو کر، راہب نے کہا یہ بتا تیری عادات میں سے کوئی عادت تیری زیادہ مدد کرتی ہے کہ جب بندے میں وہ عادت ہو تو زیادہ گمراہ کر سکتا ہے، شیطان نے کہا وہ اسکی غصہ کی حالت ہے جب وہ غصہ میں ہوتا ہے تو میں اس سے اس طرح کھیلتا ہوں جیسے بچہ گیند سے۔ کہ بچہ اسے جہاں چاہتا ہے پہنچاتا ہے جدھر چاہتا ہے پھینک دیتا ہے، یہی صورت حال میں کرتا ہوں جب تک بندہ آرام و سکون میں رہتا ہے میں اس کے دل میں رہتا ہوں جب وہ غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو میں اس کے سر میں چلا جاتا ہوں سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غصہ ہر ہر برائی کی جڑ ہے۔ جس قدر غصہ پر قابو رہے گا برائیاں کم صادر ہوگی۔ جس قدر غصہ بڑھتا جائے گا، برائیوں کا صدور ہوتا رہے گا۔ (1)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیطان بندے کو اسکی تین حالتوں میں زیادہ گمراہ کرتا ہے۔ پہلی حالت یہ ہے اگر بندے نے نشہ پی رکھا ہے تو اسکی ٹکیل شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ جو چاہتا ہے کرواتا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ بندہ غصہ کی حالت میں ہو تو شیطان اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرواتا رہتا ہے۔ اور جب غصہ کی حالت سے باہر آ جاتا ہے تو پھر اس کے سامنے اس حالت میں کئے گئے کاموں میں شرم ہی شرم ہوتی ہے مگر اب کچھ نہیں سکتا، تیسری حالت یہ ہے کہ جب بندہ بخل سے کام لیتا ہے تو شیطان اوپر حاوی ہو جاتا ہے اور حق کی راہ میں خرچ کرنے اور غریبوں کی مدد سے روک دیتا ہے۔ (2)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں لوگوں سے فرمایا کامیاب ہے وہ شخص جو غصہ سے بچا رہا اور طمع سے محفوظ رہا۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

غصہ کا علاج

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الغضب، ص 356/2

(2) مرن

اسلام نے غصہ کی بیماری کا شافی علاج بھی فرمادیا ہے مشکوٰۃ شریف باب فی الغضب میں اس بیماری کا علاج ملتا ہے۔ عطیہ بن عروہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من النار (1) غضب ایک شیطانی عمل ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔

انیاطفاء النار بالماء فانما غضب احدکم فلیتوضأ (1)

آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، جب کوئی شخص غضب ناک ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وضو کر لے۔ عموماً آدمی غصہ کی حالت میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے جسم گرم محسوس ہوتا ہے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں خون کھولنے لگتا ہے حضور ﷺ نے اس حالت کا علاج پانی سے فرمایا کہ وضو کر لے، چند گھونٹ پینا بھی مفید رہے گا۔ اول تو غضب کی حالت میں پانی کا استعمال اس حالت کو بالکل ہی دبا دے گا ورنہ اتنا تو یقیناً ہو جائے گا کہ عقل کسی حد تک ٹھکانے آجائیگی اور مزید تباہی سے بچ جائے گا۔ قتل و غارت، دہشت گردی، طلاق، گھیراؤ، جلاؤ ایسے قبیح کام غصہ سے ہی ہوتے ہیں۔ اس غصہ کا دوسرا علاج حضور سید عالم ﷺ سے اس طرح مذکور ہے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

اذا غضب احدکم وهو قائم فلیجلس فان ذهب

عنه الغضب والا فلیضطجع (2)

اگر تم میں سے کسی کو غصہ آجائے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر غصہ جاتا رہے تو بہتر ورنہ لیٹ جائے، حضور سید عالم ﷺ نے انسانیت کی اصلاح اور بھلائی کیلئے کئی طریقے ارشاد فرمائے کہ امت گمراہی سے بچ سکے۔ حضور سید عالم ﷺ کے ایک اور ارشاد سے غصے کا ایمان کیلئے خطرناک ہونا اس طرح ثابت ہے، حضرت ہزرا بن حکیم اپنے والد سے اس طرح روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

(1) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاسلام الفصل الاول، الرقم 5113، ص 108/3

(2) ابوداؤد، السنن، ما یقال عند الغضب، الرقم 4151، ص 402/12

الاحمد، المسند، حدیث ابو ذر غفاری، الرقم 20386، ص 352/43

ان الغضب ليفسد الايمان كما يفسد الصبر العسل (1)

غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جیسے کڑواہٹ شہد کو خراب کر دیتی ہے۔ اس حدیث پاک سے واضح ہو رہا ہے غصہ کا اثر ایسی چیز پر ہی پڑتا ہے جو بندے کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور وہ ایمان ہے، لوگ ایمان بچانے کیلئے جانیں دے دیتے ہیں، غصہ اس قدر بری شئی ہے کہ جان سے بھی زیادہ عزیز شے ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے غضب ایمان کی حلاوت تباہ کر دیتا ہے اور اس کے مزے کو بگاڑ دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو برباد کر دیتا ہے۔ ”ایلو“ ایک درخت کا رس ہے جو بے حد کڑوا ہوتا ہے اور بد مزہ، اسکی کڑواہٹ شہد جیسی میٹھی شئی کو بھی بد مزہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ غصہ سے بچے اور اپنے ایمان کا مزہ نہ بگڑنے دے ایمان جس قدر میٹھا ہے شیریں ہے غصہ اسی قدر بد مزہ اور تلخ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

متکبر

دل کی بیماریوں میں ایک مہلک بیماری غرور و تکبر بھی ہے۔ اپنے کو بہت بڑا بنانا اور دوسرے کو رسوا، ذلیل سمجھنا۔ قرآن مقدس نے متکبرین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا۔

انه لا یحب المستکبرین (2)

اللہ تعالیٰ متکبرین کو پسند نہیں فرماتا۔ اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

لا تمس فی الامرض مرحاً انک لن تخرق الامرض ولن

تبلغ الجبال طولا (3)

زمین پر اکڑ کر نہ چل (اگر چلے گا) تو زمین کو چیر نہیں سکے گا اور نہ ہی تیری گردن پہاڑوں سے اونچی ہو

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الغضب، ص 2/355

(2) النحل 16: 23

(3) الاسراء 17: 37

سکتی ہے۔ پھر تکبر و غرور اور اکثر بازی کا کیا فائدہ؟ ایک تیسرے مقام پر یہی عنوان اس طرح ملتا ہے۔

كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جباراً (1)

اللہ تعالیٰ ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ تکبر و غرور کی مذمت میں قرآن مقدس نے کئی ایک مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے تکبر کی مذمت کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من

خردل من كبر ولا يدخل النار من كان في قلبه

مثقال حبة من خردل من ايمان او كما قال ﷺ (2)

فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

حضور سید عالم ﷺ نے ایک حدیث قدسی اس طرح ارشاد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الكبرياء مردائي والعظمة ازامى او كما قال ﷺ (3)

کبریائی میری چادر ہے بڑائی میرا تہبند ہے۔ یہ اوصاف میری ہی ہیں کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ بڑائی کو اپنائے اور دوسرے کو کمزور جانے۔

حضرت سلمہ بن عبد الرحمان فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صفا کی پہاڑی پر روتے دیکھا میں نے پوچھا حضرت اس گریہ و زاری کا سبب کیا ہے؟ تو عبد اللہ ابن عمر نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر

(1) غامر 35:40

(2) ابوداؤد، السنن، ماجاء في الكبير، الرقم 3568، ص 128/11

ابن ماجه، السنن، في الايمان، الرقم 58، ص 68/1

(3) ابوداؤد، السنن، ماجاء في الكبير، الرقم 3567، ص 127/11

ابن ماجه، السنن، البرائة من الكبير والتواضع، الرقم 3964، ص 211/12

الاحمد، المسند، مسند ابو هريرة، الرقم 7078، ص 119/15

البيهقي، شعب الايمان، فصل في التواضع، الرقم 7934، ص 199/17

ہوگا اسے اللہ تعالیٰ الناکر کے دوزخ میں ڈالے گا۔ (1)

(خدا پناہ) اسی عنوان کے تحت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے ایک دن انسانوں، جنوں، چرند پرند کو حکم دیا کہ باہر چلو۔ چنانچہ جب ایسا ہو گیا تو سلیمان علیہ السلام کو اس قدر اونچا اٹھایا گیا کہ آپ نے آسمان کے فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سنی پھر آپ کو نیچے اتارا گیا۔ آپ نے وہاں پر آواز سنی اگر تمہارے آقا سلیمان کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوگا تو اسے جتنا اونچا کیا ہے اس سے زیادہ نیچے اتار دوں گا۔ (2)

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور فرمایا۔ میں تمہیں دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ (3)

اور دو چیزوں سے روکتا ہوں وہ یہ ہیں۔ شرک اور تکبر سے بچنا کہ دونوں تباہ کن بیماریاں ہیں۔ ابوبکر ہذلی روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ابن یثیم کا گزر ہوا جس کی چال میں اکثر بازی تھی، لباس میں نخوت وغرور نمایاں تھا۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے اسے فرمایا افسوس تو کس قدر تکبر وغرور سے چل رہا ہے تجھے خدا کی کبریائی یاد نہیں، تو اس کی نعمتوں کو استعمال کرتا ہے اور پھر اسی سے ہی مقابلہ وغرور ہے۔ ابن یثیم تو نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تمش فی الارض مرحاً (4)

زمین پر اکڑ کر نہ چل، اس پر وہ شرمسار ہوا اور حضرت حسن بصری سے معذرت کی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الرقم 6719، ص 257/14

(2) الغزالی، بیان ذم الکبر، ص 24/3

(3) الاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الرقم 6804، ص 342/14

(4) الاسراء 37: 17

اسلام میں تکبر کی مذمت

انسانی زندگی میں اکثر و بیشتر گناہ تکبر، غرور، اکڑ بازی سے واقع ہوتے ہیں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تکبر و غرور سے بچنے اور عجز و انکساری کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں یگانگت، اتفاق و محبت کے جذبات پیدا ہوتے رہیں۔

سیدنا عمر بن شعیب اپنے والد اور داد کے واسطے سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد نقل فرماتے ہیں جسے صاحب مشکوٰۃ نے باب الغضب والکبر میں بیان کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا متکبرین قیامت کے دن بظاہر تو آدمیوں کی شکل میں اٹھیں گے، مگر ان کے بدن چیونٹیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہوں گے جہاں جائیں گے، رسوائی اور ذلت کے علاوہ ان کے لئے کچھ نہ ہوگا انہیں دوزخ کے ایک قید خانہ میں پھینکا جائے گا، جسے پولس کہتے ہیں انہیں آگ ڈھانپ لے گی، پینے کے لئے دوزخیوں کے بدن سے بہتا ہوا خون اور پیپ دیے جائیں گے۔ (1)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کسی شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور فلاں آدمی بڑا متکبر ہے تو آپ نے فرمایا کیا اسے موت یاد نہیں۔

تکبر کی برائی اور مذمت میں حضور ﷺ کا وہ مشہور ارشاد گرامی بھی ہے

‘لا ينظر الله الى من اجل يعبر مردائه بطرا‘ (2)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس آدمی پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو تکبر و غرور سے اپنی چادر کو کھینچتا ہوا چلتا ہے اسی روایت کو حضرت زید بن اسلم اس طرح روایت کرتے ہیں۔ میں عبد بن عمر کی خدمت میں گیا اس وقت عبد اللہ بن ورقہ نئے کپڑے پہنے بڑے طمطراق سے گزرے تو عبد اللہ بن ورقہ نے فرمایا بیٹے اپنی چادر کو اونچا کر، میں نے سنا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنی چادر کو اترا کر کھینچے گا اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ (3)

(1) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام الفصل الاول، الرقم 5112، ص 108/3

(2) البخاری، الجامع الصحیح، من جر ثوبه من الخیلاء، الرقم 5342، ص 91/18

البیہقی، شعب الایمان، فصل فیما ورد من التشدید علی من جر ثوبه، الرقم 5858، ص 117/13

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذل الاختیال واطفاس اثر الکبر فی، ص 25/3

ابوبکر ہندلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ حسن بصری کے ہاں حاضر تھا اس دوران وہاں سے ابن رستم گزرا جس نے کئی ریشمی کرتے پہن رکھے تھے اس کی چال میں تکبر تھا وہ غرور سے ادھر ادھر دیکھتا چل رہا تھا، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور فرمایا افسوس تجھ پر کس قدر تکبر و غرور سے چل رہا ہے، تجھے آخرت یاد نہیں، آپکی اس تنبیہ پر ابن رستم نے معذرت کی اور معافی چاہی۔ سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں مجھ سے معافی مانگنے کے بجائے اس خدا سے معافی مانگو جس نے تمہیں ہزاروں نعمتیں دیں اور تم ان نعمتوں کے بدلے تکبر و غرور کر کے اس کی نافرمانی کر رہے ہو اس پر ابن رستم نادم ہوا۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

بخل

دل کی بیماریوں میں ایک مہلک بیماری بخل کرنا بھی ہے بخل کا لفظ سن کر فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بندہ اپنے مال سے بخل کرتا ہے اس مال سے حق ادا نہیں کرتا صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ دینے سے بخل کرتا ہے اس لفظ کو عام سمجھ لیا جائے تو عنوان زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حقوق نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتا وہ بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، عزیز، رشتہ داروں، پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرنا بھی اس برے عمل بخل میں داخل ہے۔ قرآن مقدس نے اس برے فعل بخل کا ذکر اس طرح فرمایا ہے

ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من

فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم (2)

جو لوگ خدا کے دئے ہوئے پر بخل کرتے ہیں وہ کبھی یہ خیال نہ کریں کہ ایسا کرنا ان کیلئے اچھا ہے نہیں، ایسا کرنا ان کیلئے فتنہ ہے شر ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت میں اندھیرا بن

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضیلتہ التواضع، ص 26/3

(2) آل عمران 3: 180

جائے گا اور فحش سے بھی بچو کہ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور بخل سے بھی بچو کہ اُس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے انہیں جھوٹ بولنے کو کہا تو انہوں نے جھوٹ بولا، ظلم کرنے کو کہا تو ظلم کیا، قطع رحمی کو کہا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (1)

بخل کی مذمت میں حضور سید عالم ﷺ کا ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيلٌ وَلَا خَبٌّ وَلَا خَائِنٌ لَوْ كَمَا قُلَّ عَلَيْهِ (2)

کہ جنت میں بخیل متکبر، خائن داخل نہیں ہو سکیں گے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بخشش کو ایک درخت کی صورت میں پیدا کیا اور اس کی جڑ درخت طوبیٰ کی جڑ میں مستحکم کی ہے اور اسکی ٹہنیوں کو سدرۃ المنتہی سے وابستہ کیا ہے جو شخص اس شاخ سے لپٹ گیا جنت میں داخل ہوا۔ جان لو سخاوت ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لیجائے گا اللہ تعالیٰ نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اور اسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم میں داخل ہے اور اس کی کچھ ٹہنیوں کو دنیا میں لٹکا دیا ہے جو اس شاخ کو پکڑ لیتا ہے دوزخ میں چلا جاتا ہے، یاد رکھو بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ میں لے جائے گا۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے سخاوت جنت کا درخت ہے جو بندے کو جنت میں پہنچائے گا بخل جہنم کا درخت ہے جو اسے دوزخ میں پہنچائے گا۔ (3)

ایک موقع پر حضور سید عالم ﷺ نے کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا حضور ﷺ نے ازراہ کرم اس سے پوچھا بتا تو سہی تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی حضور میرا گناہ بہت بڑا ہے پہاڑ سے بھی بڑا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا تیرا گناہ زیادہ یا سمندر کا پانی عرض کی حضور گناہ زیادہ ہے پھر فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین و آسمان بڑے ہیں عرض کی حضور گناہ بڑا ہے حضور ﷺ نے فرمایا بیان تو کروہ گناہ ہے کیا عرض کی حضور میں مالدار آدمی ہوں جب سائل مانگنے آتا ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے گویا آگ کا شعلہ میرے سامنے ہے حضور ﷺ نے فرمایا اپنے آگ کے شعلے سے مجھے مت جلانا، اللہ کی قسم جس نے مجھے ہدایت دے کر روانہ فرمایا ہے اگر تو رکن اور

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم البخل، ص 439/2

(2) الاحمد، المسند، مسند ابو بکر صلیق، الرقم 13، ص 16/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم البخل، ص 439/2

مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور اس قدر آنسو بہائے کہ تیرے آنسوؤں سے نہریں بہہ نکلیں اور زمین سیراب ہو جائے اور پھر بخل کی حالت میں تیری موت آجائے تو اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے گا کیا تجھے یہ نہیں کہ بخل کفر کا حصہ ہے اور کفر دوزخ میں رہے گا۔ (1)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے جب اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی تو اسے فرمایا مزین ہو جاوہ آراستہ ہوگی پھر فرمایا اپنی نہریں ظاہر کر اس نے چشمہ سلسبیل اور عین کا نور اور آب تسنیم نکالے، جن سے جنت کے باغوں میں شراب، شہد اور دودھ کی نہریں بہنے لگیں پھر ارشاد فرمایا کچھ بول جنت نے کہا جو شخص مجھے میں رہے گا وہ اچھا ہوگا تو بارگاہ قدس سے حکم ہوا مجھے اپنی عزت کی قسم بخیل کو تجھ میں جگہ نہ دوں گا۔ (2)

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک خاتون کا ذکر کیا گیا کہ وہ بہت بڑی عابدہ ہے زاہدہ ہے مگر اس میں بخل ہے تو فرمایا پھر اس میں کچھ بھی نہیں۔ (3)

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ دل خچوں کی دوستی چاہتا ہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہوں اور بخیلوں سے نفرت کرتا ہے وہ عابد، زاہد، ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے ہمارے دلوں کو پاک صاف فرمائے۔ (4)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

ریا کاری

دل کی بیماریوں میں ایک بیماری یہ بھی ہے کہ کسی اچھے کام کو اللہ کی رضا کیلئے نہ کیا جائے بلکہ اس سے مقصد لوگوں کو دکھاوا ہو کہ لوگ اچھا سمجھیں یہ ریا کاری ہے دل کی یہ عادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نامقبول ہے، ناپسندیدہ ہے، حرام ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ہے۔ قرآن مقدس

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، ذم البخل، ص 440/2

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، حکایات البخل، ص 441/2

(3) من

(4) من

نے اس عادت کی مذمت میں ارشاد فرمایا ہے

فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون

الذین هم یراؤن (1)

وہ نمازی جو اپنی نمازوں میں تساہل کرتے ہیں اور وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جہنم کا شدید طبقہ ویل ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قیامت کے دن شہید سے پوچھا جائے گا تو دنیا سے کیا لایا ہے وہ عرض کرے گا یا اللہ تیری راہ میں لڑا، شہید ہوا، حکم ہوگا تو جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ کیلئے نہیں لڑا تھا بلکہ اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھے بہادر، غازی اور شہید کہیں۔ ایسے ہی سخی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا تیری راہ میں خرچ کیا حکم ہوگا جھوٹ بول رہا ہے تو نے صدقہ و خیرات اس لئے کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں گے عالم یا قاری سے بھی سوال ہوگا تو وہ کہے گا، کلام اللہ پڑھا لوگوں کو پڑھایا حکم ہوگا تو غلط کہہ رہا ہے تو نے یہ کام اسلئے کیا تھا کہ لوگ مجھے عالم کہیں بڑا قاری کہیں۔ (2)

اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ یہ تیرے بڑے اعمال محض اس لئے بے کار ہو گئے کہ وہاں خلوص نہ تھا بلکہ ریاکاری تھی ایک اور ارشاد گرامی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

انی اخاف علیکم الشرک الاصغر (3)

میں تم پر ڈر کرتا ہوں کہیں تم شرک اصغر میں مبتلا نہ ہو جاؤ، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا وہ ریاکاری ہے ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے بارگاہ قدس میں دعا کی

استعیز بالله عزوجل من جب الحزن (4)

(1) الماعون 107:4،5،6

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الریاء، ص 481/2

(3) الاحمد، المسند، حدیث محمود بن لبید، الرقم 22523، ص 123/48

الطبرانی، المعجم الکبیر، ص 338/4

البیہقی، شعب الایمان، الخامس والاربعون من شعب الایمان، الرقم 6563، ص 355/14

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الریاء، ص 481/2

میں اللہ عزوجل سے غم کے گہرے کنوئیں سے پناہ مانگتا ہوں، عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا شے ہے، فرمایا وہ جہنم میں عذاب کا ایک طبقہ ہے جو ریا کاری کرنے والوں کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اس عنوان پر یہ بھی فرمایا

لا يقبل الله عملاً فيه مثقال ذرة من مريأ او كماً

قال ﷺ (1)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کسی ایسے کام کو قبول نہیں فرماتا جس میں ذرہ بھر بھی ریا کاری ہو۔

احیاء العلوم شریف میں امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان کے تحت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ارشاد نقل کیا ہے فرمایا جب تو روزہ رکھے تو ہونٹوں پر ہاتھ پھیرتا کہ روزہ کا علم نہ ہو، صدقہ خیرات کرتو نہایت رازداری سے کر کہ ریا کا شبہ نہ ہونماز پڑھ رہا ہے تو پردہ لٹکا لے کہ ریا کاری کا شبہ نہ ہو۔ (2)

حضور ﷺ نے ایک مقام پر اسی عنوان ریا کاری کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ریا کار تین ناموں سے بلایا جائے گا۔ اے فاجر، اے دھوکا کرنے والے، اے دکھاوا کرنے والے، تیرے عمل ضائع ہو گئے اور ثواب جاتا رہا جس کے لئے تو عمل کرتا رہا، جاؤس سے اپنی اجرت وصول کر لے۔ حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے آپ نے ایک موقع پر حضور ﷺ کو آہ وزاری کرتے دیکھا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج یہ آہ وزاری کس وجہ سے ہے تو فرمایا

”اخاف على امتي الشرك انهم لا يعبدون صنماً

ولا شمساً ولا قمرأ ولا حجراً لكنهم يراؤن

بأصنامهم او كماً قال ﷺ (3)

میں اپنی امت پر شرک کا ذکر کرتا ہوں وہ بت، سورج، چاند، پتھر کو تو نہیں پوجیں گے لیکن اپنے اعمال میں ریا کاری کریں گے۔ اس ارشاد گرامی میں ریا کاری کو شرک کے الفاظ سے ذکر فرمایا جو اس گناہ کے

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان ذم الریاء، ص 281/2

(2) من

(3) من

شدید ہونے پر واضح دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی حضرت آپ حضور ﷺ کا کوئی ارشاد سنادیں تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے یہ حدیث شریف سنائی۔ حضور ﷺ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ساتوں آسمانوں پر سات ہی محافظ مقرر فرمائے جب کسی شخص کی نیکیاں پہلے آسمان پر جاتی ہیں تو پہلے آسمان کا محافظ کہتا ہے اس کے عمل کو اس کے منہ پر مارو کہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا، پھر فرشتے کسی دوسرے آدمی کے عمل صالح کو لے کر اوپر جاتے ہیں تو دوسرے آسمان کا محافظ فرشتہ اس کے عمل صالح کو اوپر نہیں جانے دیتا کہ یہ بندہ محافل میں بیٹھ کر تکبر و فخر کیا کرتا تھا، پھر محافظین بندے کے عمل صالح کو لے کر تیسرے آسمان پر جاتے ہیں تو وہاں کا محافظ فرشتہ اس کے عمل کو اوپر نہیں جانے دیتا کہ اس میں تکبر و غرور تھا۔ پھر محافظین فرشتے بندے کا کوئی اور عمل لے کر اوپر جاتے ہیں تو چوتھے آسمان کا فرشتہ آگے نہیں بڑھنے دیتا کہ اس بندہ کے عمل میں نخوت و غرور ہے۔ پھر محافظین فرشتے کسی بندے کے عمل صالح لے کر اوپر جاتے ہیں تو پانچویں آسمان کا فرشتہ اس کے اعمال کو روک دیتا ہے کہ یہ بندہ حسد کیا کرتا تھا اور مجھے حکم ہے کہ کسی حاسد کی نیکی کو اوپر نہ جانے دوں۔ پھر محافظین فرشتے کسی اور بندے کے عمل صالح کو لے کر اوپر جاتے ہیں تو چھٹے آسمان کا نگران فرشتہ اسے اوپر نہیں جانے دیتا کہ اس کے عمل میں لوگوں پر ظلم شامل ہے۔ خدا کی مخلوق پر ظلم کے باعث اس کے اعمال اوپر نہیں جاسکتے، پھر محافظین فرشتے کسی اور بندے کے عمل صالح لے کر اوپر جاتے ہیں تو ساتویں آسمان کا فرشتہ ان اعمال کو اوپر نہیں جانے دیتا کہ اس کے اعمال میں ریاکاری تھی دکھاوا تھا اس کے یہ کام رضاء الہی کیلئے نہیں تھے بلکہ لوگوں کو دکھاوے کے لئے تھے۔ (1)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں ریا کاری کی مذمت

اعمال صالحہ کو برباد کر دینے والے کاموں میں ایک کام ریا کاری بھی ہے کہ میں اپنے کسی کام کو رضاء الہی کیلئے نہیں بلکہ محض دنیا کے دکھاوے کیلئے کروں ایسا کرنے سے اس عمل صالح کی قوت، برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بڑا واضح ہے۔

ان الله تعالى لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى

قلوبكم ونياتكم (1)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تودلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے۔ ”خریج کراور مشہور مت کراور اپنے وجود کو بڑھامت کہ لوگ تجھ کو پہچانیں“ اس ارشاد گرامی سے سے دکھاوے اور ریا کاری کی مذمت واضح ہے۔ (2)

حضرت ابراہیم اہم رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح ہے جس نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدا کو نہیں مانا۔ حضرت ابو ایوب سختیانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آدمی جب تک اس بات کو بہتر نہیں سمجھتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہ ہو تب تک خدا کی تصدیق نہیں ہوتی۔ خالد بن معدان علیہ الرحمہ اپنے کو اس قدر چھپاتے تھے کہ محفل میں جب دس آدمی ہو جاتے تو چلے جاتے کہ کہیں یہ ریا کاری نہ ہو جائے۔

اسی سلسلہ میں حضرت سلیمان بن حنظلہ کی روایت ملتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی آپ نے تنبیہ فرمائی اور درہا لہرایا، ہم نے عرض کی امیر المؤمنین ایسا کیوں؟ فرمایا جس صورت میں تم جارہے ہو تابعین کے حق میں لغزش ہے۔ (3)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا قیامت

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان فضيلة الصوم، ص 463/2

(2) من

(3) من

کے دن جنت میں ایسے لوگ جائیں گے جن کا لباس دو چادریں، بال بکھرے، امراء کے پاس جانا چاہیں تو کوئی جانے نہ دے، ان کی بات پر کوئی کان نہ دھرے، ان کی ضروریات بس ان کے سینوں میں پھرتی رہیں، قیامت کے دن ان کا نور سب لوگوں میں تقسیم کیا جائے تو کافی ہوگا۔ میری اُمت میں ایسے لوگ ہیں وہ اگر کسی سے ایک پیسہ مانگیں تو وہ انہیں نہ دے مگر وہ لوگ خدا سے جنت مانگیں تو فوراً عطا کر دے اور

”لواقسم علی اللہ لا بَرَّ“ (1)

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے لئے قسم دیدیں تو وہ انہیں سچا کر دے۔ ریا کاری کی مذمت میں قرآن مقدس کا یہ ارشاد گرامی بڑا واضح ہے

”الذین هم یراءون“ (2)

ان لوگوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے جو دکھاوا کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں جن لوگوں کی مذمت اس آیت کریمہ میں ہے وہ لوگ ریا کار ہیں جو اپنے اعمال میں دکھاوے کو ترجیح دیتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے اعمال میں دکھاوا پسند نہیں کرتے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں ان کے حق میں قرآن مقدس کا یہ ارشاد ہے

”انما نطعمکم لوجه اللہ لانرید منکم جزاً ولا

شکوہرا“ (3)

ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیتے ہیں اور تم سے کسی قسم کا بدلہ، صلہ شکر گزاری نہیں چاہتے۔

حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس ضمن میں اور زیادہ واضح ہے

”لا یقبل اللہ تعالیٰ عملاً فیہ مثقال ذرۃ من ریا

او کما قال ﷺ“ (4)

(1) الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، باب اویس بن عامر بن القرنی، ص 239/1

(2) الماعون 107 &

(3) الانسان 76: 9

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، ذم الریاء، ص 481/2

اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں فرماتا جس میں ذرہ برابر بھی ریا ہو۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضور ﷺ کو روٹے دیکھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آج یہ روٹے کا کیا سبب ہے تو آپ نے فرمایا

”تخوفت علی امتی الشریک، أما انہم لا یعبدون

صنما ولا شمساً ولا قمراً ولا حجراً ولکمہم یوا

باعمالہم (1)

میں اپنی امت پر شرک کا ڈر کرتا ہوں آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ بت پرستی نہیں کریں گے، چاند، سورج، اور پتھروں کو نہیں پوجیں گے لیکن اپنے اعمال میں دکھاوا کریں گے۔ اس حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے ریا کاری کس قدر برا عمل ہے اور کتنا ضروری ہے کہ اس سے بچا جائے۔

ایک شخص نے حضرت عباس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اگر میں تلوار سے جنگ کروں اور نیت لوگوں کی تعریف کی ہو تو فرمایا تجھے کچھ اجر نہ ملے گا۔ (2)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی کام اپنی تعریف کے لئے کرتا ہے اور ثواب کی امید بھی ہو تو فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ پر خدا کا غضب ہو۔ ریا کاری کا ظہور کئی طرح سے ہوتا ہے خدا سب سے بچائے۔ عبادات کو دکھاوے کے لئے لمبا کرنا بھی ریا کاری ہے، گفتگو میں بناوٹ اور تصنع پیدا کرنا کہ لوگ متاثر ہوں اور نیک جانیں، یہ بھی ریا کاری ہے یا بڑے بڑے لوگوں سے ملاقاتیں کرنا کہ عوام متاثر ہو یہ بھی ریا کاری ہے۔ چال ڈھال میں ایسا انداز اختیار کرنا کہ لوگ نیک صالح آدمی سمجھیں یہ بھی ریا کاری ہے، لباس پہننے میں خاص طرہ امتیاز رکھنا کہ لوگ نیکوں میں شمار کریں یہ بھی ریا کاری ہے اللہ تعالیٰ ریا کاری کے ہر انداز سے بچائے۔ (3)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، ذمہ الریاء، ص 481/2

(2) ابو العباس، الزواجر عن اقتراف الكبائر، الکبیرۃ الثانیۃ، ص 102/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حقیقۃ الریاء، ص 483/2

چغلی

دل کو برباد کر دینے والے بہت سے کاموں میں ایک کام چغلی کرنا بھی ہے قرآن مقدس نے اس برے فعل کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

”لَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا“ (1)

ایک دوسرے کی چغلی مت کرو۔ اس برے کام سے نفرت دلانے کے لئے مزید فرمایا گیا

”يَا حِبُّ احْدِكُم اِنْ يَاكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا“

کیا تم سے کوئی اسے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ چغلی کرنا گویا مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

بخاری شریف کی وہ حدیث پاک اس عنوان پر زبردست تنبیہ ہے۔ حضور ﷺ کا گزر دو قبروں سے ہوا، آپ وہاں رک گئے، ہری شاخ منگوائی اسے چیرا اور ایک ایک حصہ دونوں قبروں پر گاڑ دیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا عمل ہے فرمایا

”كَانَ يَعِذُ بَأَن فِي قَبُورِهِمَا“ (2)

ان دونوں قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا تھا میں نے ہری شاخیں گاڑ دی ہیں جب تک یہ خشک نہ ہوں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی اور ان سے عذاب ہلکا رہے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہیں عذاب دیا کیوں جا رہا تھا؟ تو جواب فرمایا

”كَانَ احْدُهُمَا لَا يَسْتَنْزِعُ عَنِ الْبُولِ“ (2)

ان میں سے ایک کو عذاب قبر اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا (پیشاب کے قطرے جسم کو لگ رہے ہیں یا کپڑے کو، اُسے پرواہ نہ تھی)

وَالْآخَرُ كَانَ يَمْسُحُ بِالنَّمِيمَةِ اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ (2)

(1) الحجرات 12:49

(2) البخاری، الجامع الصحیح، النمیمۃ من الكبائر، الرقم 5595، ص 491/18

النسائی، السنن، وضع الجريدة على القبر، الرقم 2041، ص 207/7

اور دوسرے کو عذاب قبر اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ چغل خور تھا، معلوم ہوا چغلی وہ بدترین جرم ہے جس سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی نگاہ کو کس قدر قوت بخشی ہے کہ وہ چلنے خلق پر ہیں اور دیکھتے برزخ کو ہیں یعنی زمین کے اوپر چلتے ہوئے زمین کے نیچے کی اشیاء کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ جو نگاہ زمین کے اوپر سے زمین کے نیچے دیکھ سکتی ہے وہ نگاہ مقدس زمین کے نیچے سے زمین کے اوپر بھی مشاہدہ فرما سکتی ہے (ﷺ) قرآن مقدس کا ارشاد

”وَلِكُلِّ هَمَزَةٍ“ (1)

یہاں پر ہمزہ کا معنی چغل خور بھی کیا گیا ہے، ویل ایک جہنم کا شدید ترین طبقہ ہے۔ معنی ہوگا چغل خوروں کے لئے جہنم کا طبقہ ویل ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

”احبکم الی اللہ احسنکم اخلاقاً وابعضکم الی

اللہ المشاؤون بالنمیمہ او کما قال ﷺ“ (2)

تم میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے زیادہ ناپسندیدہ وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں

”المفروقون بین الاخوان“ (2)

اور بھائیوں میں افتراق پیدا کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے جب جنت پیدا فرمائی تو فرمایا مجھے میری ذات کی قسم ہے تجھ پر یہ لوگ نہیں رہ سکیں گے۔ ہمیشہ شراب پینے والے، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خوری کرنے والا، بے غیرت، ظالم حکمران، قطع رحمی کرنے والا، خدا کی قسم اٹھا کر پوری نہ کرنے والا۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ اسی عنوان پر کعب احبار سے روایت نقل کی ہے موسیٰ علیہ السلام کے دور میں قحط سالی ہوئی، بارش رک گئی، لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے بارش کی

(1) الہمزۃ 1:104

(2) البانی، غایۃ المرام، اول الكتاب، الرقم 434، ص 248/1

الغزالی، قوت القلوب، تبأمرک وتعالی وصحبۃ، ص 179/2

درخواست کریں موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی، الہی تیرے بندے پریشان ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں تو اپنے فضل سے قبول فرما اور بارش عطا کر۔ جواب ملا کلیم دعا مانگنے والوں میں ایک چغل خور ہے اس وجہ سے انکی دعا قبول نہیں ہو رہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے فرما دے وہ کون بندہ ہے، میں اسے نکال دیتا ہوں۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا موسیٰ میں ہی چغلی سے روک رہا ہوں اور میں ہی چغلی کروں کہ وہ بندہ چغل خور ہے اس چغل خور کی نشاندہی کرنا بھی تو چغلی ہی ہے۔ پھر سب نے اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور دعا کی تو بارانِ رحمت سے نوازے گئے۔ (1)

اسی عنوان پر احیاء العلوم میں ایک اور روایت درج ہے۔ کوئی شخص طویل ترین سفر کر کے ایک عالم دانا، حکیم کے پاس آیا اور عرض کی میرے چند سوالات ہیں جواب فرمائیں۔

سوال: آسمانوں سے زیادہ بھاری کیا شئی ہے؟

جواب: کسی نیک آدمی پر بہتان باندھنا۔

سوال: زمین سے زیادہ چوڑی کیا شئی ہے؟

جواب: حق۔

سوال: پتھر سے زیادہ سخت کیا شئی ہے؟

جواب: کافر کا دل۔

سوال: آگ سے زیادہ گرم کیا شئی ہے؟

جواب: حسد اور حرص۔

سوال: زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی شئی کیا ہے؟

جواب: کسی رشتہ دار کی جائز ضرورت کو طاقت ہوتے ہوئے پورا نہ کرنا۔

سوال: سمندر سے زیادہ بے پرواہ کیا شئی ہے؟

جواب: فارغ دل۔ (2)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان حد التمیمۃ و ما یجب فی مروءۃ، ص 348/2

(2) مرن

سوال: یتیم سے زیادہ ذلیل کون ہے؟

جواب: وہ چغل خور جب اس کا راز کھل جائے۔

چغل خور کے بارہ میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے

لا يدخل الجنة نمل (1)

جنت میں چغل خور داخل نہیں ہو سکے گا، دوسری حدیث شریف میں نمل کی جگہ لفظ قتات ہے معنی دونوں کا ایک ہی ہے (چغل خور)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں چغل خوری کی مذمت

زبان کی ایک بیماری چغل خوری بھی ہے، جس سے اسلام بچنے کا حکم دیتا ہے، چغل خوری آدمی کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں سن کر ادھر ادھر لے جانے میں دلچسپی رکھتا ہے اور انہیں لڑانے، بھڑانے میں لطف محسوس کرتا ہے۔

ادھر ادھر کی باتیں پھیلانے میں بسا اوقات مرج مصلحہ لگا کر بھی پیش کرتا ہے جس سے لڑائیاں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور اسلامی معاشرہ بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ حضور سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت موجود ہے جو مشکوٰۃ باب حفظ اللسان میں موجود ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

’لا يدخل الجنة قتات او كما قال ﷺ (2)

جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔ ادھر ادھر باتیں پھیلانے اور چغل خوری کی قبیح عادت عموماً ایسے لوگوں

(1) المسلم، الجامع الصحيح، بیان غلط تحریم النمیمۃ، الرقم 151، ص 273/1

الاحمد، المسند، حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی ﷺ، الرقم 22236، ص 419/2

البیہقی، شعب الایمان، فضل فیما یقول العاطس فی جواب التشمیت، الرقم 10658، ص 485/22

(2) البخاری، الجامع الصحيح، ما یکرہ فی النمیمۃ، الرقم 5596، ص 493/18

المسلم، الجامع الصحيح، بیان غلط تحریم النمیمۃ، الرقم 152، ص 274/1

ابوداؤد، السنن، فی القنات، الرقم 4228، ص 13/13

الترمذی، السنن، ما جاء فی النمل، الرقم 1949، ص 325/7

میں پھیل جاتی ہے۔ جو کسی کام کاج کے نہیں بے کار ہوں اور معاشرہ پر بوجھ کہ انہیں مصروفیت تو ہے نہیں، کھانے کمانے کی فکر سے آزاد ہیں، بال بچوں سے لاپرواہی کی بیماری بھی اس مرض کو طول دیتی ہے اور اس شخص کی زبان ایسی تیز چینی بن جاتی ہے۔ جو کسی کی بھی عزت، عظمت محفوظ نہیں رہنے دیتی۔

زندگی کی بہتری، معاشرہ کی اصلاح، اسلام کی خدمت، لوگوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ لوگوں کی برائیاں کرنے یا پھیلانے کے لگاؤ سے مکمل کنارہ کشی ہو کسی انسان کے بارہ میں بھی دل زنگ آلود نہ ہو، میلان نہ ہو۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس عنوان کی مزید تاکید ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ مجھ سے کسی کی بابت کچھ نہ کہا کریں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں جب تم سے ملنے کیلئے گھر سے نکلوں تو میرا سیدہ صاف ہو۔ (1)

اس حدیث شریف میں واضح ہے حضور ﷺ نے اپنی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو فرمایا ہے۔ کہ میرے سامنے کسی کے خلاف کوئی بات نہ کہا کرو کہ میں چاہتا ہوں جس سے ملوں صاف دل ملوں اور اسکی ذرہ بھر بھی برائی میرے دل میں نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

بے فائدہ گفتگو

دل کو بر باد کرنے والی چیزوں میں سے ایک زیادہ گفتگو بھی ہے جو زبان سے تعلق رکھتی ہے۔ زبان اگرچہ گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے مگر ایمان و کفر جیسے اہم مسائل و معاملات کو اس سے بڑا تعلق ہے۔ ایمان کی بہت بڑی قوت اسی کی حرکت سے وابستہ ہے، کفر کی بہت بڑی طغیانی اسی کی حرکت سے ہے، بے معنی لغو اور بے ہودہ گفتگو سے بھی دل کی ہستی اجڑ جاتی ہے

فل زپر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود در عدن

”زیادہ اور بے معنی گفتگو سے دل جسم میں مرجاتا ہے، اگرچہ وہ باتیں عدل کے موتی ہی کیوں نہ ہوں“ یہ بات ذہن میں رہے کہ زبان کی وجہ سے فوائد بھی بے شمار ہیں اور نقصانات بھی۔ تلاوت قرآن حکیم، درود شریف، اوراد و طائف، وعظ و نصیحت ایسے فوائد زبان سے ہی وابستہ ہیں، تاہم اس کے بے شمار خطرات سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا

من صبت نجاً (1)

جو خاموش رہا کامیاب رہا۔

عبداللہ ابن سفیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے دربار رسالت میں عرض کی حضور کوئی ایسی ہدایت فرمادیں کہ پھر آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئے، پہلی بات فرمائی اللہ پر ایمان لے آ اور پھر اس پر پکا ہو جا، دوسری بات فرمائی

امسك عليك لسانك (2)

اپنی زبان پر قابو رکھ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے شکم، شرمگاہ، اور زبان کے شر سے بچ گیا وہ بہت سے فتنوں سے محفوظ ہو گیا، کہ اکثر لوگ انہیں تیتوں سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا حضور روزِ خ میں زیادہ لوگ کس وجہ سے جائیں گے فرمایا فم اور فرج، فم سے مراد منہ یعنی زبان کے باعث زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور فرج سے مراد شرمگاہ ہے، اس کے ناجائز استعمال سے جہنم میں جائیں گے۔ (3)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضور ﷺ سے عرض کی، حضور اعمال میں افضل ترین عمل کون سا ہے کہ میں اسے اپنائے رکھوں، آپ نے اپنی زبان مبارک پر انگلی رکھی اور فرمایا یہ ہے یعنی خاموشی

(1) الترمذی، السنن، من صبت نجاً، الرقم 2425، ص 41/9

الأحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الرقم 6193، ص 231/13

البیہقی، شعب الایمان، من صبت نجاً، مرواه اسحاق حنظلی عن یحییٰ، الرقم 4775، ص 481/10

(2) الترمذی، السنن، حفظ اللسان، الرقم 2330، ص 427/8

الطبرانی، المعجم الكبير، ص 234/12

البیہقی، شعب الایمان، امسك عليك لسانك ويسلك بيتيك، الرقم 7818، ص 362/2

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان عظیم خطر اللسان وفضیلة الصمت، ص 310/2

بہترین عمل ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

من سرہ ان یسلم فلیزمر الصمت (1)

جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ امن و سلامتی میں رہے تو خاموشی اختیار کرے۔

انہیں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہی عنوان دوسری طرح ذکر ہے

لا یستقیم إيمان العبد حتی یستقیم قلبه ولا

یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه (2)

بندے کے ایمان میں استقامت نہیں ہو سکتی جب تک اس کے دل میں استقامت پیدا نہ اور دل میں استقامت نہیں آ سکتی جب تک اس کی زبان میں استقامت پیدا نہ ہو، سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے کہ تمام کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں ہمارے سلسلہ میں ذرا خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر ہمارے سلسلہ میں تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہمارا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صفاء پر چڑھ کر فرمایا

باللسان قل خیر واسکت عن الشر (3)

اے زبان بہتر کہہ اچھی بات کر اور شر سے بچ۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ اس دروازہ سے آئے گا وہ جنتی ہوگا، صحابہ کرام نے خیال رکھا کہ کون آتا ہے؟ اچانک عبداللہ ابن سلام آئے تو صحابہ کرام نے انہیں حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی خوشخبری بھی سنائی اور پوچھا آپ کون سا عمل کرتے ہیں کہ آپ پر جنت لازم ہو گئی ہے۔ فرمایا میں ضعیف آدمی ہوں میرا عمل تو کیا ہے البتہ جس عمل سے کچھ توقع ہے وہ یہ ہے کہ سینہ کی حفاظت کرتا ہوں اور بے فائدہ گفتگو سے بچتا ہوں۔

(1) البانی، ضعیف الترغیب والترہیب، کتاب الادب، الرقم 1714، ص 129/2

الغزالی، قوت القلوب، کتاب اساس المریدین، ص 133/1

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، بیان عظیم خطر اللسان و فضیلة الصمت، ص 310/2

(3) الاحمد، الزمہ، یلقنی ان العبد یوم القیامة، الرقم 1057، ص 96/3

البانی، حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عباس، ص 173/1

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہیں ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا: ابوذر تجھے ایسا عمل نہ بتاؤں جو کرنے میں آسان ہو اور قیامت کے دن ترازو میں وزنی ہو، عرض کی حضور ارشاد فرمائیں فرمایا

الصمت وحسن الخلق وترك ما لا يعينك (1)

خاموشی اختیار کرو اخلاق حسنہ اپناؤ بے فائدہ معاملات کو چھوڑ دو، موری عجبی کہتے ہیں میں عرصہ بیس سال سے ایک عمل کی تلاش میں ہوں، نہ اب تک وہ ملا، نہ ہی میں نے تلاش چھوڑی ہے، لوگوں نے پوچھا وہ کون سا عمل ہے فرمایا بے فائدہ گفتگو سے بچنا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں بیہودہ گفتگو کی مذمت

زبان کی بیماریوں میں ایک اور بیماری بیہودہ گفتگو بھی ہے، جسے اسلام نے انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور روکا ہے۔ اصلاح معاشرہ کیلئے ضروری قرار دیا ہے کہ اس بیماری سے بچا جائے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ایباکم الفحش فان اللہ تعالیٰ لا یحب الفحش

والتفحش او کما قال ﷺ (2)

فحش سے بچو اللہ تعالیٰ بری گفتگو، لغویات کو پسند نہیں فرماتا۔ اسلام نے گالی گلوچ دینے کسی کو برا کہنے سے اس قدر روکا ہے کہ بدر کے مرنے والے مشرکین کو بھی گالی دینے، برا کہنے سے روک دیا گیا کہ وہ تو مر گئے انہیں گالی پہنچتی نہیں کسی کو گالی دینا کمینہ پن ہے۔ یہی عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے۔

(1) محمودیہ فی شرح طریقۃ محمودیۃ وشریعۃ، المبحث الثانی، ص 247/5

(2) الاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو العاص، الرقم 6199، ص 237/13

البیہقی، السنن الکبری، ص 243/10

الطبرانی، المعجم الکبیر، قطعۃ من المفقود، ص 117/20

البیہقی، شعب الایمان، فصل فی ذکر ما ورد من التشدید فی الظلم، الرقم 7201، ص 7/16

ليس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش

او كما قال ﷺ (1)

فرمایا طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بیہودہ کہنے والا مومن نہیں ہوتا۔ ایک اور ارشاد گرامی سے بیہودہ گفتگو کی مذمت میں اس طرح ارشاد ملتا ہے۔

الجنة حرام على كل فاحش ان يدخلها (2)

بیہودہ کہنے والے پر جنت کا داخلہ حرام ہے۔ قیامت کے دن ایک شخص کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا یہ کس عمل کی سزا ہے تو وہ کہے گا میں جو بھی برا کلمہ، بری بات منہ میں آتی تھی اسے مزے سے کہتا تھا۔ جس کی سزا آج اس خون اور پیپ کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے، سیدنا جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا میرے والد بھی موجود تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

الفحش والتفاحش ليسا من الاسلام وان احسن

الناس اسلاماً احسنهم اخلاقاً (3)

برائی بیہودہ گفتگو اسلام سے نہیں بہترین اسلام اس شخص کا ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

احنف بن قیس فرماتے ہیں سب سے زیادہ موذی اور مہلک مرض بے ہودہ گفتگو ہے اور یہ عادت بہت کمینی عادت ہے۔ ایک دیہاتی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی حضور مجھے کوئی وصیت فرمائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا خدا سے ڈرتا رہ اور تجھے کوئی گالی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دے اس کی گالی کا وبال اس پر پڑے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔ (4)

(1) الترمذی، السنن، ماجاء في اللعنة، الرقم 1900، ص 246/7

البیهقی، السنن الکبری، ص 193/10

الطبرانی، المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، الرقم 1882، ص 342/4

(2) البانی، حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ص 153/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، الفحش والسب و بدائة اللسان، ص 320/2

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، اللعن، ص 321/2

عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ایک آدمی جو درجہ میں مجھ سے کم ہے وہ مجھے طعن و طنز اور گالی گلوچ دیتا ہے میں بھی اس کے جواب میں کہہ لیا کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا گالی گلوچ کرنے والے دونوں شیطان ہوتے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں اور تہمت لگاتے ہیں۔ (1)

یہی عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے۔

سبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ (2)

مومن کو گالی دینا سخت برا ہے اور اس کا قتل کفر ہے۔ اگر قتل سے مراد جان سے مارنا ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اس کے قتل کو جائز و حلال سمجھ کر قتل کرنا کفر ہے اگر قتل سے مراد یہاں لڑنا ہے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ اس سے لڑائی جھگڑا حرام ہے جسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک روایت سیدنا ابی صرمہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ ضَارَ ضَارَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ (3)

جو شخص دوسروں کو ضرر پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرر پہنچائے گا اور جو شخص دوسروں سے جھگڑے اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اُسے جھگڑوں میں پھنسا دے گا۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

جھگڑا کرنا

جیسے بے فائدہ گفتگو دل کی بربادی کا باعث بن جاتی ہے ایسے ہی جھگڑا کرنا بھی دل کی بیماری کا باعث بن جاتا ہے۔ اس عنوان کو حضور سید عالم ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا لا تمارا خاک

(1) البانی، الزواجر، عن اقتراف الكبائر، الكبيرة التاسعة والثمانون، ص 263/2

(2) البخاری، الجامع الصحيح، ما ينهى من السباب واللعن، الرقم 5584، ص 475/18

المسلم، الجامع الصحيح، بیان قول النبی ﷺ، الرقم 97، ص 202/1

الترمذی، السنن، ما جاء سبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ، الرقم 2559، ص 226/9

النسائی، السنن، قتال المسلم، الرقم 4036، ص 477/12

(3) الترمذی، السنن، ما جاء في الخيابة، الرقم 1863، ص 188/7

ابوداؤد، السنن، من القضاء، الرقم 3151، ص 41/10

ابن ماجه، السنن، من بنى في حق، الرقم 2333، ص 145/7

اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر

من ترك المراء بئ له بيت في الجنة (1)

”جس نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا اس کے لئے جنت میں گھر تیار کرایا جاتا ہے“ جس شخص کے اندر چھ خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی حقیقت کو اچھی طرح پالے گا۔

1- گرمیوں میں روزہ رکھنا، 2- بادل کے دن نماز ذرا جلد ادا کرنا (کہ قضا نہ ہو جائے)، 3- دشمنان خدا سے جنگ کرنا، 4- مصیبت پر صبر کرنا 5- تکلیف بھی ہو تو وضو اچھی طرح کرنا 6- جھگڑے سے بچنا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں جھگڑا کرنا دین سے تعلق نہیں رکھتا، جھگڑا کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور دلوں میں کینہ، حسد کا بیج پڑ جاتا ہے،۔ (2)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں، جھگڑے سے بچو، ذرا سے جھگڑے سے غصہ آسکتا ہے اور ذرا سا غصہ کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔

ابو یعلیٰ فرماتے ہیں

میں دوستوں سے جھگڑا نہیں کرتا کہ تلخ کلامی ہو کہ کسی بڑی خرابی کا دروازہ نہ کھل جائے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ہمیشہ بحث کرتا پھرے اور جھگڑتا رہے۔ (3)

حضور سید عالم نے ارشاد فرمایا

ان ابغض الرجال الى الله الخصم او كما قال ﷺ (4)

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، المراء والجدال، ص 317/2

هدایة الہدایة، انی من تزکیة النفس، ص 15/1

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، المراء والجدال، ص 317/2

(3) مرن

(4) البخاری، الجامع الصحیح، قوله تعالیٰ وهو الداء الخصام، الرقم 2277، ص 336/8

المسلم، الجامع الصحیح، فی الالاد الخصام، الرقم 4821، ص 150/13

النسائی، السنن، الالاد الخصم، الرقم 5328، ص 285/16

الاحمد، المسند، حدیث السیدة عائشةؓ، الرقم 23142، ص 298/49

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑا لے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

من جادل في خصومة بغير علم لم يزل في سخط

اللہ حتی يرجع او كما قال ﷺ (1)

”جو کسی معاملہ میں بلا علم جھگڑا کرتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس معاملہ سے واپس ہو جائے۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں میں ایک دن بیٹھا تھا، بشیر بن عبد اللہ میرے قریب سے گزرے انہوں نے پوچھا یہاں کیسے بیٹھے ہو، میں نے کہا میرے اور میرے بھائی کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا تمہارے والد کا مجھ پر حق ہے، میں چاہتا ہوں اس کا بدلہ چکا دوں یہ جان لو جھگڑے سے زیادہ کوئی بری شئی نہیں اس سے بچو، دین اس سے برباد ہو جاتا ہے، مردت و محبت چلی جاتی ہے، زندگی کی لذت مفقود ہو جاتی ہے اور دل اسی فتنہ میں الجھار رہتا ہے۔ (2)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان پر تبصرہ کرتے ہوئے احیاء العلوم میں لکھا ہے: ہاں اگر کوئی جھگڑا حق و صداقت کی بنا پر ہوگا تو اس سے دین کی بربادی نہیں ہوگی اور کسی غریب محتاج کا حق ثابت کرنے کے لئے بادلائل جھگڑا ہوگا تو یہ عمل صالح میں شمار ہوگا اور ایسا کرنا حرام کے زمرہ میں نہیں آئے گا۔ (3)

جھگڑا کرنا قرآن مقدس کے ارشاد کے صریح خلاف ہے

وقول للناس حسناً (4)

لوگوں سے اچھی بات کہو اور جھگڑے میں اچھائی کا پہلو نہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں کچھ ایسے مکانات بھی ہیں جو اس قدر صاف و شفاف ہیں کہ باہر سے اندر اور اندر سے باہر دیکھا جاسکتا ہے اور یہ مکان ان لوگوں کے لئے ہیں، جو کھانا کھلاتے ہیں اور نرمی سے گفتگو کرتے ہیں جھگڑے کے اندر نرمی کا پہلو نہیں، لہذا

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، الخصومة، ص 318/2

(2) من

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، الفہامۃ والتفع فیہ بالتشیبیہات، ص 319/2

(4) البقرة 84:2

جنت کے ان حسین مکانوں میں جھگڑا کرنے والے نہیں جاسکیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

الكلمة الطيبة صدقة (1)

اچھا کلمہ بھی صدقہ ہے اور جھگڑے میں اچھا کلمہ نہیں بلکہ بُرے کلمات صادر ہو جاتے ہیں، ایک اور حدیث شریف میں فرمایا

القو النّاس ولوبشق ثمرة فان لم تجد فبكلمة طيبة (2)

جہنم سے بچو اگرچہ (کھجور کا ٹکڑا ہی صدقہ کیوں نہ ہو) اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اچھا کلمہ کہو اور جھگڑے میں اتفاق نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

گالی دینا، لعنت کرنا

جس طرح جھگڑا کرنا دل کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے گالی گلوچ کرنا بھی تباہی کا باعث ہے، حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ایسا کم والفحش فان اللہ تعالیٰ لا یحب

الفحش او کما قال ﷺ (3)

فحش (گالی گلوچ سے) بچو اللہ تعالیٰ جل مجدہ گالی گلوچ کو پسند نہیں فرماتا۔ حضور سید عالم ﷺ نے میدان بدر میں مرے ہوئے مشرکین کو بھی برا کہنے سے روک دیا، ایک مقام پر حضور ﷺ نے مومن کی شان کو اس طرح ذکر فرمایا

(1) ابن ابی عاصم، الزهد، الکلمة الطيبة الصدقة، الرقم 34، ص 36/1

(2) البخاری، الجامع الصحیح، طیب الکلام، الرقم 5564، ص 445/48

(3) الاحمد، المسند، مسند عبد اللہ بن عمر بن العاص، الرقم 6199، ص 237/13
البیہقی، شعب الایمان، فصل فی ذکر ما ورد من التشديد فی الظلم، الرقم 7201، ص 7/16
الطبرانی، المعجم الكبير، قطعة من المفقود، ص 117/20
البیہقی، السنن الكبرى، ص 243/10

ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش او كماً

قال ﷺ (1)

فرمایا مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی کے حق میں طعن کرے، نہ اسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ کسی پر لعنت بھیجے اور گالی گلوچ کرے۔ سیدنا جابر بن ثمرہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں اور میرے والد حضور کی بارگاہ میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا

ان الفحش والتفاحش ليس من الاسلام احسن

الناس اسلاماً احسنهم اخلاقاً (2)

لغواور بے ہودگی اسلام سے نہیں لوگوں میں بہتر اسلام اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جو سچائی کا علمبردار ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں لعنت کی مذمت

زبان کی بیماریوں میں گالی دینا ایک دوسرے پر لعنت کرنا بھی ایک بیماری ہے اکثر و بیشتر ہم غصہ میں آکر ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کام سے بھی منع فرمایا ہے۔ ام المؤمنین حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سنا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے کسی غلام کو لعنت کر رہے ہیں، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو بکر کیا صدیق بھی لعنت کیا کرتے ہیں۔

(1) الترمذی، السنن، ماجاء فی اللعنة، الرقم 1900، ص 246/7

البیہقی، السنن الکبری، ص 193/10

الطبرانی، المعجم الاوسط، من اسبہ احمد، الرقم 1882، ص 342/4

(2) الغزالی، احیاء علوم الدین، الفحش والسب وبدانة اللسان، ص 320/2

لا يبغي لصديق ان يكون لعاناً كلا و مرب الكعبه (1)

خداے کعبہ کی قسم ہرگز نہیں اور آپ نے اس جملہ کو بار بار دہرایا۔

حضور ﷺ کی اس ہدایت و ارشاد پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام آزاد کیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور آئندہ کیلئے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا تلعنوا بلعنة الله ولا بغضبه ولا بجهنم او كما

قال ﷺ (2)

کسی کو بھی خدا کی لعنت، اس کے غضب کی لعنت، جہنم کی لعنت نہ کرو۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت کی اس پر خدا کی مار ثابت ہوگی۔ (3)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے جب آدمی کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمانوں کے دروازے اُس کیلئے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کیلئے زمین کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اس کے بعد دائیں بائیں جانب جاتی ہے مگر اُسے جگہ نہیں ملتی پھر اس کی طرف جاتی ہے جس کیلئے لعنت کی گئی ہے، اگر وہ واقعی ہی لعنت کا مستحق ہے تو اس پر پڑتی ہے اور اگر وہ مستحق نہیں تو کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (4)

حدیث شریف کے آخری الفاظ مقدسہ اس طرح ہیں۔

(1) المسلم، الجامع الصحيح، انہی عن لعن الدواب وغیرہا، الرقم 4701، ص 491/12

البیہقی، السنن الکبری، ص 194/10

البیہقی، شعب الایمان، لایبتقی لصديق ان يكون لعاناً، الرقم 4934، ص 143/11

(2) الترمذی، السنن، ما جاء فی اللعنة، الرقم 1899، ص 245/7

الاحمد، المسند، ومن حدیث سمرۃ بن جندبؓ عن النبی ﷺ، الرقم 19315، ص 145/41

(3) البانی، حلیۃ الاولیاء حذیفہ بن الیمان، ص 149/1

(4) الغزالی، احیاء علوم الدین، اللعن، ص 321/2

فان كان لذلك اهلا و الا مرجعت الى قائلها (1)

اس حدیث شریف سے بہت نمایاں طور پر پتہ چل رہا ہے کہ کسی پر لعنت کرنا کس قدر قبیح جرم ہے، صرف لعنت کا لفظ ہی بڑا سخت ہے مگر جب یہ کہا جائے گا کہ تجھ پر خدا کی لعنت تو بہت ہی بڑا لفظ ہے۔ آج کے دور میں لعنت کرنا، گالی دینا، معمولی کام سمجھ کر کیا جا رہا ہے جو دراصل بہت ہی بڑا جرم ہے، گزشتہ حدیث شریف میں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا گیا

لا یبغی لصديق ان یکون لعاناً (2)

صدیق (رضی اللہ عنہ) کو زیب نہیں دیتا کہ کسی کو لعنت کرے یا گالی دے۔

مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان میں سیدنا ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک آدمی کی چادر ہوا کے زور سے ادھر ادھر اڑ جاتی تھی، اُس نے غصہ میں آکر ہوا کو لعنت کی تو حضور سید عالم ﷺ نے اُسے فرمایا

لا تلعنہا فانہا مامورۃ (3)

اسے لعنت کیوں کر رہا ہے یہ تو خدا کے حکم سے چل رہی ہے، جو کوئی کسی پر لعنت بھیجے اور وہ چیز لعنت کے قابل نہیں تو وہی لعنت خود اسی پر پڑتی ہے۔ اس آدمی کا غصہ بے جان ہوا، بے معنی ٹھہرا کہ وہ تو اذن الہی سے ہی چل رہی ہے۔ یہی صورت حال معاشرہ میں گالی کی شکل میں پائی جاتی ہے، غصہ میں تو گالی دی ہی جاتی ہے، مگر بعض دیہاتی علاقوں میں معاشرہ اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ ہنسی مذاق اور خوش طبعی میں بھی ایک دوسرے کو گالی کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے (خدا پناہ) سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے یہ روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

(1) ابو داؤد، السنن، فی اللعن، الرقم 4259، ص 59/13

(2) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام الفصل الاول، الرقم 4850، ص 51/3
المسلم، الجامع الصحیح، انہی عن لعن الدواب وغیرہا، الرقم 4701، ص 491/12
البیہقی، شعب الایمان، لا یمتی لصديق ان یکون لعاناً، الرقم 4934، ص 143/11

البیہقی، السنن الکبری، ص 193/10

(3) ابو داؤد، فی اللعن، ص 62/13

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4851، ص 51/3

المستبان قالاً فعلی البادی لم يعتد المظلوم او

کما قال ﷺ (1)

آپس میں گالی گلوچ کرنے والوں کے منہ سے جو کچھ نکلے گا وہ شروع کرنے والے کے سر پر پڑے گا، جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے، اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری لڑائی کا بوجھ تمام گالیوں کی بھرمار اُس شخص پر ہوگی جس نے پہلے گالی دی ہے یہ بھی یاد رہے ان گالی دینے والوں پر تو گالی کا وبال ہے ہی ہے مگر وہ بچے جو اُن سے یہ گالیاں سیکھیں گے ان کی اس بد عملی کی سزا بھی اُن سکھانے والوں کو ہوگی اور جب تک یہ گالیوں کا سلسلہ چلتا رہے گا یہ سکھانے والے لوگ اس عذاب کا بوجھ اٹھاتے رہیں گے، خدا پناہ دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اسلام میں غیبت کی مذمت

زبان کی ایک بیماری غیبت بھی ہے جس سے اسلام بچنے کا حکم دیتا ہے، اس سے عام لوگ متاثر ہیں بیماری سخت ہے مگر بیمار کو محسوس نہیں ہوتی جہاں کسی محفل میں جانا ہوتا ہے یہ بیماری اکثر و بیشتر ملاقاتوں، محفلوں میں ورود کرتی ہے قرآن مقدس نے اس بیماری کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے

لا یغتب بعضکم بعضاً یحب احدکم ان یاکل

لحم اخیه میتاً (2)

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے گویا غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، یہ مثال دے کر اس بری حرکت سے نفرت دلائی گئی ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد

(1) ابو داؤد، السنن، المستبان، الرقم 4249، ص 43/13

الترمذی، السنن، ما جاء فی الشتم، الرقم 1904، ص 253/7

(2) الحجرات 12:49

البخاری، الجامع الصحیح، الغیبة، ص 484/18

البائی، مریاض الصالحین، باب تحریم الغیبة والامر بحفظ اللسان، ص 163/1

نہ کر و غرض نہ کرو ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، بھائی بھائی بن کر رہو۔ (1)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا

يَا كُفَّيَا غِيْبَةِ فُلَانٍ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزَّوْنِ

او کہا قال ﷺ (2)

فرمایا غیبت سے بچو غیبت زنا سے بھی بدتر عمل ہے۔ غیبت زنا سے بھی بدتر کیوں ہے اس لئے کہ زانی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ غفور ہے اسے معاف فرما دے، مگر غیبت کرنے والا ہزار بار توبہ کرے یہ گناہ معاف نہیں ہوگا جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے چہروں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا جبریل یہ لوگ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کی غیبت کیا کرتے تھے آج اس عذاب میں مبتلا ہیں۔ (3)

اس عنوان پر امام غزالی علیہ الرحمہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے ایک دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور ساتھ یہ فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں کوئی افطار نہ کرے، افطاری کے وقت لوگ آتے گئے حضور ﷺ افطاری کا حکم فرماتے گئے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ یہ دو عورتیں بھی روزہ دار ہیں، افطاری کی اجازت فرمادیں تو حضور ﷺ نے ان سے اپنا رخ مبارک پھیر لیا اس بندے نے دوبارہ عرض کی تو حضور ﷺ نے پھر توجہ نہ فرمائی اس نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا انہوں نے روزہ نہیں رکھا، جو آدمی دن بھر لوگوں کا گوشت کھائے، اس کا روزہ کیسے ہوگا؟ آپ کا اشارہ ان خواتین کے دن بھر غیبت کرنے کی طرف تھا کہ وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتی رہیں یہ لوگوں کا گوشت کھانا ہے ان خواتین سے قے کرنے کا حکم دیا جب انہوں نے قے کی تو ان کے مونہوں سے جے ہوئے خون کے لوتھڑے نکلے، پھر فرمایا اگر یہ خون کے لوتھڑے ان کے اندر رہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، الغیبت، ص 373/2

(2) الآداب الشریعہ، فصل فی عدم صحۃ توبۃ، ص 80/1

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، الغیبت، ص 373/2

جاتے تو دوزخ کا ایندھن بن جاتے۔ (1)

امام بخاری علیہ الرحمہ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے حضور ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا، نگاہ نبوت نے دیکھا انہیں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے حضور رحمۃ اللعالمین ہیں ایک ہری شاخ منگوائی، اسے چیر کر دو کر دیا اور ایک ایک قبر پر انہیں گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ تر رہیں گی عذاب قبر نہیں ہوگا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ماجرا ہے؟ فرمایا

”كأنا يعذبَان في قبورهما“ (2)

ان دو قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ صحابہ نے عرض کی حضور انہیں کس جرم کی پاداش میں عذاب ہو رہا ہے، تو زبان رسالت سے ارشاد ہوا

”كان احدهما يمشي بالنميمة“ (2)

ایک کو اس جرم میں سزا دی جا رہی تھی کہ وہ چغل خور تھا اور دوسرے کے متعلق فرمایا

”وكان آخرهما لا يستنزه عن البول او كما قال

ﷺ“ (2)

دوسرا پیشاپ کے قطروں سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ (جسم، لباس نجس رکھتا تھا)

غیبت کرنا کس قدر جرم ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

”من رمى مسلماً بشئ يردّه شينه حسب الله على حسر جهنم او كما قال ﷺ“ (3)

جس شخص نے کسی مسلمان کے سر کوئی بات لگائی اس ارادے سے کہ اس کو رسوا کرے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روکے رکھے گا جب تک کہ وہ اپنے قول سے بری نہ ہو جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

غیبت کا کفارہ

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، الغیبة، ص 337/2

(2) البخاری، الجامع الصحیح، النمیمۃ من الکبائر، الرقم 5595، ص 491/18

النسائی، السنن، وضع الجريدة على القبر، الرقم 2041، ص 207/7

(3) ابوداؤد، السنن، من رمى عن مسلم غيبة، الرقم 4239، ص 27/13

غیبت کا کفارہ یہ ہے، کفارہ کا معنی ہے کہ ایسا عمل جو گناہ کو مٹا دے، اس عمل کے بعد کئے گئے گناہ کا بوجھ اس پر نہ رہے، جیسے جھوٹی قسم کا کفارہ، روزہ توڑنے کا کفارہ، ایسے ہی حدیث پاک میں غیبت کے کفارہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب فی الغیبة میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت اس طرح ملتی ہے

”ان من کفارۃ الغیبة ان تستغفر لمن اغتبتہ

يقول اللهم اغفر لنا وله او كما قال ﷺ“ (1)

غیبت کے گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جس کی تو نے غیبت کی ہے اس کے لئے مغفرت کی دعا کر اور یوں کہہ اے اللہ ہمیں بخش دے اور اسے بھی بخش دے

دوسرے موقع پر یہ بھی ارشاد ملتا ہے کہ غیبت اس وقت تک معاف نہیں ہوتی جب تک وہ بندہ جس کی غیبت کی گئی ہو معاف نہ کرے اب اس روایت میں اور اس میں اتفاق یوں ہو سکے گا اگر یہ بندہ حیات ہے تو اس سے معافی چاہے، اگر وہ بندہ مر گیا ہے یا کہیں سفر کر گیا اور اس کی جگہ کا پتہ نہیں چلتا تو ایسی صورت میں معافی کی شکل صرف یہی ہے جو اس حدیث پاک میں گزری ہے کہ اس کی مغفرت کی دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی امید رکھے، وہ ستار ہے، غفار ہے، رحیم ہے، اپنے بندے کو مایوس نہیں فرماتا۔

غیبت اور بہتان میں فرق یہ ہے کہ کسی شخص کے اندر کوئی عیب پایا جا رہا ہے جو اس کے سامنے بیان کیا جائے تو برا محسوس کرے، اس بری عادت کو اس کی غیر حاضری میں بیان کرنا غیبت ہے اگر کسی ایسی بات کا ذکر کیا گیا جو بات اس میں ہے نہیں، وہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔

مشکوٰۃ باب حفظ اللسان میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی حدیث پاک سے اسی طرح غیبت سے رکنے یا کسی کے خلاف تکلیف دہ باتیں کرنے سے اسلام نے روک رکھا ہے؟ تو اس کا فلسفہ بڑا واضح نظر آتا ہے کہ اسلام نے جس معاشرہ کا طریقہ ہمیں بتایا ہے اس کی بنیاد ہمدردی، پیار

محبت اور اخلاص پر ہے، جب انسان مل جل کر رہیں تو فطرتی تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے مفید بھی ہوں، نقصان دہ نہ ہوں۔ اگر معاشرہ میں رہ کر فتن، فسادات اور جھگڑوں کے معاملات پھیل جائیں تو اسلامی معاشرہ کا حسن تو خراب ہو کر رہ جائے گا، اسلامی معاشرہ کی بنیاد اس پر ہے کہ انسان شیطانی حربوں سے بچ کر زندگی گزارے اگر غیبت، گلہ، چغلی، ایسے مسائل معاشرے میں پیدا ہو جائیں تو پھر اسلامی معاشرہ اپنی روح کھو بیٹھتا ہے اور شیطانی غلبہ رونما ہوتا ہے، جو اسلامی معاشرہ کا دشمن ہے۔ اگر یہ برائیاں معاشرہ میں جڑ پکڑ جائیں تو پھر معاشرہ کی غرض پوری نہیں ہوتی چونکہ ان برائیوں میں انسانی رنجشیں بڑھتی ہیں جو دشمنی اور قتل و غارت کی طرف لے جاتی ہیں۔ (1)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے، دو آدمی نماز ظہر یا عصر میں شریک ہوئے وہ روزہ دار بھی تھے جب حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی تو آپ نے ان دونوں کو مخاطب ہو کر فرمایا جاؤ وضو کرو اور نماز دہراؤ، روزہ پورا تو کرو، مگر اسے پھر کسی دن رکھنا، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ حکم کس بنا پر فرمایا گیا تو جواب فرمایا کہ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے اب آپ اندازہ کریں اس حدیث پاک سے دوسرے معاشرہ کے اچھے بھلے نظر آنے والے آدمیوں کو کس قدر ہلا کر رکھ دیا ہے کہ آج ہم روزہ رکھ کر، نماز پڑھ کر، تلاوت کر کے، ایک دوسرے کی غیبت میں مصروف رہتے ہیں خدا پناہ اس حدیث پاک پر پھر سوچیں یہ دو بندے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہیں حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، یہ زمانہ وحی الہی کے اُترنے کا زمانہ ہے۔ یہ زمانہ براہ راست زبان رسالت سے ارشادات سننے کا زمانہ ہے۔ اس حدیث شریف کا مفہوم بہت واضح ہے کہ غیبت سے نماز بھی گئی، وضو بھی کیا اور روزہ بھی جاتا رہا، یعنی ان کا ثواب ختم ہو گیا، گناہ غالب آ گیا۔ (2)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں تمسخر و استہزاء کی مذمت

(1) ابوداؤد، السنن، المستبآن، الرقم 4249، ص 43/13

الترمذی، السنن، ماجاء فی الشتم، الرقم 1904، ص 253/7

(2) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4873، ص 5/3

کسی کی توہین کرنے اور اُسے حقیر جان کر اس کے متعلق گفتگو کا ایسا انداز اختیار کرنا جس سے ہنسی آئے، استہزاء کہلاتا ہے، زبان کی بیماریوں میں یہ بھی ایک اہم بیماری ہے، جس سے زبان کو محفوظ کرنے کیلئے اسلام نے سختی سے حکم دیا ہے اور ایسی بُری حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا ہے جس سے دوسرے مسلمان بھائی کی توہین ہو اور وہ برا جانے، اس ضمن میں رب قدوس جل مجدہ کا واضح ارشاد اس طرح ملتا ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ آمِنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ

يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ (1)

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کو مذاق، استہزاء نہ کرے ہو سکتا ہے وہ اُن سے اچھے ہوں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مقدس کی اس آیہ کریمہ

(وَلَدِينَا كِتَابٌ لَا يَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا

احصاها) (2)

ہمارے ہاں کتاب ہے جو ہر چھوٹی، بڑی بات کو بیان کر دیتی ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں صغیرہ سے مراد کسی ایمان دار کے تمسخر پر مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد کسی ایمان دار کے تمسخر پر کھلکھلا کر ہنسنے ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کسی ایمان دار کے تمسخر پر ہنسنے بھی گناہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا کرتے تھے کہ جس بات میں کوئی خود مبتلا ہے دوسرے پر کیوں ہنستا ہے۔ (3)

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اسی عنوان پر اپنی کتاب احیاء العلوم میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی پر ہنستے ہیں قیامت کے دن ان پر بھی ہنسی ہوگی کہ جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور ان لوگوں سے کہا جائے گا اس دروازہ سے آؤ، جب یہ لوگ جنت میں جانے کیلئے اس دروازہ پر آئیں

(1) الحجرات 11:49

(2) الکہف 49:18

(3) الغزالی، احیاء علوم الدین، الردع الکاذب، ص 328/2

گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور دوسرا کھول دیا جائے گا اور کہا جائے گا اس سے داخل ہوں، جب وہاں جائیں گے تو یہ بھی بند کر دیا جائے گا پھر تیسرے دروازہ کی طرف لپک کر جائیں گے تو یہ بھی بند کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ہار تھک کر مار کھا جائیں گے اور کسی بھی دروازہ سے جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ (1)

ترمذی شریف میں اسی عنوان سے یہ روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بَذَنَ قَدْ تَابَ مِنْهُ لَمْ يَمِتْ

حتى يعلمه او كما قال ﷺ (2)

جس کسی نے اپنے بھائی کو کوئی ایسا عیب لگایا جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو اس شخص اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک یہ خود اسی عیب میں مبتلا نہیں ہو جائے گا (والعیاذ باللہ) قرآن مقدس کے ارشاد گرامی کا یہ حصہ کہ

عسىٰ ان يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ (3)

ہو سکتا ہے جس پر ہنسی مذاق ہو رہا ہے وہ اس مذاق کرنے والے سے اچھا ہو۔ یاد رہے ایسی خوش طبعی جس سے کسی کو تکلیف ہو وہ حرام ہے، ایسا طنز، ایسا مزاح، ایسی خوش طبعی جس سے اُسے تکلیف ہو یہ اُسے کو سنا ہے، اور ستانا ہے حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، سمرہ بن جندب رضی اللہ سے یہ روایت ملتی ہے اسے صاحب مشکوٰۃ شریف نے باب الغیبة واثم میں بیان کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے

لا تَلَا عَنَّا بِلَعْنَةِ اللَّهِ وَلَا بِغَضَبِ اللَّهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ (4)

ایک دوسرے کو اس طرح مت کہو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو یا اللہ کا غضب ہو یا جہنم میں جائے، جیسے ان

(1) الغزالی، احیاء علوم الدین، الرعد الکاذب، ص 328/2

(2) الترمذی، السنن، منہ، الرقم 2429، ص 45/9

الطبرانی، المعجم الأوسط، باب المیم من اسمہ محمد، الرقم 7452، ص 28/16

(3) الحجرات 11:49

(4) الترمذی، ما جاء فی اللعنة، الرقم 1899، ص 245/7

الاحمد، المسند، من حدیث سمرہ بن جندب عن النبی ﷺ، الرقم 19315، ص 145/41

الفاظ سے اس کی رسوائی ہے، ذلت ہے، ایسے ہی تمسخر کے ساتھ اس کی رسوائی ہے۔ جب آدمی غصہ میں ہوتا ہے تو پھر اس کی زبان چلتی رہتی ہے تو دوسرے کو ہی نہیں کاٹتی بلکہ ایسا کرنے والے کی دیانت، شرافت، ایمان کو کاٹتی چلی جاتی ہے، نہایت ضروری ہے کہ دوسرے کو کسی بھی طرح تنگ کرنے سے روکا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں زبان کی اہمیت

کسی مسلمان کا زبان پر قابو رکھنا کتنا اہم ہے اور زبان پر پہرہ کس قدر ضروری ہے ایک حدیث شریف سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ سے ڈر کر ہمارا خیال رکھنا کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے چلیں گے۔ (1)

جب آدمی کوئی بات سنتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہو جاتی ہیں یہ بات دل کو پسند ہو یا نہ ہو، پسند نہیں تو نفرت کرتا ہے پسند آجائے تو خوش ہوتا ہے، ان دونوں صورتوں میں سب سے پہلے اس اظہار کے لئے زبان ہی کام دیتی ہے جب زبان حرکت میں آتی ہے تو پھر اس کے سارے خدام کسی نہ کسی طرح حرکت میں آ جاتے ہیں الفاظ، انداز، ہاتھ کی حرکت جسم کی ہیئت، یہ سارے زبان کے خادم ہیں جب تک زبان کو اہمیت حاصل ہے ساتھ میں یہ بھی ذہن میں رہے کہ تمام اعضاء سے خطرناک بھی ہے جیسے سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے پوچھا، حضور میرے لئے سب سے خطرناک چیز کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے زبان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا حدیث شریف کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں

فاخذ بلسان نفسه وقال هذا (1)

انسان کے تمام اعضاء کو حرکت میں لانے کے لئے زبان بھی مرکزی کردار ادا کرتی ہیں، بعض اوقات برسوں کا پیار سا لہا سال کی محبت زبان کی ادنیٰ سی حرکت سے دشمنی میں بدل جاتی ہے اور جب یہی زبان اچھا انداز اختیار کرے تو برسوں کی دشمنیاں پیار و محبت میں بدل جاتی ہیں غرضیکہ ہمیں چاہئے تمام اعضاء کے خیال کے ساتھ اس پر خاصی نظر رکھی جائے کہ جنت و جہنم کے راستے اسی کی حرکت سے تعلق رکھتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان میں حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ایسا مت کریں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مجھے بہت سی مصیبتوں میں پھنسا چکی ہے، حدیث شریف کے الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں

فقال له ابو بکر ان هذا امر دني المومرا (2)

صبح سے شام تک زبان چلتی رہتی ہے، کئی باتیں بے سوچے سمجھے نکل جاتی ہیں، کئی بے قصور زبان کا شکار ہو جاتے ہیں، کئی زبان کے تیر سے زخمی ہو جاتے ہیں، کئی زبان کے بے ہنگم ہوتے مار کھا جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے اندازہ کریں صحابہ کرام جیسی جلیل القدر شخصیتیں اپنی اصلاح کے لئے کس قدر توجہ دیتے ہیں ہمیں حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے سبق سیکھنا چاہئے کہ زبان کے جا بجا فقرے کس قدر پریشانی میں مبتلا کر سکتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے ان تمام اعمال کے شیرازہ سے باخبر نہ کر دوں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ فرمائیں حضور ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اس کو قبضہ میں رکھو، پھر میں نے عرض کی

(1) الترمذی، السنن، ماجاء فی حفظ اللسان، الرقم 2334، ص 431/8

الاحمد، المسند، حدیث سفیان بن عبد اللہ الثقفی، الرقم 14872، ص 440/30

البیہقی، شعب الایمان، ما أخوف ما یهوق، الرقم 4723، ص 429/10

(2) البائلک، البوطا، ماجاء فیما یخاف من اللسان، الرقم 1567، ص 124/6

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4869، ص 55/3

یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سے ان باتوں کے متعلق بھی مواخذہ ہوگا جو ہم زبان سے نکالتے ہیں، تو فرمایا

ثقلتک امک یا معاذ و هل یکب الناس فی

الناس علی وجوہہم (1)

معاذ تیری ماں تجھے روئے کیا عام آدمیوں کو ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کے سوا بھی کوئی اور شئی انہیں منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی، ظاہر ہے روزمرہ کی زندگی میں زبان و کلام ہی ہمارے استعمال میں آتے رہتے ہیں اس کی بڑی اہمیت کے پیش نظر بڑا ہی ضروری ہے کہ انسان اپنی بساط کے مطابق زبان پر قابو رکھے کہ قیامت کے دن دوزخ سے بچ سکے، جھوٹ، بدکلامی، غیبت، چغلی، بد عہدی ایسے گناہ زبان سے ہی سرزد ہوتے ہیں۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث شریف کا پتہ چلتا ہے، اس حدیث شریف کو صاحب مشکوٰۃ نے باب حفظ اللسان میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ

ما النجاة فقال امسک علیک لسانک ولیبعک

بیتک وابلک خطیتک (2)

حضور مصائب و مشکلات سے بچنے کا طریقہ کیا ہے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور گھر میں بیٹھنے کی عادت ڈالو اور اپنی خطاؤں پر پشیمان ہونا سیکھو۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے دنیا کی مشکلات، مصائب سے بچنے رہنے کے تین اصول ارشاد فرمائے ہیں۔ زبان پر قابو، گھر میں قیام، گناہوں پر شرمندگی۔ ایک اور حدیث شریف میں بے معنی، بے کار، فضول گفتگو سے بچنے کا ارشاد بھی ملتا ہے

(1) الترمذی، السنن، مآجاء فی حرمة الصلوة، الرقم 2541، ص 202/9

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، الرقم 29، ص 7/1

(2) الاحمد، المسند، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الرقم 21206، ص 201/45

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4837، ص 48/3

من حسن اسلام امره تركه مالا يعنيه (1)

آدمی کا بہتر اسلام یہ ہے کہ فضول باتوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی فائدہ نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

اسلام میں جھوٹ بولنے کی مذمت

زبان کی ایک بیماری جھوٹ بولنا بھی ہے، اسلام جس سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ جھوٹ ایک نہایت بری عادت ہے جو زبان کے ذریعہ سے ہی جاری ہوتی ہے۔ اور زبان کی بیماریوں میں مہلک بیماری ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا ہے۔

اللهم طهر قلبي من النفاق ولساني من

الكذب او كما قال ﷺ (2)

اے اللہ میرے دل کو نفاق سے اور میری زبان کو جھوٹ سے پاک فرما دے۔ یہ دعا اور اس عنوان کی کئی اور دعائیں جو حضور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلی ہیں، دراصل یہ ساری دعائیں تعلیم امت کیلئے ہیں۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ تو معصوم ہیں انکی زبان سے جھوٹ سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک اور حدیث شریف میں جھوٹ کی مذمت اس طرح ثابت ہے۔

ثلاثة لا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم ولهم عذاب

اليم ،شيخ زان ملك كذاب وعامل متكبراً (3)

تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بات نہیں فرمائے گا اور نہ ہی انہیں نظر رحمت سے دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ان افراد میں ایک بوڑھا زانی، دوسرا جھوٹا حکمران اور تیسرا متکبر عامل ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام میں جھوٹ کی ایک عام صورت اس طرح بھی درج ہے۔

(1) الترمذی، السنن، فیمن تکلم بکلمة يضحك حب الناس، الرقم 2239، ص 294/8

ابن ماجہ، السنن، كف اللسان في الفتنة، الرقم 3966، ص 472/11

الاحمد، المسند، حديث الحسين بن علي، الرقم 1646، ص 168/4

(2) البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب جامع الدعاء، الفصل الاول، الرقم 2501، ص 62/2

(3) المسلم، الجامع الصحيح، بیان غلط تحریم اسباب الاذمار، الرقم 156، ص 279/1

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 5109، ص 107/3

کفی بلمره کذباً ان یحدث بکل ماسمع لو کما قال ﷺ (1)

حضور ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جو چیز سنے اسے نقل کر دے (اور تحقیق نہ کرے)

حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہمیں ایسے گناہ سے بچنے کا اشارہ ملتا ہے جسے ہم گناہ نہیں سمجھتے گویا سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کر دینا بھی جھوٹ ہے۔ آج کل کچھ طبعیتیں محض زبان کے چٹکارہ کیلئے سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلانے میں مزہ لیتی ہیں۔ ضرورت ہے ہم اس پر عملی طور پر کاربند ہوں کہ سنی سنائی بات سن کر آگے نہ پھیلائیں اور پروپیگنڈہ سے بچ کر چلیں کہ اسلامی معاشرہ ہمارے کردار کی وجہ سے خراب نہ ہو۔ جھوٹ کی ایک اور صورت بھی ہے جو عام پائی جاتی ہے مگر اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ کسی بچے کو اپنے قریب بلانے کیلئے کوئی لالچ دیا مگر اس کے آجانے پر اسے وہ شے نہ دے گئی، یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الادب باب الوعد میں سیدنا عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں جلوہ فرماتے۔ اور میری ماں نے مجھے بلایا کہ آؤ تمہیں کچھ دوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس بچے کو کیا دینے کا ارادہ تھا، میری ماں نے عرض کی حضور ﷺ ایک جھوٹا ہار دینا تھا آپ نے میری ماں سے فرمایا، اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو تیرے نامہ اعمال میں یہ ایک جھوٹ لکھا جاتا، اس حدیث پاک سے اندازہ کریں کہ کس حد تک غلط بیانی سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے کہ بچوں کو لالچ دینے کیلئے بھی وعدہ کرنا اور پھر نہ دینا جھوٹ فرمایا گیا۔ (2)

سچائی اور جھوٹ کا ذکر ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے۔

(1) المسلم، الجامع الصحیح، انہی عن الحدیث بکل ماسمع، الرقم 6، ص 15/1

ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 125/6

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الرقم 156، ص 34/1

(2) البیہقی، شعب الایمان، اما انک لو لم، الرقم 4629، ص 333/10

البیہقی، السنن الکبری، ص 198/10

البانی، مشکوٰۃ المصابیح، الرقم 4882، ص 56/3

ان الصدق بر وان البر يهدى الى الجنة وان الكذب

فجوس وان الفجوس يهدى الى النار او كما قال ﷺ (1)

یہ روایت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لیجاتی ہے۔ سچائی اور جھوٹ کے مفہوم کو اس طرح وسیع سمجھا جائے کہ سچائی ظاہر و باطن کا یکساں ہونا ہے۔ اور جھوٹ ظاہر و باطن کا ایک نہ ہونا ہے ایک آدمی زبان سے کچھ کہتا ہے، کرتا کچھ ہے، تو یہ بھی جھوٹ کی قسم ہے۔ ضروری ہے کہ اس نفاق سے، اس جھوٹ سے بھی بچا جائے۔ ہم عموماً سچا اسے سمجھتے ہیں جو جھوٹ نہ بولے اور واقعہ کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔ مگر لغت عرب میں صادق کا معنی کہیں زیادہ وسیع ہے۔ سچائی زبان، ہاتھ، پاؤں، عادات، اخلاق، برتاؤ، معاملات اور میل جول، تعلقات، کردار رفتار میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی کو جس طرح اپنے قول میں سچا ہونا چاہیے، اپنے کردار میں بھی سچا ہوا کر کوئی آدمی زبان سے تو آپ پر قربان ہوتا ہے مگر عملی طور پر وہ آپ کے خلاف ہے یہ بھی جھوٹ کی بدترین قسم ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔ والعیاذ باللہ

جھوٹ کی برائی اور مذمت میں ایک اور حدیث شریف ملتی ہے۔ جسے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

اذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من نتن ما جاء به (2)

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے فرشتہ اس سے ایک میل دور بھاگ جاتا ہے کہ اُس کے اس فعل سے بدبو پیدا ہوتی ہے جو فرشتے کو پسند نہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کے ایک اور ارشاد سے جھوٹ کی مذمت اس طرح بھی ملتی ہے۔ فرمایا

(1) البخاری، الجامع الصحيح، قوله تعالى يا ايها الذين امنوا، الرقم 5629، ص 45/19

المسلم، الجامع الصحيح، قبح الكذب و حسن الصدق و فعله، الرقم 4719، ص 14/13

البيهقي، شعب الايمان، الكذب لا يصلح منه، الرقم 4601، ص 306/10

(2) الترمذی، السنن، ما جاء في الصدق والكذب، الرقم 1895، ص 239/7

البائي، مشكوة المصابيح، الرقم 4844، ص 50/3

ویل للذی یحدث فیکذب (1)

اس شخص کیلئے ویل ہے (دیل جہنم کا ایک طبقہ ہے) جو بات کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اسی عنوان کے تحت حضور ﷺ کی ایک خواب کا ذکر فرمایا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا مجھے خواب میں ایک شخص اپنے ساتھ لے گیا، آگے میں نے دو آدمیوں کو دیکھا ایک بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی اسے لوہے کی گرز سے اس کے منہ کو چیر رہا ہے، میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا یہ شخص جھوٹ بولنے کا عادی تھا یہ عذاب اسے قیامت تک ہوتا رہے گا۔ (2)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے اس طرح حکم فرمایا

اوصیک بتقوی اللہ وصدق الحدیث واداء الامانة

والوفاء بالعہد وبذل الطعام (3)

معاذ میں تجھے خدا سے ڈرنے، سچ بولنے، امانت ادا کرنے، وعدہ پورا کرنے اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیتا ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ بعدد خلقہ

-
- (1) ابوداؤد، السنن، فی التشدید والکذب، الرقم 4338، ص 72/13
- (2) الاحمد، المسند، حدیث معاویہ بن حمیدۃ عن النبی ﷺ، الرقم 19191، ص 14/41
- البیہقی، شعب الایمان، ویل الذی یحدث فیکذب، الرقم 4638، ص 342/10
- الدارمی، السنن، باب فی الذی یکذب، الرقم 2758، ص 344/8
- (3) الغزالی، احیاء علوم الدین، الکذب فی القول والیمن، ص 330/2
- مرن